فی

ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت: ۱۲۸۰ھ، وفات: ۱۳۶۲ھ

حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ

ولادت: ۱۲۸۰ھ، وفات: ۱۳۶۲ھ

مشتاق بک کارنر الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

نام کتاب ——— نشر الطیب

مصنف ——— حضرت مولانا اشرف علی تھانوی

اہتمام ——— سلمان منیر

طبع اول ——— نومبر 2003ء کمپیوٹر ایڈیشن

پرنٹرز ——— نیر اسد پرنٹرز لاہور

ناشر ——— مشتاق بک کارنر (الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور)

کمپوزنگ ——— نشر السنۃ (گلی سیکرٹری حسن' محلہ جنڈی حویلی لکھا)

قیمت ——— 130

استدعا

پروردگار عالم کے فضل' کرم اور مہربانی سے' انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کمپوزنگ' طباعت' تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔
بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو از راہ کرم مطلع فرما دیں۔ ان شاء اللہ اگلے ایڈیشن میں ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لیے ہم آپ کے بے حد مشکور ہوں گے۔ (ناشر)

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وجہ تالیف رسالہ ہذا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلَّذِیْ مَنَّ عَلَی الْمُؤْمِنِيْنَ۔ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔

امابعد۔ یہ گرسنۂ رحمت غفار و تشنۂ شفاعت سید الابرار صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ الاطہار واصحابہ الکبار' عاشقان نبی مختار و محبان حبیب پروردگار کی خدمت میں عرض رسا ہے کہ ایک مدت سے بہت سے احباب کی فرمائش تھی کہ حضور پرنور ﷺ کے کچھ حالات قبل نبوۃ وبعد نبوۃ کے صحیح روایات سے تحریر کیے جائیں کہ اگر کوئی متبع سنت بخلاف طریق اہل بدعت بغرض ازدیاد محبت آپ کے ذکر مبارک سے شوق اور رغبت رے تو وہ اس مجموعہ کو اطمینان سے پڑھ سکے پھر ان دنوں اتفاق سے پیہم چند دین دار دوستوں کے خطوط [1] اسی استدعا میں آئے جن میں مجموعا اس غرض کی اس طرح تقریر کی گئی کہ جو شرائط اس ذکر مبارک سے برکات حاصل کرنے کے اس احقر نے بعض رسائل میں لکھے ہیں کوئی شخص اسی طرح ان حالات کو پڑھے مثلاً جمعہ میں نمازی جمع ہو گئے ان کو سنا دیا یا اپنے گھر کی مستورات کو بٹھلا لیا اور ان کو سنا دیا' [2] اسی طرح اور شرائط کی رعایت و اہتمام رکھے تو ایسے موقع کے لیے ایسا رسالہ لکھ دیا جائے' حاصل تقریر ختم ہوا۔

ایسی تصریح کے بعد بامید اس کے کہ یہ مجموعہ آلہ ہو جاوے گا ازدیاد محبت برعایت طریق سنت کا لکھنا مصلحت معلوم ہونے لگا اور اس کا مصلحت ہونا اس سے زیادہ ہو گیا کہ منجملہ خطوط مذکورہ کے ایک میں یہ بھی استدعا ظاہر کی گئی کہ موقع موقع سے اس میں

---

(۱) بالخصوص اٹاوہ سے جناب حافظ روح اللہ خان صاحب کا اور لکھنؤ سے حافظ عبدالحکیم خان صاحب کا اور الہ آباد سے مولوی مسیح الدین صاحب کا۔

(۲) یا وعظ کے ساتھ یہ مضامین بیان کر دے۔

مناسب مواعظ و نصائح بھی بڑھائے جائیں' سو اس طور پر اور زیادہ نفع کی توقع ہوئی پھر ان دونوں مصلحتوں کے ساتھ ہی اسی وجہ سے اور زیادہ آمادگی ہوئی کہ آج کل فتن ظاہری جیسے طاعون' زلزلہ [1] اور گرانی و تشویشات مختلفہ کے حوادث سے عام لوگ اور فتن باطنی جیسے شیوع بدعات و الحاد و کثرت فسق و فجور سے خاص لوگ پریشان خاطر اور مشوش رہتے ہیں' ایسے آفات کے اوقات میں علماء امت ہمیشہ جناب رسول اللہ ﷺ کی تلاوت و تالیف روایات اور نظم مدائح و معجزات اور تکثیر سلام و صلوٰۃ سے توسل کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ بخاری شریف کے ختم کا معمول اور حصن حصین [۲] کی تالیف اور قصیدہ کی تصنیف کی وجہ مشہور و معروف ہے۔ میرے قلب پر بھی یہ بات وارد ہوئی کہ اس رسالہ میں رسول اللہ ﷺ کے حالات و روایات بھی ہوں گے جا بجا اس میں درود شریف بھی لکھا ہو گا' پڑھنے سننے والے بھی اس کی کثرت کریں گے۔ کیا عجب ہے کہ حق تعالیٰ ان تشویشات سے نجات دیں۔ [۳]

چنانچہ اسی وجہ سے احقر آج کل درود شریف کی کثرت کو اور وظائف سے ترجیح دیتا ہے اور اس کو اطمینان کے ساتھ مقاصد دارین کے لیے زیادہ نافع سمجھتا ہے اور اس کے متعلق ایک علم عظیم کہ اب تک مخفی تھا' ذوقی طور پر ظاہر ہوا ہے۔ [۴] والحمد للہ

---

(۱) جیسا کہ اس رسالہ کے شروع کرنے سے پہلے پیہم زلزلے آ چکے تھے۔

(۲) حصن حصین کے تو خود خطبہ میں لکھا ہے اور قصیدہ بردہ کی وجہ یہ ہے کہ صاحب قصیدہ کو مرض فالج کا ہو گیا تھا جب کوئی تدبیر موثر نہ ہوئی تو یہ قصیدہ بقصد برکت تالیف کیا اور حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے کہ آپ نے دست مبارک پھیر دیا اور فوراً شفا ہو گئی۔

(۳) چنانچہ ابتداء رسالہ سے اس وقت تک کہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۹ھ ہے' بفضلہ تعالیٰ یہ قصبہ ہر بلا سے محفوظ ہے کیونکہ اب تک یہ رسالہ شائع نہیں ہوا' بالخصوص امسال تمام بلاد و امصار و قریٰ میں طاعون کا اشتداد اور امتداد رہا۔ اکثر جگہ رمضان کے بعد سے شروع ہوا ہے اور اس وقت تک کہ ساتواں مہینہ ہے' امن نہیں ہوا مگر بفضلہ تعالیٰ یہاں خود کچھ بھی اثر نہیں ہوا۔ میرا یقین پہلے سے تھا کہ یہاں طاعون نہیں ہو گا مگر اب بعد مشاہدہ کے ظاہر کرتا ہوں کہ وہ خیال میرا کہ اس کی یہ برکت ہو گی صحیح ہوا۔ سو میں یہ بھی امید کرتا ہوں کہ اگر یہ رسالہ شائع ہوا تو جہاں جہاں اس کا بطریق سنت مشغلہ ہو گا ان شاء اللہ ہر قسم کا امن اور سکون میسر ہو گا' آگے ہر شخص کا اعتقاد ہے انا عند ظن عبدی بی حدیث قدسی میں ارشاد ہے۔

(۴) ختم رسالہ سے پہلے ایک فصل درود شریف کے فضائل ہے' اس میں اس علم مخفی کی تقریر کی گئی ہے۔

علی ذالک اور نیز رسالہ ہذا میں جو ذکر حالات ہو گا اس ذکر حالات سے معرفت اور معرفت سے محبت اور محبت سے قیامت میں معیت اور شفاعت کی امیدیں اعظم مقاصد سے ہیں۔ غرض ایسے رسالہ سے منافع و مصالح ہر قسم کے متوقع ہوئے۔ ان وجوہ سے بنام خدا آج کے روز کہ اتفاق سے ربیع الاول کا مہینہ' دو شنبہ کا دن اور پہلا عشرہ ہے' شروع کر دیا اللہ تعالیٰ اتمام کو پہنچا کر مقبول و نافع اور وسیلہ نجات عن الفتن ما ظہر منہا وما بطن کا دونوں عالم میں فرمائیں' آمین۔ بحرمة سيد المرسلين خاتم النبيين شفيع المذنبين صلی اللّٰہ تعالٰی وبارک وسلم ابد الابدین ودھر الداھرین۔

اور رسالہ ہذا کو حسب ضرورت مضامین ایک مقدمہ اور اکتالیس فصول اور ایک خاتمہ پر منقسم کرتا ہوں۔ مقدمہ میں رسالہ ہذا کا طرز اور ماخذ مذکور ہے۔ فصول میں مقاصد مختلفہ رسالہ کے مذکور ہیں۔ خاتمہ میں بعض دیگر مضامین ضروریہ متعددہ مذکور ہوں گے۔ وباللّٰہ التوفیق وھو نعم المولی ونعم الرفیق۔

مقدمہ کتاب

مقدمہ تین مضامین پر مشتمل ہے۔

مضمون اول : اس رسالہ کے لکھنے کے وقت یہ کتابیں میرے پیش نظر تھیں : مشکوٰۃ، صحاح ستہ مع شمائل ترمذی، مواہب لدنیہ، زاد المعاد ابن القیم، سیرۃ ابن ہشام، الشمامۃ العنبریہ[1] فی مولد خیر البریہ تصنیف مولوی صدیق حسن خاں قنوجی مرحوم جس کو انہوں نے شیخ امام سید شبلنجی معروف بمومن کی کتاب نور الابصار سے ملخص کیا ہے۔ تاریخ حبیب الہٰ، قصیدہ بردہ،[2] الروض النظیف (یہ منظوم ہے) وغیرذالک۔

مضمون دوم : ان خطوط فرمائشی میں سے ایک خط میں اس استدعا کا تو اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ اس میں مواعظ و نصائح بھی جا بجا لکھے جائیں اور ایک خط میں یہ استدعا تھی کہ کہیں کہیں مناسب لطائف و نکات بھی لکھ دیئے جائیں اور سیر و احوال کی استدعا تو سب میں مشترک اور اصل مضمون تھا، اس لیے احقر نے اول اس رسالہ کو بلحاظ انہی تینوں مضامین کے تین باب پر منقسم کرنے کی تجویز کی تھی کہ پہلا باب حالات و سیر نبویہ میں ہو اور اس باب کا نام الاخبار ہو۔ دوسرا باب بعض مواعظ نصائح مناسبہ میں ہو اور اس کا نام باب الانوار ہو۔ تیسرا باب بعض لطائف و فوائد علمیہ میں ہو اور اس کا نام باب الاسرار ہو تاکہ اگر کبھی وقت کم ہو اور مجمع میں اتفاق سے سب یا اکثر ایسے صلحا ہوں جن کو صرف حالات کا سننا بھی نافع ہو سکتا ہے ایسے موقع پر صرف باب الاخبار پر اکتفا کر لیا جائے۔ اور اگر کہیں مواعظ و نصائح کی بھی ضرورت محسوس ہوئی تو باب الانوار بھی پڑھ دیا جائے اور اگر کہیں اہل علم و اہل فہم جمع ہو گئے تو باب الاسرار کو بھی شامل کر لیا جائے۔

---

(۱) رسالہ لکھنؤ کے خط کے ساتھ اس غرض سے آیا تھا کہ احقر اس کی عبارت کو سلیس کر دے لیکن چونکہ ترتیب مضامین کی اور طور پر ذہن میں آئی، لہٰذا یہ فرمائش پوری نہ کر سکا اور اس رسالہ کو ماخذ میں رکھنے کی یہ بھی مصلحت تھی کہ جن میں ظاہریت غالب ہے نواب صاحب کے انتساب سے ان کے غلو کی بھی اصلاح ہو جائے۔

(۲) رسالہ میں جہاں من القصیدہ آئے گا اس سے مراد یہی قصیدہ ہو گا اور جہاں من الروض کہوں گا اس سے الروض النظیف مراد ہو گا۔

لیکن چونکہ خود روایات و اخبار کا حصہ' خیال سے زائد بڑھ گیا تو دو باب اخیر لکھنے سے بہت حجم بڑھ جاتا اور عام انتفاع میں تکلف ہوتا' اس لیے یہ تجویز موقوف کر کے اخبار کو متن میں اور کسی کسی موقع پر نصائح و لطائف کو حواشی میں رکھنے پر اکتفا کیا کہ اگر کہیں موقع ہوا اس کو حاشیہ میں دیکھ کر پڑھ لیا یا سنا دیا اور اس رسالہ کو شروع کر کے چند فصلیں لکھی تھیں پھر بعض اتفاقات سے تخمیناً ڈیڑھ یا اڑھائی سال کا (یاد نہیں رہا) توقف ہو گیا کہ یکایک دو امر محرک تکمیل پیش آئے۔ اول یہ کہ اتفاق سے ایک رسالہ مسمی بہ شیم الحبیب مصنف مولانا مفتی الٰہی بخش صاحب کاندہلوی رحمۃ اللہ علیہ کاندہلہ میں نظر پڑا اس کی وجازت و بلاغت کو دیکھ کر دل چاہا کہ اس کو بتمامہا اپنے رسالہ کا جزو اعظم بنایا جائے بلکہ اپنے رسالہ کو اس رسالہ کا ترجمہ قرار دیا جائے اور جو اس سے زائد ہو وہ ملحقات کے حکم میں سمجھا جائے' پس جہاں سے وہ شروع ہو گا اس کے ختم تک اپنے رسالہ کے دو کالم کر دوں گا۔ ایک میں اصل رہے گا' دوسرے میں ترجمہ اور اتنے حصہ کا نام بھی مستقل رکھ دینا مناسب معلوم ہوا اور مصلحت طرز رسالہ نے اس رسالہ کو بھی ایک فصل کے عنوان سے نقل کیا گیا۔ ثانی مشفقی مولوی فتح محمد خان صاحب سلمہ بستوی مصنف رسائل متعددہ نے شوق ظاہر کیا کہ اس رسالہ کی تکمیل کی جائے اور طبع کے لیے ان کو دیا جائے۔ چنانچہ اس کا وعدہ [1] کر لیا گیا اور بنام الٰہی اس رمضان سنہ ۱۳۲۸ھ اس کا قصد کیا گیا۔

مضمون سوم : اس رسالہ میں بعض بعض مقام [2] پر شوق میں اشعار لکھ دیئے ہیں۔ اگر مستورات کے مجمع میں پڑھنے کا اتفاق ہو تو اشعار چھوڑ دیئے جائیں فقط وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ۔

---

(۱) مگر ان کی اجازت سے مدرسہ دیوبند میں طبع کرایا گیا۔

(۲) اور اکثر ختم فصول پر قصیدہ بردہ کے اشعار ہیں اور ان کے ساتھ ایک شعر درود کا بھی جو قصیدہ بردہ کا نہیں ہے تبرکاً بڑھا دیا گیا ہے اور بعض جگہ الروض اللطیف کے اشعار ہیں اور اسی طرح ان کے ساتھ بھی ایک شعر درود کا جو اس کا نہیں ہے۔

الفصول

فصل نمبرا

نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان

پہلی روایت [1] : عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھ کو خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا فرمائی؟ آپ نے فرمایا اے جابر! [2] اللہ تعالیٰ نے سب اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے (نہ بایں معنی کہ نور الٰہی اس کا مادہ تھا بلکہ اپنے نور کے فیض سے) پیدا کیا پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی' نہ قلم تھا اور نہ بہشت تھی اور نہ دوزخ تھا اور نہ فرشتہ تھا اور نہ آسمان تھا اور نہ زمین تھی اور نہ سورج تھا اور نہ چاند تھا اور نہ جن تھا اور نہ انسان تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے اور مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے اور ایک حصہ سے قلم پیدا کیا اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش' آگے طویل حدیث ہے۔

ف : اس حدیث سے نور محمدی [3] کا اول الخلق ہونا باولیت حقیقیہ ثابت ہوا کیونکہ جن جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے ان اشیاء کا نور محمدی سے متاخر ہونا اس حدیث میں منصوص ہے۔

---

(۱) روایات ھذا الفصل کلھا من المواھب۔

(۲) الفاظ اس روایت کے یہ ہیں : یا جابر ان اللّٰہ تعالٰی خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ۔

(۳) ظاہراً نور محمدی روح محمدی سے عبارت ہے اور حقیقت روح کی اکثر محققین کے قول پر مادہ سے مجرد ہے اور مجرد کا مادیات کے لیے مادہ ہونا ممکن ہوتا نہیں پس ظاہر اس نور کے فیض سے کوئی مادہ بنایا گیا ہے کہ اس مادہ کے چار حصے کئے گئے الخ۔ اور اس مادہ سے پھر کسی مجرد کا بننا اس طرح ممکن ہے کہ وہ مادہ اس کا جزو نہیں بلکہ کسی طریق سے محض اس کا سبب خارج عن الذات ہو۔

دوسری روایت : حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک میں حق تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام ہنوز اپنے خمیر[1] ہی میں پڑے ہوئے تھے۔ (یعنی ان کا پتلا بھی تیار نہ ہوا تھا) روایت کیا اس کو احمد' بیہقی نے اور حاکم نے اس کو صحیح الاسناد بھی کہا ہے۔

ف : اور مشکوٰۃ میں شرح السنہ سے بھی یہ حدیث مذکور ہے۔

تیسری روایت : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ آپ کے لیے نبوۃ کس وقت ثابت ہو چکی تھی؟ آپ نے فرمایا کہ جس وقت میں کہ آدم علیہ السلام ہنوز روح اور جسد کے درمیان میں تھے (یعنی ان کے تن میں جان بھی نہ آئی تھی) روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس حدیث[2] کو حسن کہا ہے۔

ف : اور ایسے ہی الفاظ میسرہ ضبی کی روایت میں بھی آئے ہیں امام احمد اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں اس کو روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔

چوتھی روایت : شعبی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کب نبی بنائے گئے؟ آپ نے فرمایا کہ آدم اس وقت روح اور جسد کے درمیان میں

---

(1) اور اس وقت ظاہر ہے کہ آپ کا بدن تو بنا ہی نہ تھا پھر نبوت کی صفت آپ کی روح کو عطا ہوئی تھی اور نور محمدی اسی روح محمدی کا نام ہے جیسا اوپر مذکور ہوا اور اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ شاید مراد یہ ہے کہ خاتم النبیین ہونا مقدر ہو چکا تھا سو اس سے آپ کے وجود کا تقدم آدم علیہ السلام پر ثابت نہ ہوا۔ جواب یہ ہے کہ اگر یہ مراد ہوتی تو آپ کی کیا تخصیص تھی تقدیر تمام اشیاء مخلوقہ کی ان کے وجود سے متقدم ہے۔ پس یہ تخصیص خود دلیل ہے اس کی کہ مقدر ہونا مراد نہیں بلکہ اس صفت کا ثبوت مراد ہے اور ظاہر ہے کہ کسی صفت کا ثبوت فرع ہے مثبت لہ کے ثبوت کی' پس اس سے آپ کے وجود کا تقدم ثابت ہو گیا اور چونکہ مرتبہ بدن متحقق نہ تھا اس لیے نور اور روح کا مرتبہ متعین ہو گیا۔ اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ اس وقت ختم نبوت کے ثبوت بلکہ خود نبوت ہی کے ثبوت کے کیا معنی کیونکہ نبوت آپ کو چالیس سال کی عمر میں عطا ہوئی اور چونکہ آپ سب انبیاء کے بعد میں مبعوث ہوئے اس لیے ختم نبوت کا حکم کیا گیا سو یہ وصف تو خود تاخر کو مقتضی ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ تاخر مرتبہ ظہور میں ہے مرتبہ ثبوت میں نہیں جیسے کسی کو تحصیلداری کا عہدہ آج مل جائے اور تنخواہ بھی آج ہی چڑھنے لگے مگر ظہور ہو گا کسی تحصیل میں بھیجے جانے کے بعد۔

(2) اس حدیث میں بھی مثل حدیث بالا کلام ہے۔

تھے جب کہ مجھ سے میثاق [1] (نبوۃ کا) لیا گیا۔ (کما قال تعالٰی وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ الآیۃ) روایت کیا اس کو ابن سعد نے جابر جعفی کی روایت سے ابن رجب کے ذکر کے موافق۔

پانچویں روایت : احکام ابن القطان میں منجملہ ان روایت کے جو ابن مرزوق نے ذکر کی ہیں حضرت علی بن الحسین (یعنی امام زین العابدین) سے روایت ہے کہ وہ اپنے باپ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور وہ ان کے جد امجد یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔

ف : اس عدد میں کم کی نفی ہے زیادتی کی نہیں، پس اگر زیادتی کی روایت نظر پڑے تو شبہ نہ کیا جائے۔ رہ گئی تخصیص اس کے ذکر میں سو ممکن ہے کہ کوئی خصوصیت مقامیہ اس کو مقتضی ہو۔

چھٹی روایت : ابی سہل قطان کی امالی کے ایک جزو میں سہل بن صالح ہمدانی سے روایت ہے کہ وہ لکھتے ہیں میں نے ابو جعفر محمد بن علی (یعنی امام محمد باقر) سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب انبیاء سے تقدم کیسے ہو گیا حالانکہ آپ سب کے آخر میں مبعوث ہوئے۔ انہوں نے جواب دیا کہ جب اللہ تعالٰی نے بنی آدم سے یعنی ان کی پشتوں میں سے ان کی اولاد کو (عالم میثاق میں) نکالا اور ان سب سے ان کی ذات پر یہ اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب سے اول (جواب میں) بلٰی (یعنی کیوں نہیں) محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اور اسی لیے آپ کو سب انبیاء سے تقدم ہے گو آپ سب سے آخر میں مبعوث ہوئے۔

ف : اگر میثاق لینے کے وقت ارواح کو بدن سے تلبس بھی ہو گیا ہو تاہم احکام روح ہی کے غالب ہیں اسی لیے اس روایت کو کیفیات نور میں لانا مناسب سمجھا اور اوپر شعبی کی روایت میں آپ سے قبل آدم میثاق لیا جانا مذکور ہے اور یہ میثاق اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ظاہر

---

(1) حدیث بالا میں جو مقدر ہونے کے احتمال کا جواب دیا گیا ہے یہ حدیث اس جواب میں نص ہے کیونکہ اخذ میثاق تو یقیناً موقوف ہے وجود اور ثبوت پر مرتبہ تقدیر میں میثاق ہونا نہ نقل اس کا مساعد ہے نہ عقل۔

روایات سے بعد خلق آدم معلوم ہوتا ہے۔ سو ممکن ہے کہ وہ میثاق نبوۃ کا بلا اشتراک غیرے ہو جیسا اس حدیث کے ذیل میں اس طرف اشارہ بھی کیا گیا ہے۔

ساتویں روایت : جب آپ غزوہ تبوک سے مدینہ طیبہ میں واپس تشریف لائے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ مجھ کو اجازت دیجئے کہ کچھ آپ کی مدح کروں (چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح خود طاعت ہے اس لیے) آپ نے ارشاد فرمایا کہ کہو اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو سالم رکھے۔ انہوں نے یہ اشعار آپ کے سامنے پڑھے

من قبلها طبت فی الظلال وفی	مستودع حیث یخصف الورق
ثم هبطت البلاد لا بشر	انت ولا مضغة ولا علق
بل نطفة ترکب السفین وقد	الجم نسر او اهله الغرق
تنقل من صالب الی رحم	اذا مضی عالم بدا طبق
وردت نار الخلیل مکتتما	فی صلبه انت کیف یحترق
حتی احتوی بیتک المهیمن(۱) من	خندف علیاء تحتها النطق
وانت لما ولدت اشرقت	الارض وضاءت بنورک الافق
فنحن فی ذلک الضیاء و فی النور	سبل الرشاد نخترق(۲)

(ترجمہ) زمین پر آنے سے پہلے آپ جنت کے سایہ میں خوش حالی میں تھے اور نیز ودیعت گاہ میں جہاں (جنت کے درختوں کے) پتے اوپر تلے جوڑے جاتے تھے (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلب آدم علیہ السلام میں تھے سو قبل نزول الی الارض کے جب وہ جنت کے سایوں میں تھے آپ بھی تھے اور ودیعت گاہ سے مراد بھی صلب ہے جیسا اس آیت میں مفسرین نے کہا ہے فمستقر و مستودع اور پتے کا جوڑنا اشارہ ہے اس قصہ کی طرف آدم علیہ السلام نے اس منع کئے ہوئے درخت سے کھا لیا اور جنت کا لباس اتر گیا تو درختوں کے پتے ملا ملا کر بدن ڈھانکتے تھے یعنی اس وقت بھی آپ مستودع میں تھے) اس کے بعد آپ نے

---

(۱) قوله المهیمن صفة للبیت وعلیاء مفعول لا حتوی وتحتها النطق جمله حالیة من علیاء والنطق نواح و اوساط من الجبال شبهت بالنطق التی تشد بها اوساط الناس ضرب مثلا فی ارتفاعه وتوسط فی عشیرته وجعلهم تحة بمنزلة اوساط الجبال۔ (مواهب)

بلاد (یعنی زمین) کی طرف نزول فرمایا اور آپ اس وقت نہ بشر تھے اور نہ مضغہ اور نہ علق (کیونکہ یہ حالتیں جنین ہونے کے بہت قریب کی ہوتی ہیں اور ہبوط کے وقت جنین ہونے کا انتفاء ظاہر ہے اور یہ نزول الی الارض بھی بواسطہ آدم علیہ السلام کے ہے۔ غرض آپ نہ بشر تھے نہ علقہ نہ مضغہ) بلکہ (صلب آباء میں) محض ایک مادہ مائیہ تھے کہ وہ مادہ کشتی (نوح) میں سوار تھا اور حالت یہ تھی کہ نسربت اور اس کے ماننے والوں کے لبوں تک طوفان غرق پہنچ رہا تھا (مطلب یہ کہ بواسطہ نوح علیہ السلام کے وہ مادہ راکب کشتی تھا' مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

زجودش گر نگشتی راہ مفتوح
بجودی کے رسیدے کشتی نوح

(اور) وہ مادہ (اسی طرح واسطہ در واسطہ) ایک صلب سے دوسرے رحم تک نقل ہوتا رہا۔ جب ایک طرح کا عالم گزر جاتا تھا' دوسرا طبقہ ظاہر (اور شروع) ہو جاتا تھا (یعنی وہ مادہ سلسلہ آباء کے مختلف طبقات میں یکے بعد دیگرے منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ اسی سلسلہ میں) آپ نے نار خلیل میں بھی ورد فرمایا چونکہ آپ ان کی صلب میں مختفی تھے تو وہ کیسے جلتے (پھر آگے اسی طرح آپ منتقل ہوتے رہے) یہاں تک کہ آپ کا خاندانی شرف جو کہ (آپ کی فضیلت پر) شاہد ظاہر ہے اولاد خندف میں سے ایک ذروہ عالیہ پر جاگزیں ہوا جس کے تحت میں اور حلقے (یعنی دوسرے خاندان مثل درمیانی حلقوں کے) تھے۔ خندف لقب ہے آپ کے جد بعید مدرکہ بن الیاس کی والدہ [1] کا یعنی ان کی اولاد میں سے آپ کے خاندان ان دوسرے خاندانوں میں باہمی وہ نسبت تھی جیسے پہاڑ میں اوپر چوٹی اور نیچے کے درمیانی درجوں میں ہوتی ہے (اور نطق یعنی اوساط کی قید سے اشارہ اس طرف ہے کہ غیر اولاد خندف کو ان سب کے سامنے بالکل نشیب کی نسبت درجات جبل کے ساتھ ہے) اور آپ جب پیدا ہوئے تو زمین روشن ہو گئی اور آپ کے نور سے آفاق منور ہو گئے سو ہم

(۱) کذا فی القاموس۔

اس ضیا اور اس نور میں ہدایت کے رستوں کو قطع کر رہے ہیں۔ (۱)

وَمِنَ الْقَصِيْدَةِ

وَكُلُّ اٰيٍ اَتَى الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا   فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُّوْرِهٖ بِهِمٖ
فَاِنَّهٗ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا   يُظْهِرْنَ اَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِيْ ظُلَمٖ

(ترجمہ) (۱) اور ہر معجزہ جس کو رسولان کرام لائے سوائے اس کے نہیں کہ وہ معجزہ ان کو صرف بدولت حضور پرنور پہنچا ہے۔ (۲) وجہ اتصال یہ ہے کہ آپ آفتاب فضل و کمال ہیں اور انبیاء علیہم السلام اس آفتاب کے اقمار و کواکب ہیں۔

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمٖ

(عطر الوردہ مولانا ذوالفقار علی الدیوبندی رحمۃ اللہ علیہ)

---

(۱) ظاہر ہے کہ جنت کے سایوں میں ہونا اور کشتی نوح میں ہونا اور نار خلیل میں ہونا یہ سب قبل ولادت جسمانیہ ہے پس یہ سب حالات روح مبارک کے ہوئے کہ عبارت ہے نور سے اور ظاہر ان مراتب میں صرف آپ کا وجود بالقوہ مراد نہیں ہے جو مرتبہ وجود مادہ کا ہے کیونکہ یہ وجود تو تمام اولاد آدم و نوح و ابراہیم علیہم السلام میں مشترک ہے پھر آپ کی تخصیص کیا ہوئی اور مقام مدح مقتضی ہے ایک گونہ اختصاص کو پس یہ قرینہ غالبہ ہے کہ یہ مرتبہ وجود کا اوروں کے وجود سے کچھ ممتاز تھا مثلاً یہ کہ اس جزء مادی کے ساتھ علاوہ تعلق روح آباء کے خود آپ کی روح کو بھی کوئی خاص تعلق ہو یہ تو قرینہ عقلیہ ہے اور نقلی قرینہ خود ان اشعار میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا سوزش سے محفوظ رہنا سبب بتایا گیا ہے آپ کے ورود فرمانے سے' سو اگر اس جزء مادی کے ساتھ آپ کی روح کا کوئی خاص تعلق نہ مانا جائے تو اس جزو کے وارد فی النار ہونے کے کیا معنی کیونکہ ورود کے معنی لغوی مقتضی ہیں وارد کے خارج ہونے کو اور جزو کو داخل کہا جاتا ہے وارد نہیں کہا جاتا پس یہ امر خارجی آپ کی روح مبارک ہے جس کا تعلق اس جزو مادی سے ہے کہ مجموعہ جزو اور روح کا بوجہ ترکیب من الداخل والخارج کے خارج ہو گا پس اس تقریر پر ان اشعار سے یہ تطورات آپ کے نور مبارک کے لیے ثابت ہو گئے اور یہی مدعا ہے اس فصل کا اور چونکہ حضور اقدس ﷺ نے ان اشعار پر سکوت فرمایا اس لیے حدیث تقریری سے ان کے مضامین کا صحیح اور حجت ہونا ثابت ہو گیا۔

فصل نمبر۲

سابقین میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ظاہر ہونے کا بیان

پہلی روایت[1] : حاکم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک عرش پر لکھا دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔

ف : اس سے آپ کی فضیلت کا اظہار آدم علیہ السلام کے سامنے ظاہر ہے۔

دوسری روایت : حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام سے خطا کا ارتکاب ہو گیا تو انہوں نے (جناب باری تعالیٰ میں) عرض کیا کہ اے پروردگار میں آپ سے بواسطہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درخواست کرتا ہوں کہ میری مغفرت ہی کر دیجئے سو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم! تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا؟ حالانکہ ہنوز میں نے ان کو پیدا بھی نہیں کیا۔ عرض کیا کہ اے میرے رب میں نے اس طرح سے پہچانا کہ جب آپ نے مجھ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی (شرف دی ہوئی) روح میرے اندر پھونکی تو میں نے سر جو اٹھایا تو عرش کے پایوں پر یہ لکھا ہوا تھا لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ سو میں نے معلوم کر لیا کہ آپ نے اپنے نام پاک کے ساتھ ایسے ہی شخص کے نام کو ملایا ہو گا جو آپ کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہو گا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تم سچے ہو' واقع میں وہ میرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارے ہیں اور جب تم نے ان کے واسطہ سے مجھے درخواست کی ہے تو میں نے تمہاری مغفرت کی اور اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے اپنے دلائل میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کی روایت سے اور کہا کہ اس کے ساتھ عبدالرحمٰن منفرد ہیں اور روایت کیا اس کو حاکم نے اور اس کی تصحیح کی اور طبرانی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے اور اتنا اور زیادہ ہے کہ (حق تعالیٰ نے فرمایا کہ) وہ تمہاری اولاد میں سب انبیاء سے آخری نبی ہیں۔

---

(۱) بجز احادیث مشکوٰۃ کے اس فصل میں سب روایات مواہب سے منقول ہیں۔

ف : یہاں بھی مثل فائدہ بالا سمجھنا چاہیے۔

تیسری روایت : ابن الجوزی نے اپنی کتاب سلوۃ الاحزان میں ذکر کیا ہے کہ آدم علیہ السلام نے جب حضرت حوا علیہا السلام سے قربت کرنا چاہا تو انہوں نے مہر طلب کیا۔ آدم علیہ السلام نے دعا کی اے رب میں ان کو (مہر میں) کیا چیز دوں؟ ارشاد ہوا اے آدم! میرے حبیب محمد بن عبداللہ (ﷺ) پر بیس دفعہ درود بھیجو' چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

چوتھی روایت : احمد اور بزار اور طبرانی اور حاکم اور بیہقی نے عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک حدیث میں جس کا اول کا حصہ فصل اول کی دوسری روایت ہے اور اس کا اوسط[1] حصہ یہ ہے کہ آپ نے) فرمایا کہ میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا (کا مصداق) ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت (کا محکی عنہ) ہوں۔

ف : اس میں اشارہ ہے دو آیتوں کے مضمون کی طرف :

اول : رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ ..... الٰی قولہٖ تعالٰی ..... رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ الخ۔

ثانی : يٰبَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ۔

یعنی اول آیت میں ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی دعا ہے کہ ہماری اولاد میں ایک جماعت مطیع پیدا کی جائے اور اس جماعت میں ایک ایسا پیغمبر قائم کیا جائے' مراد اس سے رسول اللہ ﷺ ہیں کیونکہ بجز آپ کے اور کوئی پیغمبر ایسے نہیں کہ دونوں حضرات کی اولاد میں ہوں اور دوسری آیت میں عیسیٰ علیہ السلام کا قول نقل فرمایا کہ میں بشارت دینے والا ہوں ایک پیغمبر کی جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام احمد ہو گا۔

پانچویں روایت : مشکوۃ میں بخاری سے بروایت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ آیا ہے کہ تورات میں آپ کی یہ صفت لکھی ہے اے پیغمبر ہم نے تم کو بھیجا ہے امت کے حال کا گواہ بنا کر اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اور گروہ اُمیین کی پناہ بنا کر (مراد اس سے امت محمدیہ ہے جیسا کہ خود نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہم ایک امی جماعت

---

(۱) اور اس کا آخری حصہ یہ ہے : ورؤیا امی التی رأت الحدیث چنانچہ آگے آئے گا۔

ہیں) آپ میرے بندے اور میرے پیغمبر ہیں میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے نہ آپ بد خلق ہیں نہ آپ سخت مزاج ہیں نہ بازاروں میں شور مچاتے پھرتے ہیں اور برائی کا بدلہ برائی نہیں کرتے بلکہ معاف کر دیتے ہیں اور بخش دیتے ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کبھی موت نہیں دیں گے یہاں تک کہ آپ کی برکت سے راہ کج یعنی کفر کو درست یعنی مبدل بہ ایمان نہ کر دیں گے کہ لوگ کلمہ پڑھنے لگیں اور یہاں تک کہ اس کلمہ کی برکت سے نابینا آنکھوں کو اور ناشنوا کانوں کو اور سربستہ دلوں کو کشادہ نہ کر دیں (مطلب یہ ہے کہ جب تک دین حق خوب پھیل نہ جائے گا آپ کی وفات نہ ہو گی)۔

چھٹی روایت : مشکوۃ میں مصابیح اور دارمی سے بروایت حضرت کعب بنٹھ مروی ہے' وہ توریت سے نقل کرتے ہیں اس میں لکھا ہے محمد رسول اللہ میرے بندے پسندیدہ ہیں' بدی کا بدلہ بدی سے نہیں دیتے بلکہ معاف کر دیتے ہیں اور درگزر فرماتے ہیں۔ مکہ ان کی جائے ولادت ہے اور مدینہ ان کا مقام ہجرت ہے اور مرکز سلطنت ملک شام ہے۔

ف : چنانچہ بعد خلفاء راشدین پایہ سلطنت ملک شام رہا اور وہاں سے اسلام کی خوب اشاعت ہوئی۔

ساتویں روایت : مشکوۃ میں ترمذی سے بروایت عبداللہ بن سلام بنٹھ مروی ہے کہ توریت میں نعت محمد ﷺ کی لکھی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے ساتھ مدفون ہوں گے۔

ف : ان اخیر تین رواتوں کے راوی کتب سابقہ کے عالم ہیں۔ اول اور اخیر صحابی ہیں اور اوسط تابعی ہیں اور بعض آیات بھی ان روایات کے ہم معنی ہیں چنانچہ دو آیات کا مضمون تو اس فصل کی چوتھی روایت کی شرح میں مذکور ہو چکا ہے اور تین آیات اور مذکور ہوتی ہیں' پہلی آیات کو ملا کر۔

تیسری آیت : سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ایسے لوگ جو کہ پیروی کرتے ہیں رسول نبی امی کی جن کا ذکر اس طرح لکھا ہوا پاتے ہیں توراۃ میں اور انجیل میں کہ ان لوگوں کو نیک کام بتلا دیں گے اور بری بات سے منع کریں گے اور ستھری چیزوں کو ان کے واسطے حلال کریں گے اور گندی چیزوں کو حرام کریں گے اور جو احکام بہت سخت اور گراں تھے ان کو موقوف کر دیں گے۔"

چوتھی آیت : سورہ فتح میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ کے لوگ ایسی ایسی صفات سے موصوف ہیں اور ان سب کی صفت توریت و انجیل میں اس طرح سے موجود ہے۔"

پانچویں آیت : سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "جب اہل کتاب کے پاس ان کے علوم حاصلہ کی تصدیق کرنے والی کتاب آئی یعنی قرآن اور وہ لوگ اس کے آنے سے پہلے (یعنی قبل بعثت) کفار (یعنی مشرکین) کے مقابلہ میں آپ کے توسل سے فتح کی دعا کیا کرتے تھے [۱] یا یہ کہ آپ کی خبر بعثت کو ان پر ظاہر کیا کرتے تھے سو جب ان کے پاس جانی پہچانی پہنچی (یعنی قرآن و صاحب قرآن) تو وہ اس کے منکر ہو گئے۔"

ف : یہ استفتاح اور معرفت ان لوگوں کو کتب سابقہ سے حاصل ہوئی تھی پس آپ کا مذکور فی الکتب السابقہ ہونا معلوم ہوا' اسی معرفت کو اسی سورہ بقرہ کی ایک آیت میں اس طرح فرمایا ہے یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ۔

وَمِنَ الْقَصِيْدَةِ

فَاقَ النَّبِيِّيْنَ فِيْ خَلْقٍ وَّفِيْ خُلُقٍ   وَلَمْ يُدَانُوْهُ فِيْ عِلْمٍ وَّلَا كَرَمٍ
وَكُلُّهُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ   غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّيَمِ
وَ وَاقِفُوْنَ لَدَيْهِ عِنْدَ حَدِّهِمٖ   مِنْ نُّقْطَةِ الْعِلْمِ اَوْ مِنْ شَكْلَةِ الْحِكَمِ

(ترجمہ) (۱) حضرت رسالت پناہ ﷺ حسن صورت و سیرت میں سب انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کے ہیں اور وہ سب حضرات آپ سے علم و کرم میں لگا نہیں کھاتے۔ (۲) اور تمام انبیاء علیہم السلام حضرت رسول اللہ ﷺ سے طالب ایک کف دست یعنی چلو کے ہیں آپ کے دریائے معرفت سے یا بقدر ایک دفعہ کے چوسنے یعنی قطرہ کے آپ کے علم کے بار انہائے بسیار بار ہمیشہ برسنے والے سے۔ (۳) اور تمام انبیاء علیہم السلام آپ کے حضور میں اپنی حد اور مرتبہ کے موافق کھڑے ہیں اور وہ ان کی حد آپ کی کتاب علم سے مثل نقطہ کے ہے یا آپ کی حکمتوں کی کتاب سے مثل اعراب کے۔

---

(۱) ردد للاختلاف فی التفسیر۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

(عطر الوردہ)

فصل نمبر ۳

نسب میں رسول اللہ ﷺ کے شرف ونزاہت کا بیان

پہلی روایت : مشکوۃ میں ترمذی سے بروایت حضرت عباس رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں محمد ہوں عبداللہ کا بیٹا اور عبدالمطلب کا پوتا' اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کیا تو مجھ کو اچھے گروہ میں بنایا یعنی انسان بنایا پھر انسان میں دو فرقے پیدا کئے عرب اور عجم' مجھ کو اچھے فرقے یعنی عرب میں بنایا پھر عرب میں کئی قبیلے بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے قبیلہ میں پیدا کیا یعنی بنی قریش میں پھر قریش میں کئی خاندان بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے خاندان میں پیدا کیا یعنی بنی ہاشم میں۔ پس میں ذاتی طور پر بھی سب سے اچھا ہوں اور خاندان میں بھی سب سے اچھا ہوں۔

دوسری روایت : حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں اور سفاح (یعنی بدکاری) سے پیدا نہیں ہوا ہوں۔ آدم علیہ السلام سے لے کر میرے والدین تک یعنی سفاح جاہلیت کا کوئی لوث مجھ کو نہیں پہنچا (یعنی زمانہ جاہلیت میں جو بے احتیاطی ہوا کرتی تھی میرے آباء و امہات سب اس سے منزہ رہے پس میرے نسب میں اس کا کوئی میل نہیں ہے) روایت کیا اس کو طبرانی نے اوسط میں اور ابونعیم اور ابن عساکر نے۔ (کذافی المواہب)

تیسری روایت : روایت کیا ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً' یعنی خود حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ میرے بزرگوں میں سے کبھی کوئی مرد و عورت بطور سفاح کے نہیں ملے (کبھی کا مطلب یہ ہے کہ جس قربت کو میرے نسب میں بھی دخل نہ ہو مثلاً حمل ہی نہ ٹھہرا ہو وہ بھی بلا نکاح نہیں ہوئی یعنی آپ کے سب اصول ذکور واناث ہمیشہ برے کام سے پاک رہے) اللہ تعالیٰ مجھ کو ہمیشہ اصلاب طیبہ سے ارحام

طاہرہ کی طرف مصفی مہذب کر کے منتقل کرتا رہا۔ جب کبھی دو شعبے ہوئے (جیسے عرب و عجم پھر قریش وغیرہ قریش وعلیٰ ہذا) میں بہترین شعبہ میں رہا۔ (کذا فی المواہب)

چوتھی روایت : دلائل ابو نعیم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے وہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتی ہیں اور آپ جبریل علیہ السلام سے حکایت فرماتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں تمام مشارق و مغارب میں پھرا، سو میں نے کوئی شخص محمد (ﷺ) سے افضل نہیں دیکھا اور نہ کوئی خاندان بنی ہاشم سے افضل دیکھا۔ اور اسی طرح طبرانی نے اوسط میں بیان کیا ہے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ آثار صحت کے اس متن (یعنی حدیث) کے صفحات پر نمایاں ہیں۔ (کذا فی المواہب)

ف : حضرت جبریل علیہ السلام کے اس قول کا اس شعر میں گویا ترجمہ کیا گیا ہے ؎

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

پانچویں روایت : مشکوٰۃ میں مسلم سے بروایت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے اور آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب کیا اور کنانہ میں قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو۔ اور ترمذی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسماعیل علیہ السلام کو منتخب کیا۔

مِنَ الرَّوْضِ

اَكْرِمْ بِهٖ نَسَبًا طَابَتْ عَنَاصِرُهٗ ۔۔۔ اَصْلًا وَّفَرْعًا وَّقَدْ سَادَتْ بِهِ الْبَشَرُ
مُطَهَّرٌ مِّنْ سِفَاحِ الْجَاهِلِيَّةِ لَا ۔۔۔ يَشُوْبُهٗ قَطُّ لَا نَقْصٌ وَّلَا كَدَرُ
يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا ۔۔۔ عَلٰى حَبِيْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

(ترجمہ)(۱) آپ کا نسب کیسا کچھ باکرامت ہے کہ اس کے مواد پاکیزہ ہیں، اصل سے بھی اور فرع سے بھی اور آپ کے سبب جنس بشر کو شرف حاصل ہو گیا۔ (۲) وہ نسب مطہر ہے لوث جاہلیت سے اس میں، کبھی آمیزش نہیں ہوئی نہ نقص کی نہ کدورت کی۔ (۳) اے پروردگار ابد الآباد تک درود اور سلام بھیجو، اپنے حبیب پر جن سے زمانوں کی زینت ہو گئی۔

فصل نمبر ۴

والد ماجد اور جد امجد میں آپ ﷺ کے نور مبارک کے بعض آثار کا ظہور

پہلی روایت : حافظ ابو سعید نیشاپوری نے ابی بکر بن ابی مریم سے اور انہوں نے سعید بن عمرو انصاری سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے کعب الاحبار رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا نور مبارک جب عبدالمطلب میں منتقل ہوا اور وہ جوان ہو گئے تو ایک دن حطیم میں سو گئے' جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ آنکھ میں سرمہ لگا ہوا ہے' سر میں تیل پڑا ہوا ہے اور حسن و جمال کا لباس زیب بر ہے۔ ان کو سخت حیرت ہوئی کہ کچھ معلوم نہیں یہ کس نے کیا ہے؟ ان کے والدین ان کا ہاتھ پکڑ کر کاہنان قریش کے پاس لے گئے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ معلوم کر لو کہ رب السموات نے اس نوجوان کو نکاح کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اول قیلہ سے نکاح کیا اور ان کی وفات کے بعد فاطمہ سے نکاح کیا اور وہ عبداللہ (یعنی) آپ ﷺ کے والد ماجد کے ساتھ حاملہ ہو گئیں اور عبدالمطلب کے بدن سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور رسول اللہ ﷺ کا نور ان کی پیشانی میں چمکتا تھا اور جب قریش میں قحط ہوتا تھا تو عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر جبل ثبیر کی طرف جاتے تھے اور ان کے ذریعہ سے حق تعالیٰ کے ساتھ تقرب ڈھونڈتے اور بارش کی دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ ببرکت نور محمدی ﷺ کے باران عظیم مرحمت فرماتے الخ۔ (کذا فی المواہب)

دوسری روایت : ابو نعیم اور خرائطی اور ابن عساکر نے طریق عطا سے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب عبدالمطلب اپنے فرزند عبداللہ کو نکاح کرنے کی غرض سے لے کر چلے تو ایک کاہنہ پر گزرے جو یہودی ہو گئی تھی اور کتب سابقہ پڑھی ہوئی تھی اس کو فاطمہ خثعمیہ کہتے تھے' اس نے عبداللہ کے چہرہ میں نور نبوت دیکھا تو عبداللہ کو اپنی طرف بلایا مگر عبداللہ نے انکار کر دیا۔ (کذا فی المواہب)

تیسری روایت : جب ابرہہ بادشاہ اصحاب فیل خانہ کعبہ کے منہدم کرنے کو مکہ پر چڑھ آیا تو عبدالمطلب چند آدمی قریش کے ساتھ لے کر جبل ثبیر پر چڑھے۔ اس وقت نور مبارک عبدالمطلب کی پیشانی میں گول بطور ہلال کے نمودار ہو کر خوب درخشاں ہوا' یہاں تک کہ شعاع اس کی خانہ کعبہ پر پڑی تو عبدالمطلب نے یہ بات دیکھ کر قریش سے کہا کہ لوٹ چلو' یہ نور اس طرح میری پیشانی میں جو چمکا یہ دلیل ہے اس بات کی کہ ہم لوگ غالب رہیں گے اور عبدالمطلب کے اونٹ ابرہہ کے لشکر کے لوگ پکڑ لے گئے اور عبدالمطلب ان کے چھوڑانے کو ابرہہ کے پاس گئے' ان کی صورت دیکھتے ہی اس نے بایں جہت کہ عظمت اور مہابت نور شریف کی ان کے چہرے سے نمایاں تھی' ان کی نہایت تعظیم کی اور تخت سے اتر بیٹھا اور ان کو اپنے برابر بٹھالیا۔ بالجملہ ایسی عظمت نور مبارک کی تھی کہ بسبب اس کے بادشاہ ہیبت میں آجاتے اور تعظیم و تکریم کرتے۔ (کذا فی تواریخ حبیب اله لمولٰنا عنایت احمد)

مِنَ الرَّوْضِ

مَا فِیْهِ اِلاَّ هُمَامٌ قَدْسَمَا عِظَمًا اَوْ سَیِّدٌ نَحْوَ فِعْلِ الْخَیْرِ مُبْتَدِرٌ
حَتّٰی بَدَا مُشْرِقًا مِّنْ وَّالِدَیْهِ وَقَدْ تَجَمَّلَتْ بِحُلاَهُ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ

(ترجمہ) (۱) آپ کے سلسلہ نسب میں سب بڑے ہی بڑے ہیں جو عظمت میں شان رکھتے ہیں' یا ایسے سردار ہیں کہ محل خیر کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔ (۲) یہاں تک کہ آپ منور ہو کر اپنے والدین سے ظاہر ہوئے اور حالت یہ تھی' کہ آپ کے انوار سے شمس و قمر بھی صاحب جمال ہو گئے تھے۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

فصل نمبر۵

جب آپ ﷺ بصورت حمل بطن مادر میں مستقر ہوئے آپ ﷺ کے بعض برکات

پہلی روایت : آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب سے روایت ہے کہ جب آپ حمل میں آئے تو ان کو خواب میں بشارت دی گئی کہ تم اس امت کے سردار کے ساتھ حاملہ ہوئی ہو' جب بیدار ہوں تو یوں کہنا اُعِیْذُہٗ بِالْوَاحِدِ مِنْ شَرِّ کُلِّ حَاسِدٍ اور ان کا نام محمد رکھنا۔ (کذا فی سیرۃ ابن ہشام)

دوسری روایت : نیز حمل رہنے کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ نے ایک نور دیکھا جس سے شہر بصریٰ اور علاقہ شام کے محل ان کو نظر آئے۔ (کذا فی سیرۃ ابن ہشام)

ف : اور یہ نور کا دیکھنا اس قصہ کے علاوہ ہے جو عین ولادت کے وقت اسی طرح کا واقعہ ہوا۔

تیسری روایت : نیز آپ کی والدہ ماجدہ روایت کرتی ہیں کہ میں نے (کسی عورت کا) کوئی حمل نہیں دیکھا جو آپ سے زیادہ سبک اور سہل ہو۔ (کذا فی سیرۃ ابن ہشام)

ف : محاورہ میں اس عبارت کے معنی مساواۃ کی بھی نفی ہوتی ہے۔ سبک یہ کہ گراں نہ تھا اور سہل یہ کہ اس میں کسی قسم کی تکلیف غثیان یا کسل یا اختلال جوع وغیرہ نہ تھی۔ اور شامہ میں ہے کہ بعض احادیث [1] میں آیا ہے کہ ایسا ثقل ہوا جس کی شکایت عورتوں سے کی۔ حافظ ابو نعیم نے کہا ثقل ابتداء علوق (یعنی حمل) میں تھا پھر وقت استمرار حمل کے خفت ہو گئی۔ ہر حال میں یہ حمل عادت معروف سے خارج تھا۔

---

(۱) میں کہتا ہوں کہ یہ ثقل عظمت کا تھا جیسے وحی کا ثقل ہوتا تھا اور ایسے ثقل سے نشاط طبعی زائل نہیں ہوتا پس عین ثقل میں بھی بایں معنی خفت کا حکم صحیح ہے۔ پس روایات میں تعارض نہ رہا۔

مِنَ الرَّوْضِ

هٰذَا وَقَدْ حَمَلَتْ اُمُّ الْحَبِيْبِ بِهٖ   وَلَيْسَ فِيْ حَمْلِهَا كَرْبٌ وَّلَا ضَرَرٌ

(ترجمہ) یہ تو ہو چکا اور آپ کی والدہ ماجدہ حاملہ ہو گئیں' اور ان کے حمل میں نہ کچھ کرب تھا نہ کوئی تکلیف تھی۔

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

فصل نمبر ٦

ولادت شریفہ کے وقت بعض واقعات کا بیان

پہلی روایت : محمد بن سعد نے ایک جماعت سے حدیث بیان کی اس میں سے عطاء اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ہیں کہ آمنہ بنت وہب (آپ کی والدہ ماجدہ) کہتی ہیں کہ جب آپ (یعنی نبی اکرم ﷺ) میرے بطن سے جدا ہوئے تو آپ کے ساتھ ایک نور نکلا جس کے سبب مشرق اور مغرب کے درمیان سب روشن ہو گیا پھر آپ زمین پر آئے اور دونوں ہاتھوں پر سہارا دیئے ہوئے تھے پھر آپ نے خاک کی ایک مٹھی بھری اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا۔ (کذا فی المواہب)

ف : اسی نور کا ذکر ایک دوسری حدیث میں اس طرح ہے کہ اس نور سے آپ کی والدہ نے شام کے محل دیکھے۔ نبی اکرم ﷺ نے اسی واقعہ کی نسبت خود ارشاد فرمایا ہے : [1] و رویا امی التی رات اور اس میں یہ بھی آپ کا ارشاد ہے : وکذالک

---

(۱) یہ ایک حدیث کا وہ آخری حصہ ہے جس کا وعدہ دوسری فصل کی چوتھی روایت کے حاشیہ میں لکھا گیا ہے اور شام کے محل میں نظر آنے میں اور اسی طرح روم کے محل نظر آنے میں جیسا آگے تیسری روایت میں آتا ہے' یہ اشکال نہ کیا جائے کہ زمین کروی ہے اور روم اور شام مکہ سے بہت فاصلہ پر ہیں اور اتنے فاصلہ پر نظر آنے میں خود کرویت مانع ہے۔ جواب یہ ہے کہ بعض انوار کا خاصہ ہے کہ جسم مجاور اپنے جگہ سے مرتفع دکھلائی دیتا ہے جیسا پانی سے بھرے کٹورہ میں پیسا پڑا ہو۔ بعض طلوع و غروب شمس کے وقت اسی کے قائل ہیں پس اگر اس نور کی خاصیت سے اور زیادہ مرتفع نظر آجائیں تو کیا استبعاد ہے۔

امہات الانبیآء یرین یعنی انبیاء علیہم السلام کی مائیں ایسا ہی نور دیکھا کرتی ہیں۔ ا اخرجہ احمد والبزار و الطبرانی والحاکم والبیھقی عن العرباض بن ساریۃ وقال الحافظ ابن حجر صححہ ابن حبان والحاکم۔ کذا فی المواھب ا

دوسری روایت : عثمان بن ابی العاص اپنی والدہ ام عثمان ثقفیہ سے جن کا نام فاطمہ بنت عبداللہ ہے' روایت کرتے ہیں وہ کہتی ہیں جب آپ کی ولادت شریفہ کا وقت آیا تو آپ کے تولد کے وقت میں نے خانہ کعبہ کو دیکھا کہ نور سے معمور ہو گیا اور ستاروں [1] کو دیکھا کہ زمین سے اس قدر نزدیک آگئے کہ مجھ کو گمان ہوا کہ مجھ پر گر جائیں گے۔ (روایت کیا ہے اس کو بیہقی نے کذا فی المواہب)

تیسری روایت : ابو نعیم نے عبدالرحمٰن بن عوف بنیتھ سے روایت کیا ہے وہ اپنی والدہ شفا سے نقل کرتے ہیں وہ کہتی ہیں کہ جب حضرت آمنہ سے آپ پیدا ہوئے تو میرے ہاتھوں پر آئے اور (موافق معمول بچوں کے) آپ کی آواز نکلی تو میں نے ایک کہنے والے کو سنا کہتا ہے رحمک اللہ (یعنی اے محمد ﷺ آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو) شفا کہتی ہیں کہ تمام مشرق و مغرب کے درمیان روشنی ہو گئی یہاں تک کہ میں نے روم کے بعض محل دیکھے پھر میں نے آپ کو دودھ دیا (یعنی اپنا نہیں آپ کی والدہ کا کیونکہ شفاء کو کسی نے کسی مرضعات کا ذکر نہیں کیا) اور لٹا دیا' تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ مجھ پر ایک تاریکی اور عجب لرزہ چھا گیا اور آپ میری نظر سے غائب ہو گئے' سو میں نے ایک کہنے والے کی آواز سنی کہ کہتا ہے کہ ان کو کہاں لے گئے تھے؟ جواب دینے والے نے کہا مشرق کی طرف۔ وہ کہتی ہیں کہ اس واقعہ کی عظمت برابر میرے دل میں رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا' پس اول اسلام لانے والوں میں ہوئی۔ (کذا فی المواہب)

ف : مشرق کے ذکر سے مغرب کی نفی نہیں ہوئی۔ دوسری روایات میں مغارب میں

---

(۱) اگر آپ کی ولادت رات کے وقت ہوئی جیسا کہ ایک قول ہے تب تو اس اخیر کے واقعہ میں کوئی تردد ہی نہیں۔ اگر دن میں ہوئی جیسا کہ ایک قول ہے تو ستاروں کے نظر آنے کو بھی خرق عادت کہا جائے گا' کذا قالوا۔ اور احقر کے نزدیک یہ سہل ہے کہ صبح صادق آپ کی ولادت کو کہا جائے تو اس وقت ستارے بھی نمایاں ہوتے ہیں' اس کو عوام رات سے اور خواص دن سے تعبیر کرتے ہیں پس دونوں قول مطابق بھی ہو جائیں گے۔ واللہ اعلم

آیا ہے، کما فی الشمامة۔ شاید تخصیص ذکری اس روایت میں بنا بر شرف سمت مشرق کے ہے بوجہ اس کے کہ وہ مطلع ہے شمس کا جیسا کہ شروع سورہ والصافات میں رب المشارق فرمایا گیا ہے۔

چوتھی روایت : اور منجملہ آپ کے عجائب ولادت کے یہ واقعات روایت کیے گئے ہیں : کسریٰ کے محل میں زلزلہ پڑ جانا اور اس سے چودہ کنگروں کا گر پڑنا اور بحیرہ طبریہ کا دفعۃً خشک ہو جانا اور فارس کے آتش کدہ کا بجھ جانا جو ایک ہزار برس سے برابر روشن تھا کہ کبھی نہ بجھا تھا۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے اور ابو نعیم نے اور خرائطی نے ہواتف میں ابن عساکر نے۔ (کذا فی المواہب)

ف : یہ واقعات اشارہ ہیں زوال سلطنت فارس اور شام کی طرف، واللہ اعلم۔

پانچویں روایت : فتح الباری میں سیرۃ الواقدی نے نقل کیا ہے کہ آپ نے شروع ولادت میں کلام فرمایا۔ (کذا فی المواہب) آگے اہل کتاب کی خبریں دینا آپ کے تولد شریف سے مذکور ہیں۔[1]

چھٹی روایت : بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میں سات آٹھ برس کا تھا اور دیکھی سنی بات کو سمجھتا تھا۔ ایک دن صبح کے وقت ایک یہودی نے یکایک چلانا شروع کیا کہ اے جماعت یہود کی، سو سب جمع ہو گئے اور میں سن رہا تھا۔ کہنے لگے تجھ کو کیا ہوا؟ کہنے لگا کہ احمد (ﷺ) کا وہ ستارہ آج شب میں طلوع ہو گیا جس کی ساعت میں آپ پیدا ہونے والے تھے۔[2] (کذا فی المواہب)

سیرۃ ابن ہشام میں یہ بھی ہے کہ محمد بن اسحاق صاحب السیر کہتے ہیں کہ میں نے

---

(۱) اور اہل تنجیم و کہانت کی خبریں اس نظر سے ذکر نہیں کیں کیونکہ یہ دونوں چیزیں شرع میں معتبر نہیں اور کتب سابقہ کی خبریں فی نفسہ صحیح ہیں جب کہ ان میں اکثریت کا احتمال نہ ہو اور ظاہر ہے اپنی معتبر خبر دینا دلیل یقینی ہے کہ اس میں تحریف نہیں ہوئی اور جن علماء نے ان کے اقوال ذکر کئے ہیں بقصد محبت الزامیہ کے ذکر کئے ہیں اور یہ قصہ صحیح ہے ولکل وجهة هو موليها۔

(۲) اس سے شبہ فن تنجیم کے صحیح ہونے کا نہ کیا جائے کیونکہ اس ستارے کا آپ کی تولد میں موثر و دخیل ہونا اس سے لازم نہیں آیا بلکہ معنی یہ ہیں کہ اس کو کسی نقل سے معلوم تھا کہ آپ کے تولد کو ایسا وقت ہو گا مثلاً کوئی حاکم اپنی رعایا کو بتلا دے کہ ہمارا فلاں نائب ہمارا فرستادہ فلاں ماہ کی فلاں تاریخ کو پہنچے گا تو ایک وقت [illegible]

سعید بن عبدالرحمن بن حسان بن ثابت سے پوچھا کہ جب نبی اکرم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی کیا عمر تھی؟ انہوں نے کہا کہ ساٹھ سال کی۔ نبی اکرم ﷺ ترپن سال کی عمر میں تشریف لائے تو اس حساب سے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ (نبی اکرم ﷺ سے سات سال عمر میں زیادہ ہوئے تو انہوں) نے یہ مقولہ یہودی کا سات سال کی عمر میں سنا۔

ساتویں روایت : حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک یہودی مکہ میں آرہا تھا سو جس شب میں نبی اکرم ﷺ پیدا ہوئے تو اس نے کہا اے گروہ قریش کیا تم میں آج کی شب کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا ہم کو معلوم نہیں۔ کہنے لگا دیکھو آج کی شب اس امت کا نبی پیدا ہوا ہے اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک نشانی ہے (جس کا لقب مہر نبوت ہے) چنانچہ قریش نے وہاں سے جا کر تحقیق کی تو خبر ملی کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے۔ وہ یہودی آپ کی والدہ کے پاس آیا' انہوں نے آپ کو ان لوگوں کے سامنے کر دیا۔ جب اس یہودی نے وہ نشانی دیکھی تو بیہوش ہو کر گر پڑا اور کہنے لگا بنی اسرائیل سے نبوت رخصت ہوئی۔ اے گروہ قریش سن رکھو واللہ یہ تم پر ایسا غلبہ حاصل کریں گے کہ مشرق اور مغرب سے اس کی خبر شائع ہو گی۔ روایت کیا اس کو یعقوب بن سفیان نے اسناد حسن سے' یہ فتح الباری میں کہا ہے۔ (کذا فی المواہب)

مِنَ الْقَصِیْدَةِ

اَبَانَ مَوْلِدُهٗ عَنْ طِيْبِ عُنْصُرِهٖ ۔۔۔ يَاطِيْبَ مُبْتَدَاٍ مِّنْهُ وَمُخْتَتَمِ

يَوْمًا تَفَرَّسَ فِيْهِ الْفُرْسُ اَنَّهُمْ ۔۔۔ قَدْ اُنْذِرُوْا بِحُلُوْلِ الْبُؤْسِ وَالنِّقَمِ

وَبَاتَ اَيْوَانُ كِسْرٰى وَهُوَ مُنْصَدِعٌ ۔۔۔ كَشَمْلِ اَصْحَابِ كِسْرٰى غَيْرَ مُلْتَئِمِ

وَالنَّارُ خَامِدَةُ الْاَنْفَاسِ مِنْ اَسَفٍ ۔۔۔ عَلَيْهِ وَالنَّهْرُ سَاهِي الْعَيْنِ مِنْ سَدَمِ

وَسَآءَ سَاوَةَ اَنْ غَاضَتْ بُحَيْرَتُهَا ۔۔۔ وَرُدَّ وَارِدُهَا بِالْغَيْظِ حِيْنَ ظَمِیْ

كَاَنَّ بِالنَّارِ مَا بِالْمَآءِ مِنْ بَلَلٍ ۔۔۔ حُزْنًا وَّبِالْمَآءِ مَا بِالنَّارِ مِنْ ضَرَمِ

وَالْجِنُّ تَهْتِفُ وَالْاَنْوَارُ سَاطِعَةٌ ۔۔۔ وَالْحَقُّ يَظْهَرُ مِنْ مَّعْنًى وَّمِنْ كَلِمِ

عَمُوْا وَصَمُّوْا فَاِعْلَانُ الْبَشَائِرِ لَمْ تُسْمَعْ وَبَارِقَةُ الْاَنْذَارِ لَمْ تُشَمِ
مِنْ بَعْدِ مَا اَخْبَرَ الْاَقْوَامَ كَاهِنُهُمْ بِاَنَّ دِيْنَهُمُ الْمُعْوَجَ لَمْ يَقُمِ
وَبَعْدَ مَا عَايَنُوْا فِي الْاُفُقِ مِنْ شُهُبٍ مُنْقَضَّةٍ وَّفْقَ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ صَنَمِ

(ترجمہ) (۱) آپ کے زمان ولادت نے (بسبب ظہور امور غریبہ و کرامت عظیمہ) آپ کی عمدگی و لطافت و طہارت اصل مبارک کو ظاہر کر دیا اے قوم یا اے خوشبو تم حاضر ہو اور آپ کے حسن ابتداء اور خوبی خاتمہ کو دیکھو (اور اے زمان) (۲) آپ کی پیدائش کا روز وہ مبارک دن ہے کہ اہل فارس نے اپنی فراست سے (کہ اس وقت آیات بینات بکثرت ظاہر ہوئیں اور بھی اوضاع فلکیہ) دریافت کر لیا کہ وہ لوگ ڈرائے گئے کہ زمانہ ان کی زوال سلطنت اور پیش آنے والے مصائب کا (بسبب ولادت سرور کائنات) قریب آگیا۔ (۳) اور نوشیرواں کا محل بوقت ولادت باسعادت بحالت شکستگی ایسا پاش پاش ہو گیا جیسے لشکر کسریٰ کو پھر مجتمع ہونا نصیب نہ ہوا۔ (۴) (آپ کے میلاد شریف کے وقت) آتش مجوس (جو ہزار سال سے برابر روشن تھی) بسبب افسوس کے (جو بطلان) سرد ہو گئی اور نہر فرات ایسی حیران اور بیخود ہوئی کہ اپنا بہاؤ چھوڑ کر ساوہ کے کھالے میں جا پڑی۔ (۵) اور اہل ساوہ کو اس امر نے غمگین کیا کہ اس کے دریاچہ کا پانی خشک ہو گیا اور اس کے گھاٹ پر آنے والا جب کہ تشنہ ہوا خشمگین ناکامیاب لوٹایا گیا (یا اس نے اس کو تشنہ لوٹایا) (۶) گویا آگ کو وہ کیفیت تری حاصل ہو گئی جو پانی میں ہوتی ہے بسبب رنج کے اور پانی کو وہ خاصہ التہاب حاصل ہو گیا جو آگ میں تھا۔ (۷) اور جنات ظہور حضور کی آوازیں کر رہے ہیں اور انوار حضرت کے ظاہر و باہر ہو رہے ہیں اور حق ظاہر ہو رہا ہے امور باطنیہ سے (مثل ظہور نور وغیرہ کے) اور امور ظاہریہ سے (مثل آواز ہاتف کے) (۸) منکرین اندھے (ہو گئے) اور بہرے ہو گئے سو اظہار بشارات سنا نہ گیا اور برق تخویف نہ دیکھی گئی۔ (۹) (اور زیادہ عجیب یہ ہے کہ یہ قبول حق سے ان کا اندھا اور بہرا ہونا) اس امر کے بعد ہوا کہ ان کے کاہن نے تمام اقوام کو یہ خبر دے دی تھی کہ ان کا ناراست و کج دین آئندہ قائم

نہیں رہے گا۔ (۱۰) اور (وہ مجوس یا عام کفار اختیار راہ صواب سے اندھے اور بہرے ہو گئے) بعد دیکھنے شعلہ ہائے آتش کے اطراف آسمان میں جو جنات پر مارے جاتے تھے مثل اوندھے اور منہ کے بل گرنے بجائے روئے زمین کے۔

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

(عطر الوردہ)

فصل نمبر ۷

ولادت شریفہ کا دن' تاریخ' وقت' جگہ' مہینہ' سن

یوم و تاریخ سب کا اتفاق ہے کہ دو شنبہ تھا اور تاریخ میں اختلاف ہے۔ آٹھویں یا بارہویں۔ (کذا فی الشمامتہ) ماہ سب کا اتفاق ہے کہ ربیع الاول تھا۔ سنہ سب کا اتفاق ہے کہ عام الفیل تھا یعنی جس سال اصحاب الفیل ہلاک کئے گئے۔ بقول سہیلی اس قصہ سے پچاس [۱] دن اور بقول دمیاطی پچپن دن بعد۔ (کذا فی الشمامتہ) وقت بعض نے شب کہا ہے بعض نے دن۔ (قالہ الزرکشی) بعض [۲] نے طلوع فجر۔ (کذا فی الشمامتہ) مکان بعض [۳] کے نزدیک مکہ میں' بعض کے نزدیک شعب [۴] میں' بعض کے نزدیک ردم [۵] میں' بعض کے نزدیک عسفان میں۔ (کذا فی الشمامتہ عن المواہب)

---

(۱) اور سیر کی اس روایت پر کہ ایام واقعہ فیل میں نور محمدی عبدالمطلب کی جبین میں نمایاں ہوا شبہ نہ کیا جائے کیونکہ انفصال کے بعد بھی اثر کا بقا مستبعد نہیں جس طرح ہیزم سے شعلہ جدا ہونے کے بعد بھی اس کا اثر روشنی اور گرمی رہتی ہے۔

(۲) چھٹی فصل کی دوسری روایت کے ذیل میں وجہ تطبیق لکھی گئی۔

(۳) اشہر قول اول ہے' دوسرے اقوال یا ضعیف ہیں یا ماول بتاویلات مناسبہ۔

(۴) شاید یہ وہی شعب ہو جس میں قریش مخالفین کے تعاہد و تحالف کے وقت ابوطالب آپ کو لے کر آرہے تھے جس کا قصہ گیارہویں فصل میں آتا ہے۔

(۵) بالدال مَوْضِعٌ بمكة كذا فى القاموس۔

مِنَ الرَّوْضِ

وَكَانَ مَوْلِدُهٗ اَيْضًا وَنَقْلَتُهٗ لِيَوْمِ الْاِثْنَيْنِ هٰذَا الْاَمْرُ مُعْتَبَرٌ

(ترجمہ) اور آپ کی ولادت شریفہ اور وفات شریف، دو شنبہ کے روز ہوئی اور یہ امر معتبر ہے۔

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

فصل نمبر ۸

طفولیت کے بعض واقعات کا بیان

پہلی روایت : ابن شیخ نے خصائص میں ذکر کیا ہے کہ آپ کا گہوارہ (یعنی جھولا) فرشتوں کی جنبش دینے سے ہلا کرتا تھا۔ (کذا فی المواہب)

دوسری روایت : بیہقی اور ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت حلیمہ کہتی تھیں انہوں نے جب آپ کا دودھ چھڑایا تو آپ نے دودھ چھڑانے کے ساتھ ہی جو اول کلام فرمایا تھا وہ یہ تھا : اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلاً۔ جب آپ ذرا سیانے ہوئے تھے تو باہر تشریف لے جاتے اور لڑکوں کو کھیلتا دیکھتے مگر ان سے علیحدہ رہتے (یعنی کھیل میں شریک نہ ہوتے)۔ (کذا فی المواہب)

تیسری روایت : ابن سعد اور ابو نعیم اور ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت حلیمہ آپ کو کہیں دور نہ جانے دیا کرتیں۔ ایک بار ان کو کچھ خبر نہ ہوئی آپ اپنی (رضاعی) بہن شیماء کے ساتھ عین دوپہر کے وقت مواشی کی طرف چلے گئے۔ حضرت حلیمہ آپ کی تلاش میں نکلیں یہاں تک کہ آپ کو بہن کے ساتھ پایا۔ کہنے لگیں کہ اس گرمی میں (ان کو لائی ہو) بہن نے کہا اماں میرے بھائی کو گرمی ہی نہیں لگی، میں نے ایک بادل کا ٹکڑا دیکھا جو ان پر سایہ کئے ہوئے تھا، جب یہ ٹھہر

جاتے تھے وہ بھی ٹھہر جاتا تھا اور جب یہ چلنے لگتے تھے تو وہ بھی چلنے لگتا تھا یہاں تک کہ اس موقع تک اسی طرح پہنچے۔ (کذافی المواہب)

چوتھی روایت : حضرت حلیمہ سعدیہ سے روایت ہے کہ میں (طائف سے) بنی سعد کی عورتوں کے ہمراہ دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں مکہ کو چلی (اس قبیلہ کا یہی کام تھا اور اس سال سخت قحط تھا۔ میری گود میں میرا ایک بچہ تھا مگر اتنا دودھ نہ تھا کہ اس کو کافی ہوتا' رات بھر اس کے چلانے سے نیند نہ آتی اور نہ ہماری اونٹنی کے دودھ ہوتا۔ میں ایک درازگوش پر سوار تھی جو غایت لاغری سے سب کے ساتھ نہ چل سکتا تھا' ہمراہی بھی اس سے تنگ آگئے تھے۔ ہم مکہ آئے تو رسول اللہ (ﷺ) کو جو عورت دیکھتی اور سنتی کہ آپ یتیم ہیں کوئی قبول نہ کرتی (کیونکہ زیادہ انعام و کرام کی توقع نہ ہوتی اور ادھر ان کو دودھ کی کمی کے سبب کوئی بچہ نہ ملا) میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ یہ تو اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ میں خالی جاؤں' میں تو اس یتیم کو لاتی ہوں۔ شوہر نے کہا کہ بہتر' شاید اللہ تعالیٰ برکت کرے۔

غرض میں آپ کو جا کر لے آئی' جب اپنی فرودگاہ پر لائی اور گود میں لے کر دودھ پلانے بیٹھی تو دودھ اس قدر اُترا کہ آپ اور آپ کے رضاعی بھائی نے خوب آسودہ ہو کر پیا اور آسودہ ہو کر سو گئے اور میرے شوہر نے جو اونٹنی کو جا کر دیکھا تو تمام دودھ ہی دودھ بھرا تھا' غرض اس نے دودھ نکالا اور ہم سب نے خوب سیر ہو کر پیا اور رات بڑے آرام سے گزری اور اس کے قبل سونا میسر نہیں ہوتا تھا۔ شوہر کہنے لگا اے حلیمہ تو تو بڑی برکت والے بچے کو لائی۔ میں نے کہا ہاں مجھ کو بھی یہی امید ہے۔ پھر ہم مکہ سے روانہ ہوئے اور میں آپ کو لے کر اسی درازگوش پر سوار ہوئی پھر تو اس کا یہ حال تھا کہ کوئی سواری اس کو پکڑ نہ سکتی تھی۔ میری ہمراہی عورتیں تعجب سے کہنے لگیں کہ حلیمہ ذرا آہستہ چلو یہ وہی تو ہے جس پر تم آئی تھیں۔ میں نے کہا ہاں وہی ہے۔ وہ کہنے لگیں کہ بے شک اس میں کوئی بات ہے۔

پھر ہم اپنے گھر پہنچے اور وہاں سخت قحط تھا سو میری بکریاں دودھ سے بھری آتیں اور دوسروں کو اپنے جانوروں میں ایک قطرہ دودھ نہ ملتا۔ میری قوم کے لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے کہ ارے تم بھی وہاں ہی چراؤ جہاں حلیمہ کے جانور چرتے ہیں مگر جب بھی وہ

جانور خالی آتے اور میرے جانور بھرے آئے۔ ہم برابر خیر و برکت کا مشاہدہ کرتے رہے یہاں تک کہ دو سال پورے ہو گئے اور میں نے آپ کا دودھ چھڑایا اور آپ کا نشوونما اور بچوں سے بہت زیادہ تھا یہاں تک کہ دو سال کی عمر میں اچھے بڑے معلوم ہونے لگے پھر ہم آپ کو والدہ کے پاس لائے مگر آپ کی برکت کی وجہ سے ہمارا جی چاہتا تھا کہ آپ اور رہیں اس لیے آپ کی والدہ سے اصرار کر کے وباء مکہ کے بہانے سے پھر اپنے گھر لے آئے۔ سو چند ہی مہینے بعد ایک بار آپ رضاعی بھائی کے ساتھ مواشی میں پھر رہے تھے کہ یہ بھائی دوڑتا ہوا آیا اور مجھ سے اور اپنے باپ سے کہا کہ میرے قریشی بھائی کو دو سفید کپڑے والے آدمیوں نے پکڑ کر لٹایا اور شکم چاک کیا۔ میں اسی حال میں چھوڑ کر آیا ہوں۔ سو ہم دونوں گھبرائے ہوئے گئے' دیکھا کہ آپ کھڑے ہیں مگر رنگ (خوف سے) متغیر ہے۔ میں نے پوچھا بیٹا کیا تھا؟ فرمایا دو شخص سفید کپڑے پہنے ہوئے آئے اور مجھ کو لٹایا اور پیٹ چاک کر کے اس میں کچھ ڈھونڈ کر نکالا' معلوم نہیں کیا تھا۔ ہم آپ کو اپنے ڈیرے پر لائے اور شوہر نے کہا حلیمہ اس لڑکے کو آسیب کا اثر ہوا ہے' قبل اس کے کہ اس کا زیادہ ظہور ہو ان کے گھر پہنچا آ۔ میں والدہ کے پاس لے کر گئی' وہ کہنے لگیں کہ تو اس کو رکھنا چاہتی تھی پھر کیوں لے آئی؟ میں نے کہا اب اللہ کے فضل سے ہوشیار ہو گئے اور میں اپنی خدمت کر چکی۔ اللہ جانے کیا اتفاق ہوتا' اس لیے لائی ہوں۔ انہوں نے فرمایا یہ بات سچ بتلا؟ میں نے سب قصہ بیان کیا۔ کہنے لگیں تجھ کو ان پر شیطان کے اثر کا اندیشہ ہوا؟ میں نے کہا ہاں۔ کہنے لگیں ہرگز نہیں واللہ! شیطان کا ان پر کچھ اثر نہیں ہو سکتا' میرے بیٹے کی ایک خاص شان ہے۔ پھر انہوں نے بعض حالات حمل و ولادت کے بیان کیے (جو پانچویں فصل کی دوسری اور تیسری روایت اور چھٹی فصل کی پہلی روایت کے اخیر میں مذکور ہیں) اچھا ان کو چھوڑ دو اور خیریت کے ساتھ جاؤ۔ (کذا فی سیرۃ ابن ہشام)

ف--۱ : اس روایت میں متعدد واقعات پر کرامات مذکور ہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔

ف--۲ : اور حلیمہ کے اس لڑکے کا نام عبداللہ ہے اور یہ انیسہ اور جذامہ کے بھائی ہیں اور یہ جذامہ شیماء کے نام سے مشہور ہیں اور یہ سب اولاد ہیں حارث بن عبدالعزیٰ کی جو شوہر ہیں حلیمہ کے۔ (کذا فی زاد المعاد)

اور بعض اہل علم نے ان سب کے ایمان لانے کی تصریح کی ہے۔ (کذا فی الشامتہ و زادالمعاد)

پانچویں روایت : محمد بن اسحاق نے ثور بن یزید سے (اس بار کے شق صدر کے بعد کا واقعہ) مرفوعاً ذکر کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان دو سفید پوش شخصوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ ان کو ان کی امت کے دس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو۔ چنانچہ وزن کیا تو میں بھاری نکلا پھر اسی طرح سو کے ساتھ پھر ہزار کے ساتھ وزن کیا پھر کہا کہ بس کرو واللہ! اگر ان کو ان کی تمام امت سے وزن کرو گے تب بھی یہی وزنی نکلیں گے۔ (کذا فی سیرۃ ابن ہشام)

ف ۱ : اس جملہ میں آپ کو بشارت سنا دی کہ آپ نبی ہونے والے ہیں۔

ف ۲ : اور شق صدر اور قلب اطہر کا دھلنا چار بار ہوا۔ ایک تو یہی جو مذکور ہوا۔ دوسری بار بعمر دس سال' یہ صحرا میں ہوا تھا۔ تیسری بار وقت بعثت کے بماہ رمضان [۱] غار حرا میں۔ چوتھی بار شب معراج میں اور پانچویں بار ثابت نہیں' کذا فی الشامتہ بتغییر یسیر۔ شاہ عبدالعزیز قدس سرہ نے تفسیر سورہ الم نشرح میں اس کے متعلق نکتہ لکھا ہے کہ پہلی بار کا شق کرنا اس لیے تھا کہ آپ کے دل سے حب لہو و لعب جو لڑکوں کے دل میں ہوتی ہے نکال ڈالیں اور دوسری بار اس لیے کہ جوانی میں آپ کے دل میں رغبت ایسے کاموں کی جو بتقاضائے جوانی خلاف مرضی آئی سرزد ہوتی ہیں' نہ رہے اور تیسری بار اس لیے کہ آپ کے دل کو طاقت مشاہدہ عالم ملکوت اور لاہوت [۲] کی ہو۔ (کذا فی تواریخ حبیب الہ)

چھٹی روایت : آپ پستان راست کا شیر (دودھ) پیا کرتے اور پستان چپ اپنے بھائی رضاعی یعنی حلیمہ کے بیٹے کے لیے ہمیشہ چھوڑ دیتے تھے۔ ایسا عدل آپ کی طبیعت میں تھا اور لڑکپن میں کبھی آپ نے بول براز کپڑے میں نہیں کیا بلکہ دونوں کے وقت مقرر تھے' اسی وقت رکھنے والے آپ کو اٹھا کر جا ضرور پیشاب کرا لیتے اور کبھی ستر آپ کا برہنہ نہ ہوتا اور جو کپڑا اتفاقاً اٹھ جاتا تو فرشتے فوراً ستر چھپا دیتے۔ (کذا فی تواریخ حبیب الہ)

ایک بار اپنے بچپن کا واقعہ خود نبی اکرم ﷺ نے ذکر فرمایا کہ میں ایک بار بچوں کے

---

(۱) یہ ایک قول ہے اور بعض کے نزدیک ماہ ربیع الاول میں۔ (کذا فی زادالمعاد)

(۲) عطف ہے عالم پر نہ کہ ملکوت پر کیونکہ عالم ماسوی اللہ ہے اور لاہوت مراتب الہیہ سے ہے۔

ساتھ پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہا تھا اور سب اپنی لنگی اتار کر گردن پر پتھر کے نیچے رکھے ہوئے تھے' میں نے بھی ایسا ہی کرنا چاہا (کیونکہ اتنے بچپن میں انسان مکلف بھی نہیں ہوتا اور طبعًا و عرفًا بھی ایسے بچے سے ایسا امر خلاف حیاء نہیں سمجھا جاتا) دفعتًا (غیب سے) زور سے ایک دھکا لگا اور یہ آواز آئی کہ اپنی لنگی باندھو بس میں نے فوراً باندھ لی اور گردن پر پتھر لانے شروع کئے۔ (کذا فی سیرۃ ابن ہشام)

ساتویں روایت : ابن عساکر نے حلیمہ بن عرفطہ سے روایت کیا ہے کہ میں مکہ مکرمہ پہنچا اور وہ لوگ سخت قحط میں تھے۔ قریش نے کہا اے ابو طالب چلو پانی کی دعا مانگو۔ ابو طالب چلے اور ان کے ساتھ ایک لڑکا تھا اس قدر حسین جیسے بدلی میں سورج نکلا ہو (یہ لڑکے جناب رسول اللہ ﷺ تھے جو اُس وقت ابوطالب کی پرورش میں تھے) ابو طالب نے ان صاحبزادے کی پشت خانہ کعبہ سے لگائی اور صاحبزادے نے انگلی سے اشارہ کیا اور آسمان میں کہیں بدلی کا نشان نہ تھا' سب طرف سے بادل آنا شروع ہوا اور خوب پانی برسا۔ (کذا فی المواہب) اور یہ واقعہ آپ کی صغر سنی میں ہوا۔ (کذا فی تواریخ حبیب الہ)

آٹھویں روایت : ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ ابوطالب کے ساتھ بارہ برس کی عمر میں سفر تجارت شام کو گئے' راہ میں بحیرا راہب نصاریٰ کے پاس اتفاقًا قیام ہوا۔ راہب نے آپ کو علامات نبوت سے پہچانا اور قافلہ کی دعوت کی اور ابوطالب سے کہا کہ یہ پیغمبر سردار سب عالموں کے ہیں اور اہل کتاب اور یہود اور نصاریٰ ان کے دشمن ہیں ان کو ملک شام میں نہ لے جاؤ' مبادا ان کے ہاتھ سے ان کو گزند پہنچے۔ سو ابوطالب نے مال تجارت وہیں بیچا اور بہت نفع پایا اور وہیں سے مکہ کو پھر آئے۔ (کذا فی تواریخ حبیب الہ)

ف : سیرۃ ابن ہشام میں یہ قصہ بہت مفصل و مبسوط ہے۔

نویں روایت : نبی اکرم ﷺ جب ابوطالب کی کفالت و تربیت میں تھے' جب ان کے عیال کے ہمراہ کھانا کھاتے تو سب شکم سیر ہو جاتے اور جب نہ کھاتے تو وہ بھوکے رہتے۔ (کذا فی الشمامۃ)

مِنَ الرَّوْضِ

وَیَاهَنَا ابْنَةِ سَعْدٍ فَهِيَ قَدْ سَعَدَتْ   سَعَادَةً قَدْرُهَا بَيْنَ الْوَرٰی خَطَرٌ

اِذْ اَرْضَعَتْ خَيْرَ خَلْقِ اللّٰهِ كُلِّهِمِ هٰذَا هُوَ الْفَوْزُ لَا مُلْكٌ وَّلَا وَزَرٌ

رَاَتْ لَهٗ مُعْجِزَاتٍ فِي الرِّضَاعِ بَدَتْ وَشَاهَدَتْ بَرَكَاتٍ لَيْسَ تَنْحَصِرُ

وَحَدَّثَتْ قَوْمَهٗ اَهْلُ الْكُتُبِ بِمَا يَكُوْنُ مِنْ شَانِهٖ مُذْشَخِصَهٗ نَظَرُوْا

(ترجمہ) (۱) اور کیا خوش قسمتی ہے حضرت سعدیہ کی ان کو ایسی سعادت حاصل ہوئی جس کی قدر مخلوق میں عظیم ہے۔ (۲) کیونکہ انہوں نے بہترین تمام خلائق کو دودھ پلایا' یہ بڑی کامیابی ہے (اس کی برابر) نہ شاہی ہے نہ وزارت۔ (۳) انہوں نے آپ کے بہت سے معجزات دیکھے جو رضاع کی حالت میں ظاہر ہوئے اور ایسی برکات کا مشاہدہ کیا جن کا حصر نہیں ہو سکتا۔ (۴) اور اہل کتاب نے اپنی قوم سے آپ کے حالات بیان کئے جب سے کہ آپ کو دیکھا۔

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

فصل نمبر۹

ان مرد عورتوں کے نام جو آپ ﷺ کی تربیت اور رضاعت میں یکے بعد دیگرے شریک رہے

آپ ﷺ زمانہ حمل میں تھے کہ آپ کے والد عبداللہ کی وفات ہو گئی' کذا فی سیرۃ ابن ہشام۔ صرف دو مہینے حمل پر گزرے تھے کہ عبداللہ شام کو قافلہ قریش کے ساتھ تجارت کو گئے تھے' وہاں سے واپس آتے ہوئے مدینہ میں اپنے ماموں کے پاس بیمار ہو کر ٹھہر گئے تھے کہ وہاں ہی وفات پائی۔ (کذا فی تواریخ حبیب الٰہ)

اور جب آپ چھ سال کے ہوئے تو آپ کی والدہ آمنہ آپ کو لے کر مدینہ میں اپنے اقارب سے ملنے گئیں تھی' مکہ سے واپس آتے ہوئے درمیان مکہ و مدینہ کے موضع ابواء میں انہوں نے وفات پائی۔ (کذا فی سیرۃ ابن ہشام) اور اس وقت ام ایمن بھی ساتھ تھیں۔ (کذا فی المواہب) پھر آپ اپنے دادا عبدالمطلب کی پرورش میں رہے۔ جب آپ آٹھ سال کے ہوئے تو عبدالمطلب کی بھی وفات ہو گئی (کذا فی سیرۃ ابن ہشام) اور انہوں

نے ابو طالب کو آپ کی نسبت وصیت کی تھی چنانچہ پھر ان کی کفالت میں رہے۔ (کذا فی سیرۃ ابن ہشام) یہاں تک کہ انہوں نے نبوت کا زمانہ بھی پایا۔

اور سات روز تک اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ پیا۔ (کذا فی تواریخ حبیب الہ)

پھر چند روز تک ثویبہ نے دودھ پلایا جو ابو لہب کی آزاد کردہ لونڈی تھی اور ان کے اسلام میں اختلاف ہے اور آپ ہی کے ساتھ حضرت ابو سلمہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بھی دودھ پلایا اور اس وقت ان کا بیٹا مسروح دودھ پیتا تھا۔ پھر حلیمہ سعدیہ نے پلایا اور اس دودھ کے شریک بھائی بہنوں کے نام اور اسلام کی نسبت آٹھویں فصل کی چوتھی روایت کے ذیل میں کچھ مضمون مذکور ہوا ہے اور ان ہی حلیمہ نے آپ کے ساتھ آپ کے چچازاد بھائی ابو سفیان بن الحارث بن عبدالمطلب کو بھی دودھ پلایا۔ یہ عام فتح (مکہ) میں مسلمان ہوئے اور بہت پکے مسلمان ہوئے۔ اور اس زمانہ میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی بنی سعد میں کسی عورت کا دودھ پیتے تھے سو اس عورت نے بھی ایک روز آپ کو دودھ پلا دیا جب آپ حلیمہ کے پاس تھے' تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ دو عورتوں کے دودھ کی وجہ سے آپ کے رضاعی بھائی ہیں۔ ایک ثویبہ کے دودھ سے' دوسرے اس سعدیہ کے دودھ سے۔ (کذا فی زاد المعاد)

اور جن کی آغوش میں آپ رہے وہ یہ ہیں : آپ کی والدہ اور ثویبہ اور حلیمہ اور شیماء آپ کی رضاعی بہن اور ام ایمن حبشیہ جن کا نام برکت ہے یہ آپ کو آپ کے والد سے میراث میں ملی تھیں اور آپ نے ان کا نکاح حضرت زید رضی اللہ عنہ سے کیا تھا جن سے اسامہ پیدا ہوئے۔ (کذا فی زاد المعاد)

شاباش آں صدف کہ چناں پر وردگہر | آبا از و مکرم و ابنا عزیز تر
صلوا علیہ ما طلع الشمس والقمر | بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

فصل نمبر ۱۰

شباب سے نبوت تک کے بعض حالات

پہلی روایت : جب آپ چودہ یا پندرہ سال کے ہوئے اور بقولے بیس سال کے

ہوئے تو قریش اور قیس عیلان میں ایک لڑائی ہوئی تو اس واقعہ کے بعض تاریخوں میں آپ تشریف فرمائے معرکہ ہوئے ہیں اور آپ نے فرمایا ہے کہ میں اپنے اعمام کو عدو کے تیروں سے بچاتا تھا اور اس واقعہ کا بڑا قصہ ہے۔ (کذا فی سیرۃ ابن ہشام)

ف : اس سے آپ کا اول ہی سے شجاع ہونا ثابت ہوتا ہے۔

دوسری روایت : جب آپ پچیس سال کے ہوئے تو حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جو کہ قریش میں ایک مالدار خاتون تھیں اور تاجروں کو اپنا مال اکثر مضاربت پر دیتی رہا کرتی تھیں۔ آپ کے صدق و امانت و حسن معاملہ و اخلاق کی خبر سن کر آپ سے درخواست کی کہ میرا مال مضاربت پر شام کی طرف لے جائیں اور میرا غلام میسرہ آپ کے ساتھ جائے گا۔ آپ نے قبول فرمایا' یہاں تک کہ آپ شام میں پہنچے اور کسی موقع پر آپ ایک درخت کے نیچے اُترے وہاں ایک راہب کا صومعہ تھا' اس راہب نے آپ کو دیکھا اور میسرہ سے پوچھا یہ کون شخص ہیں؟ میسرہ نے کہا کہ قریش اہل حرم میں سے ایک شخص ہیں۔ راہب نے کہا کہ اس درخت کے نیچے بجز نبی کے کبھی کوئی نہیں اُترا۔ آپ ﷺ شام سے خوب نفع لے کر واپس ہوئے اور میسرہ نے دیکھا کہ جب دھوپ تیز ہوتی تھی تو دو فرشتے آپ پر سایہ کرتے تھے۔

جب آپ مکہ پہنچے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کا مال سپرد کیا تو دیکھا کہ دوگنا یا اس کے قریب نفع ہوا (یہ تو آپ کے صدق و امانت کی بین دلیل تھی) اور میسرہ نے ان سے اس راہب کا قول اور فرشتوں کے سایہ کرنے کا قصہ بیان کیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ورقہ بن نوفل سے جو کہ ان کے چچازاد بھائی اور عیسائی مذہب کے بڑے عالم تھے ذکر کیا' ورقہ نے کہا کہ اے خدیجہ! اگر یہ بات صحیح ہے تو محمد (ﷺ) اس امت کے نبی ہیں اور مجھ کو (کتب سماویہ سے) معلوم ہے کہ اس امت میں ایک نبی ہونے والا ہے اور اس کا یہی زمانہ ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی عاقلہ تھیں' یہ سب سن کر آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ میں آپ کی قرابت اور اشرف القوم اور امین اور خوش خو اور صادق القول ہونے کے سبب آپ سے نکاح کرنا چاہتی ہوں۔ آپ نے اپنے اعمام سے ذکر کیا اور ان کے اہتمام سے نکاح ہو گیا' کذا فی سیرۃ ابن ہشام۔ اس راہب کا نام نسطورا تھا۔ (کذا فی تواریخ حبیب الٰہ)

تیسری روایت : جب آپ پینتیس (۳۵) سال کے ہوئے' قریش نے خانہ کعبہ کی از سرنو تعمیر کرنے کا ارادہ کیا۔ جب حجر اسود کے موقع تک تعمیر پہنچی تو ہر قبیلہ اور ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ حجر اسود کو اس کی جگہ پر میں ہی رکھوں' قریب تھا کہ ان میں ہتھیار چلتے' آخر اہل الرائے نے یہ مشورہ دیا کہ مسجد حرام کے دروازہ سے جو سب سے پہلے آئے اس کے فیصلہ پر سب عمل کریں' سو سب سے اول نبی اکرم ﷺ تشریف لائے۔ سب دیکھ کر کہنے لگے کہ محمد (ﷺ) امین ہیں اور قریش آپ کو نبوت سے پہلے امین کے لقب سے یاد کرتے تھے اور آپ کی خدمت میں یہ معاملہ پیش کیا' آپ ﷺ نے فرمایا ایک بڑا کپڑا لاؤ۔ چنانچہ کپڑا لایا گیا' آپ نے حجر اسود اپنے دست مبارک سے اس کپڑے میں رکھا اور فرمایا کہ ہر قبیلہ کا آدمی اس چادر کا ایک پلہ تھام لے اور خانہ کعبہ تک لائیں۔ جب وہاں پہنچا تو آپ ﷺ نے خود اس کو اٹھا کر اس کے موقع پر رکھ دیا۔ (کذا فی سیرۃ ابن ہشام)

اس فیصلہ سے سب راضی ہو گئے' اٹھانے کا شرف تو سب کو حاصل ہو گیا اور چونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ سب آدمی مجھ کو اس کے موقع پر رکھنے کے لیے اپنا وکیل بنا دیں کہ فعل وکیل کا بمنزلہ موکل کے ہوتا ہے تو اس طرح رکھنے میں بھی شریک ہو گئے۔ (کذا فی تواریخ حبیب الہ بتغیر الالفاظ)

مِنَ الرَّوْضِ

وَفِیْ خَدِیْجَۃِ ۔ الْکُبْرٰی وَقِصَّتِھَا   عَجَائِبٌ یَآاُولِی الْاَبْصَارِ فَاعْتَبِرُوْا
اِخْتَارَتِ الْمُصْطَفٰی بَعْلاً وَّقَدْ نَظَرَتْ   فِیْ مُعْجِزَاتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ تَنْتَشِرُ

(ترجمہ) (۱) اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے قصہ میں عجائب امور ہیں اے اہل بنیش سو خیال کرو۔ (۲) اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے معجزات میں جو کہ ظاہر تھے نظر کی تھی۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ مَنْ زَانَتْ بِہِ الْعُصُرُ

فصل نمبر۱۱

نزول وحی اور کفار کی مخالفت

جب آپ چالیس (۴۰) برس کے ہوئے تو آپ کو خلوت محبوب ہو گئی۔ آپ غار حرا میں تشریف لے جاتے اور کئی کئی روز رہتے اور نبوت سے چھ مہینے پہلے سے آپ سچے اور واضح خواب دیکھنے لگے تھے کہ ایک دفعہ اچانک ربیع الاول کی آٹھویں دو شنبہ کے دن جبرئیل علیہ السلام آئے اور سورہ اقراء کی شروع کی آیات آپ پر لائے اور آپ مشرف بہ نبوت ہو گئے۔ اس کے ایک عرصہ بعد سورہ مدثر کی شروع کی آیات نازل ہوئیں تو آپ نے حسب حکم فانذر دعوت اسلام شروع کی مگر پوشیدہ۔

جب یہ آیت آئی فاصدع بما تؤمر تو آپ نے علی الاعلان دعوت شروع کی پس کفار نے عداوت اور ایذا شروع کی لیکن ابوطالب آپ کی حمایت کرتے تھے۔ ایک بار کفار نے جمع ہو کر ابوطالب سے کہا تم محمد (ﷺ) کو ہمارے حوالے کر دو ورنہ ہم تم سے لڑیں گے۔ انہوں نے حوالہ کرنا قبول نہ کیا۔ کفار نے آپ ﷺ کے قتل کا مصمم ارادہ کیا' ابوطالب آپ کو لے کر مع تمام بنی ہاشم اور بنی مطلب کے ایک شعب یعنی گھاٹی میں آپ ﷺ کی محافظت کے واسطے جا رہے۔

کفار نے آپ سے اور بنی ہاشم و بنی مطلب سے برادری قطع کر دی اور سوداگروں کو منع کر دیا کہ ان لوگوں کے پاس کوئی چیز نہ بھیجیں اور ایک اس قطع علاقہ کا لکھ کر خانہ کعبہ میں لٹکا دیا۔ تین سال تک آپ اور بنی ہاشم اور بنی مطلب اس شعب میں نہایت تکلیف میں رہے۔ آخر آپ کو وحی الہٰی سے اس بات کی اطلاع ہوئی کہ کیڑے نے اس عہدنامہ کے کاغذ کو بالکل کھا لیا ہے ایک حرف نہیں چھوڑا بجز اللہ کے نام کے کہ اس میں کہیں کہیں تھا۔ آپ نے یہ حال ابوطالب سے کہا۔ انہوں نے شعب سے نکل کر قریش سے بیان کی کہ اس کاغذ کو دیکھو اگر محمد (ﷺ) کا بیان غلط نکلے تو ہم انہیں تمہارے حوالے کر دیں گے اور اگر صحیح نکلے تو اتنا تو ہو کہ تم اس قطع رحم اور عہد بد سے باز آؤ۔ قریش نے کعبہ پر سے اتار کر اس کاغذ کو دیکھا تو فی الواقع ایسے ہی تھا تب قریش اس ظلم سے باز

آئے اور عہد نامہ کو چاک کر ڈالا۔ ابوطالب آپ کو اور بنی ہاشم اور بنی مطلب [1] کو لے کر شعب سے نکل آئے اور آپ بدستور دعوت الی اللہ میں مشغول ہوئے۔ (کذا فی تواریخ حبیب الہ وغیرہ)

یہ عہد نامہ بخط منصور بن عکرمہ بن ہشام لکھا گیا تھا اور غرہ محرم سنہ سات نبوت کو لٹکایا گیا تھا' اس کا ہاتھ خشک ہو گیا اور نبوت سے سال دہم میں شعب سے باہر آئے تھے اور اسی سال میں حصار شعب سے نکلنے کے آٹھ ماہ بعد ابوطالب کا انتقال ہو گیا اور ان کے تین دن بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہو گئی۔ (کذا فی الشامتہ)

بعد وفات حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آپ کے دو نکاح قرار پائے۔ ایک حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہ اس وقت چھ سال کی تھیں۔ مکہ میں اُن کا نکاح ہوا اور مدینہ آکر نو برس کی عمر میں رخصت ہو کر آئیں اور دوسرا نکاح حضرت سودہ بنت زمعہ سے کہ بیوہ تھیں کہ مکہ میں نکاح ہوا اور آپ کے ساتھ مدینہ آئیں اور ہمیشہ ازواج میں رہیں۔ (کذا فی تاریخ حبیب الہ)

اس سال دہم میں آپ طائف بنی ثقیف کی طرف تشریف لے گئے اور یہ جانا دعوت اسلام کے لیے اور نیز اس لیے تھا کہ ان سے کچھ مدد لیں (کیونکہ بعد وفات ابوطالب کے کوئی باوجاہت آدمی آپ کا حامی نہ تھا) لیکن وہاں کے سرداروں نے آپ کی کچھ مدد نہ کی بلکہ سفلے لوگوں کو بہکا کر آپ کو بہت تکلیف پہنچائی۔ آپ وہاں سے ملول ہو کر مکہ واپس ہوئے۔ جب آپ بطن نخلہ میں کہ ایک دن کی راہ پر مکہ سے ہے' پہنچے تو

---

(1) عبد مناف کے چار بیٹے تھے (1) ہاشم (2) مطلب (3) عبد شمس (4) نوفل۔ جناب رسول اللہ ﷺ ہاشم کی اولاد میں سے ہیں اور مطلب کی اولاد میں سے بنی مطلب ہیں۔ عبد شمس کی اولاد میں بنی امیہ ہیں' حضرت عثمان ؓ بنی امیہ میں سے ہیں اور نوفل کی اولاد میں جبیر بن مطعم ہیں۔ بنی مطلب حالت کفر میں بھی مثل بنی ہاشم کے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ رہے' اس سبب سے جناب رسول اللہ ﷺ نے جب حصہ ذوی القربیٰ کا تقسیم فرمایا تو بنی مطلب کو بھی دیا۔ حضرت عثمان اور جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس باب میں عرض کیا اور کہا کہ بنی ہاشم کی ترجیح کا ہمیں انکار نہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان میں پیدا کیا ہے مگر بنی مطلب اور ہم آپ سے ایک سی قرابت رکھتے ہیں' ان کی ترجیح کی کیا وجہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بنی مطلب اور بنی ہاشم مثل ذات واحد کے ہیں یعنی ہمیشہ باہم رہتے ہیں ترجیح کی یہ وجہ ہے۔

رات کو وہاں رہ گئے۔ آپ قرآن مجید نماز میں پڑھ رہے تھے کہ سات یا نو جن نینوے کے کہ ایک قریہ ہے موصل میں وہاں پہنچے اور کلام اللہ سن کر ٹھہر گئے۔ جب آپ نماز پڑھ چکے تو وہ ظاہر ہوئے۔ آپ ﷺ نے انہیں اسلام کی طرف دعوت کی' وہ سب بے توقف مسلمان ہو گئے اور انہوں نے اپنی قوم میں جا کر اسلام کی دعوت دی۔ سورہ احقاف آیت واذ صرفنا الیک نفرا من الجن میں اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے۔

پھر آپ مکہ تشریف لائے اور بدستور ہدایت خلق اللہ میں مشغول ہوئے اور آپ عکاظ و مجنہ و ذی المجاز میں کہ اسواق عرب تھے جاتے اور دعوت کرتے مگر کوئی قبیلہ متوجہ نہ ہوتا یہاں تک کہ سن گیارہ نبوت میں آپ موسم حج میں اسلام کی طرف دعوت فرما رہے تھے کہ کچھ لوگ انصار کے آپ کو ملے' آپ نے ان کو اسلام کی دعوت دی' انہوں نے یہود مدینہ سے سنا تھا کہ ایک پیغمبر عنقریب پیدا ہوں گے اور وہ انصار سے مغلوب رہتے تھے اور کہتے تھے کہ جب وہ پیغمبر پیدا ہو گئے' ہم ان کے ساتھ ہو کر تم کو قتل کریں گے۔ انصار نے آپ کی دعوت سن کر کہا کہ یہ وہی پیغمبر معلوم ہوتے ہیں جن کا ذکر یہود کرتے ہیں لیکن ایسا نہ ہو کہ یہود ہم سے پہلے ان سے آملیں اور چھ آدمی ان میں سے مشرف باسلام ہوئے اور اقرار کیا کہ آئندہ میں ہم پھر آئیں گے۔ مدینہ میں جا کر انہوں نے آپ کا ذکر کیا اور ہر گھر میں آپ کا ذکر پہنچا۔

اگلے سال کہ نبوت کا بارہواں سال تھا' بارہ آدمیوں نے آکر آپ سے ملاقات کی۔ پانچ پہلے والوں میں سے اور سات اور۔ انہوں نے احکام اسلام اور اطاعت پر بیعت کی۔ اس بیعت کا نام بیعت عقبہ اولیٰ ہے۔ آپؐ نے حسب درخواست ان کی مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو واسطے تعلیم قرآن مجید اور شرائع اسلام کے مدینہ کو بھیج دیا۔ مصعب رضی اللہ عنہ نے تعلیم قرآن و شرائع اور اسلام کی دعوت دی اور اکثر آدمی انصار میں کے مسلمان ہو گئے' تھوڑے ان میں سے باقی رہے۔

پھر اگلے سال کہ نبوت کا تیرہواں سال تھا' ستر آدمی شرفائے انصار میں سے آئے اور مشرف باسلام ہوئے اور عہد و پیمان آپ کے ساتھ کیا کہ آپ مدینہ کو تشریف لے جائیں گے ہم خدمت گزاری میں کوتاہی نہ کریں گے اور جو کوئی آپ کا دشمن مدینہ چڑھ آئے گا ہم اس سے لڑیں گے اور جان نثاری میں قصور نہ کریں گے۔ اس بیعت کا نام

بیعت عقبہ ثانیہ ہے۔ عقبہ کے معنی گھاٹی کے ہیں' ایک گھاٹی پر یہ دونوں بیعتیں ہوئی تھیں۔ (کذا فی تاریخ حبیب الہ و سیرۃ ابن ہشام)

مِنَ الرَّوْضِ

وَعِنْدَنَا مَاجَآءَ جِبْرِيْلُ وَقَالَ لَهٗ اِقْرَأْ وَاُنْزِلَتِ الْاٰيَاتُ وَالسُّوَرُ
دعى لِدِيْنِ اِلٰهِ الْعَرْشِ فَابْتَدَرَتْ لَمَّا دَعٰى زُمَرٌ مِّنْ بَعْدِهَا زُمَرُ
وَقَامَ يُنْذِرُ قَوْمًا خَالَفُوْا سَفَهًا وَكَذَّبُوْا حَسَدًا وَّالْحَقَّ هُمْ بَطِرُوْا
فَبَرَّأَ اللّٰهُ مِمَّا قَذَرُوْهُ بِهٖ وَزَوَّرُوْهُ فَاَقْوَالُ الْعِدٰى هَذَرُ
وِقَايَةُ اللّٰهِ اَغْنَتْ عَنْ مُّضَاعَفَةٍ مِنَ الدُّرُوْعِ فَمَا الْاَرْمَاحُ وَالْبُتُرُ

(ترجمہ) (۱) اور جب جبرئیل علیہ السلام آئے' آپ سے فرمایا کہ پڑھئے اور آیات اور سورتیں نازل ہونے لگیں۔ (۲) آپ نے رب العرش کے دین کی طرف دعوت فرمائی سو آپ کی دعوت پر بہت سی جماعتیں دوڑیں اور ان کے بعد اور جماعتیں دوڑیں۔ (۳) اور آپ مستعد ہو گئے کہ ایسی قوم کو ڈرانے لگے جنہوں نے حماقت سے مخالفت کی اور حسد سے تکذیب کی اور حق سے تکبر کیا۔ (۴) سو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان تہمتوں سے بری کیا جو انہوں نے آپ پر لگائی تھیں اور ان کو اختراع کیا تھا۔ (۵) حمایت خداوندی نے زرہوں کے اوپر تلے پہننے کی ضرورت نہ رکھی سو نیزے اور تلواریں کیا چیز ہیں۔

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

فصل نمبر ۱۲ (۱)

معراج شریف کے واقعات

(اور اس فصل کو بوجہ مہتم بالشان ہونے کے ملقب بہ تنویر السراج فی لیلۃ المعراج کرتا ہوں) (۲) منجملہ کمالات نبویہ عظیمۃ الشان کے ایک یہ واقعہ ہے جو مکہ میں بقول زہری سنہ ۵ نبوت (۳) کے بعد ہوا۔ (کذا قالہ النووی) جس کے راوی اتنے صحابی ہیں: (۱) حضرت عمر (۲) حضرت علی (۳) حضرت ابن مسعود (۴) حضرت ابن عباس (۵) حضرت ابن عمر (۶) حضرت ابن عمرو (۷) حضرت ابی بن کعب (۸) حضرت ابو ہریرہ (۹) حضرت انس (۱۰) حضرت جابر (۱۱) حضرت بریدہ (۱۲) حضرت سمرہ بن جندب (۱۳) حضرت حذیفہ بن الیمان (۱۴) حضرت شداد بن اوس (۱۵) حضرت صہیب (۱۶) حضرت مالک صعصعہ (۱۷) حضرت ابی امامہ (۱۸) حضرت ابو ایوب (۱۹) حضرت ابو حبہ (۲۰) حضرت ابوذر (۲۱) حضرت ابو سعید خدری (۲۲) حضرت ابو سفیان بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہم مردوں میں سے اور (۲۳) حضرت عائشہ (۲۴) حضرت اسماء بنت ابی بکر (۲۵) حضرت ام ہانی (۲۶) حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن عورتوں میں سے اور ان کے سوا اور بھی۔

اب بعض واقعات لکھتا ہوں:

---

(۱) اس فصل کی روایتیں مواہب سے ہیں اور جو دوسری کتاب کی ہیں وہاں ان کے نام کے ساتھ لفظ کذا بڑھا دیا ہے اور اگر اس فصل کو کبھی جداگانہ شائع کیا جائے تو یہ حاشیہ اس لفظ فصل پر لکھا جائے جو اس کی تمہید میں مذکور ہے جیسا حاشیہ آئندہ میں معلوم ہو گا۔

(۲) اس تلقیب مستقل میں یہ مصلحت بھی سوچی گئی کہ اگر اس کو جداگانہ چھاپنا چاہے تو نام نہ سوچنا پڑے البتہ اس صورت میں اس کے اول میں بطور تمہید کے یہ عبارت بڑھا دینا مستحسن ہو گا۔ بعد حمد و صلوٰۃ یہ ایک فصل جو نشر الطیب کی واقعہ معراج شریف میں جس کا لقب خود مؤلف نے تنویر السراج فی لیلۃ المعراج رکھا تھا جس کو استقلالاً شائع کیا جاتا ہے، وباللہ التوفیق منجملہ کمالات نبویہ الخ۔

(۳) مگر چونکہ مشہور بارہواں سنہ تھا اس لیے یہ فصل ترتیب سابق سے موخر کی گئی۔

پہلا واقعہ

نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں حطیم میں لیٹا تھا۔ (رواہ البخاری) اور ایک روایت میں ہے کہ آپ شعب ابی طالب میں تھے۔ (رواہ الواقدی) اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ام ہانی کے گھر تھے۔ (رواہ الطبرانی) اور ایک روایت میں ہے کہ آپ اپنے گھر میں تھے اور چھت کھولی گئی۔ (رواہ البخاری)

ف : جمع ان روایات میں یہ ہے کہ ام ہانی کے گھر کو جو کہ شعب ابی طالب کے پاس تھا آپ نے بہ بوجہ سکونت فائدہ کے لیے اپنا گھر فرما دیا' وہاں سے آپ کو مسجد میں حطیم میں لے گئے اور ہنوز نوم کا اثر باقی تھا کہ وہاں پہنچ کر بھی لیٹ گئے۔

ف : اور چھت کھولنے میں حکمت یہ تھی کہ آپ کو ابتدائے امر ہی معلوم ہو جائے کہ میرے ساتھ کوئی معاملہ خارق عادت ہونے والا ہے۔

دوسرا واقعہ

کچھ سوتے تھے کچھ جاگتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ مسجد حرام میں سوتے تھے کہ آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ تین شخص آئے' ایک نے کہا کہ وہ (یعنی نبی اکرم ﷺ) ان (حاضرین) میں سے کون ہیں۔ دوسرا بولا وہ جو سب سے اچھے ہوں۔ تیسرا بولا تو پھر جو سب سے اچھا ہے اسی کو لے آؤ' آئندہ شب کو پھر وہی تینوں آئے اور کچھ بولے نہیں اور آپ کو اٹھا لے گئے۔ (رواہ البخاری)

ف : یہ حالت کہ کچھ سوتے تھے اور کچھ جاگتے تھے' ابتداء میں تھی اور اسی کو سونا کہہ دیا پھر آپ جاگ اٹھے اور تمام واقعہ میں بیدار رہے۔ اور بعض روایت میں جو معراج کے اخیر میں آیا ہے کہ پھر میں جاگ اٹھا' مراد یہ ہے کہ اس حالت سے افاقہ ہو گیا اور بعض نے اس زیادت کو غیر محفوظ کہا ہے اور یہ جو کہا گیا کہ ان حاضرین میں سے کون ہیں' وجہ اس کی یہ ہے کہ قریش خانہ کعبہ کے آس پاس سویا کرتے تھے۔ (رواہ الطبرانی) اور طبرانی ہی میں ہے کہ اول جبریل و میکائیل آئے اور یہ گفتگو کر کے چلے گئے پھر تین

اور آئے اور مسلم میں ارشاد نبوی ہے کہ میں نے ایک کو کہنے والے کو سنا کہ کہتا ہے کہ ان تین میں ایک شخص ہیں جو دو شخص کے بیچ میں ہیں اور مواہب میں ہے کہ مراد ان دو شخصوں سے حضرت حمزہ اور حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ان دونوں کے درمیان سو رہے تھے۔

تیسرا واقعہ

اول آپ کا سینہ اوپر سے اسفل بطن تک چاک کیا گیا اور آپ کا قلب نکالا گیا اور ایک زرین طشت میں زمزم شریف کا پانی تھا اس سے آپ کا قلب دھویا گیا پھر ایک اور طشت آیا جس میں ایمان اور حکمت تھا وہ قلب میں بھر دیا گیا اور اس کے اصلی مقام پر اس کو رکھ کر درست کر دیا گیا۔ (کذا رواہ مسلم من روایتین عن ابی ذر و مالک بن صعصعۃ)

ف : ملائکہ کا زمزم شریف سے آپ کے قلب کو دھونا حالانکہ کوثر سے بھی پانی آسکتا تھا بعض علماء کے نزدیک اس کی دلیل ہے کہ آب زمزم اس سے افضل ہے۔ (قالہ شیخ الاسلام البلیقنی) اور سونے کے طشت کا استعمال باوجود اس کے ممنوع ہونے کے کئی توجیہ کو محتمل ہے۔ اول یہ کہ تحریم ذہب مدینہ میں ہوئی تو اس وقت تحریم نہ تھی۔ (فتح الباری) دوسرے یہ کہ معراج از قبیل امور آخرت تھی اور آخرت میں استعمال سونے کا جائز ہو گا۔ تیسرے یہ کہ آپ نے استعمال نہیں کیا اور ملائکہ اس حکم کے مکلف نہیں۔ (عن ابن ابی جمرۃ) اور ایمان و حکمت کا طشت میں ہونا اس کے معنی یہ ہیں کہ کوئی ایسی چیز جواہر غیبیہ سے تھی جس سے ایمان اور حکمت میں ترقی ہو جیسے دنیا کے بعض جواہر کا تلبس و استعمال قلب اور دماغ میں قوت اور فرحت بڑھاتا ہے چونکہ وہ سبب تھا حکمت و ایمان کا اس لیے اس کا یہی نام رکھ دیا گیا۔ (کذا قالہ النووی)

چوتھا واقعہ

پھر آپ کے پاس ایک دابہ (جانور) سفید رنگ کا حاضر کیا گیا جو براق کہلاتا ہے جو دراز گوش سے ذرا اونچا اور خچر سے ذرا نیچا تھا جو اس قدر برق رفتار ہے کہ اپنی منتہائے

نظر پر قدم رکھتا ہے۔ (کذا رواہ مسلم) اور اس پر زین و لگام لگا ہوا تھا۔ جب آپ سوار ہونے لگے تو وہ شوخی کرنے لگا حضرت جرائیل علیہ السلام نے کہا کہ تجھ کو کیا ہوا' آپ سے زیادہ مکرم عنداللہ کوئی شخص تجھ پر سوار نہیں ہوا' بس وہ عرق عرق ہو گیا۔ (رواہ الترمذی) اور آپ اس پر سوار ہوئے اور جبریل علیہ السلام نے آپ کی رکاب پکڑی اور میکائیل علیہ السلام نے لگام تھامی۔ (عن شرف المصطفی بروایتہ ابی سعد)

ف : یہ شوخی براق کی غضباً نہ تھی بلکہ طرباً تھی پھر آپ کے مرتبہ کی تجدید استحضار و تنبیہ سے خجل ہو کر ساکن ہو گیا جیسا ایک بار حضور ﷺ پہاڑ پر تشریف رکھتے تھے اور اس کو حرکت ہوئی اور آپ کے ارشاد سے ساکن ہو گیا کہ اثبت فانما علیک نبی و صدیق و شہیدان۔ اور یہ جو بعض روایات میں آیا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے براق پر اپنے پیچھے سوار کیا (رواہ ابن حبان فی صحیحہ والحارث فی مسندہ) سو ان کو روایت بالا سے تعارض نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ اول اول جبریل علیہ السلام خود بھی اس مصلحت سے سوار ہو لیے ہوں کہ آپ کو طبعاً خوف معلوم نہ ہو پھر اُتر کر رکاب تھام لی اور دونوں حالتوں میں گاہ گاہ ضرورت کے موقع پر آپ کو تھامنے کے لیے ہاتھ پکڑ لیتے ہوں۔

پانچواں واقعہ

جب آپ منزل مقصود کو روانہ ہوئے تو آپ کا گزر ایک ایسی زمین پر ہوا جس میں کھجور کے درخت کثرت سے تھے۔ جبریل علیہ السلام نے آپ سے کہا کہ اٹھ کر یہاں نماز (نفل) پڑھیے' آپ ﷺ نے نماز پڑھی۔ جبریل علیہ السلام نے کہا آپ ﷺ نے یثرب [1] (مدینہ) میں نماز پڑھی پھر ایک سفید زمین پر سے آپ کا گزر ہوا۔ جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے کہا کہ اٹھ کر یہاں نماز (نفل) پڑھیے' آپ ﷺ نے نماز پڑھی۔ جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے کہا کہ آپ نے مدین میں نماز پڑھی پھر بیت اللحم پر گزر ہوا وہاں بھی نماز پڑھائی اور کہا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ (رواہ البزار والطبرانی وصححہ البیہقی فی الدلائل)

---

(۱) اس وقت تک اس کا نام یہی تھا پھر نبی اکرم ﷺ کے قدوم میمنت لزوم کے بعد سے مدینہ مقرر ہوا اور بعض روایات میں اب یثرب کہنے کی کراہت آئی ہے۔

ایک روایت میں بجائے مدین کے طور سینا ہے کہ آپ ﷺ نے طور سینا پر نماز پڑھی ہے' جہاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا۔ (کذا رواہ النسائی)

چھٹا واقعہ

جس میں عجائب واقعات برزخ کے ملاحظہ فرمائے اور وہ یہ ہے کہ آپ کا گزر ایک عجوزہ پر ہوا جو سر راہ کھڑی تھی۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ اے جبریل یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا چلئے چلئے' آپ چلتے رہے۔ ایک بڈھا رستہ سے بچا ہوا ملا کہ آپ کو بلاتا ہے کہ اے محمد (ﷺ) ادھر آیئے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا چلئے چلئے اور آپ کا ایک جماعت پر گزر ہوا کہ انہوں نے آپ کو بایں الفاظ سلام کیا' السلام علیک یا اول' السلام علیک یا آخر' السلام علیک یاحاشر۔ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ ان کو جواب دیجئے اور اس حدیث کے آخر میں ہے کہ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ وہ بڑھیا جو آپ نے دیکھی' وہ دنیا تھی۔ سو دنیا کی اتنی عمر رہ گئی ہے جیسی بڑھیا کی عمر رہ جاتی ہے اور جس نے آپ کو پکارا تھا وہ ابلیس تھا۔ اگر آپ ابلیس کے اور دنیا کے پکارنے کا جواب دے دیتے تو آپ کی امت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی اور جنہوں نے آپ کو سلام کیا تھا' یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ (رواہ البیھقی فی الدلائل وقال الحافظ عماد الدین بن کثیر فی الفاظہ نکارۃ و غرابۃ)

اور طبرانی اور بزار کی حدیث میں بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ ہے کہ آپ کا گزر ایسی قوم پر ہوا جو ایک ہی دن میں بو بھی لیتے تھے اور کاٹ بھی لیتے تھے اور جب کاٹتے ہیں پھر وہ ویسا ہی ہو جاتا ہے جیسے کاٹنے سے قبل تھا۔ آپ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں' ان کی نیکی سات سو گنا تک بڑھتی ہے اور وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا نعم البدل عطا فرماتا ہے اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔

اور پھر ایک قوم سے گزر ہوا جس کے سر پتھر سے پھوڑے جاتے ہیں اور جب وہ کچلے جا چکتے ہیں تو پھر حالت سابقہ پر آجاتے ہیں اور اس کا سلسلہ ذرا بند نہیں ہوتا۔ آپ ﷺ نے پوچھا اے جبریل یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو فرض نماز سے

سرگردانی کرتے ہیں۔

پھر ایک قوم پر آپ کا گزر ہوا کہ ان کی شرم گاہ کے آگے پیچھے چھیتڑے لپٹے ہوئے تھے اور وہ مواشی کی طرح چر رہے تھے اور زقوم اور جہنم کے پتھر کھا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اور ان پر اللہ تعالیٰ نے ظلم نہیں کیا اور آپ کا رب اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

پھر آپ کا گزر ایک قوم پر ہوا جن کے سامنے ہنڈیا میں پکا ہوا گوشت رکھا ہے' ایک ہنڈیا میں کچا اور سڑا ہوا گوشت رکھا ہے اور وہ لوگ اس کچے اور سڑے ہوئے گوشت کو کھا رہے ہیں اور پکا ہوا گوشت نہیں کھاتے۔ آپ ﷺ نے پوچھا اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے جواب دیا یہ آپ کی امت میں سے وہ مرد ہیں جن کے پاس حلال طیب بیوی ہو اور پھر وہ ناپاک عورت کے پاس آئے اور شب باش ہو' یہاں تک کہ صبح ہو جائے۔ اس طرح وہ عورت ہے جو اپنے طیب شوہر کے پاس سے اٹھ کر کسی ناپاک مَرد کے پاس آئے اور رات کو اس کے پاس رہے یہاں تک کہ صبح ہو جائے۔

پھر آپ ﷺ کا ایک شخص کے پاس سے گزر ہوا جس نے ایک بڑا گٹھا لکڑیوں کا جمع کر رکھا ہے کہ وہ اس کو اٹھا نہیں سکتا' وہ اس میں اور لا لا کر رکھتا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ آپ کی امت میں ایسا شخص ہے جس کے ذمہ لوگوں کے بہت سے حقوق و امانت ہیں جن کے ادا پر قادر نہیں اور وہ اور زیادہ لاتا چلا جاتا ہے۔

پھر آپ ﷺ کا ایسی قوم پر گزر ہوا جن کی زبانیں اور ہونٹ آہنی مقراضوں سے کاٹے جا رہے ہیں اور جب وہ کٹ چکے ہوتے ہیں تو پھر حالت سابقہ پر آجاتے ہیں اور یہ سلسلہ بند نہیں ہوتا' آپ ﷺ نے پوچھا اے جبریل یہ کیا ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ گمراہی میں ڈالنے والے واعظ ہیں۔

پھر آپ ﷺ کا گزر ایک چھوٹے پتھر پر ہوا جس میں سے ایک بڑا بیل پیدا ہوتا ہے پھر وہ بیل اس پتھر کے اندر جانا چاہتا ہے لیکن نہیں جا سکتا' آپ ﷺ نے پوچھا اے جبریل یہ کیا ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ اس شخص کا حال ہے جو ایک بڑی بات منہ سے

نکالے پھر نادم ہو مگر اس کو واپس کرنے پر قادر نہیں۔
پھر ایک وادی پر سے گزر ہوا وہاں ایک پاکیزہ خنک ہوا اور مشک کی خوشبو آئی اور ایک آواز سنی۔ آپ ﷺ نے پوچھا اے جبرئیل یہ کیا ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ جنت کی آواز ہے کہتی ہے کہ اے رب جو مجھ سے وعدہ کیا ہے مجھ کو دے دیجئے کیونکہ میرے بالاخانے اور استبرق اور حریر اور سندس اور عبقری اور موتی اور مونگے اور چاندی اور سونا اور گلاس اور تشتریاں اور دستہ دار کوزے اور مرکب اور شہد اور دودھ اور شراب بہت کثرت سے پہنچ گئے تو اب میرے وعدے کی چیز (یعنی سکان جنت) مجھ کو دے دیجئے (کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ تیرے لیے تجویز کیا گیا ہے ہر مسلم اور مسلمہ اور مومن اور مومنہ اور جو مجھ پر اور میرے رسولوں پر ایمان لائے اور میرے ساتھ شرک نہ کرے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے اور جو مجھ سے ڈرے گا مامون رہے گا اور جو مجھ سے مانگے گا میں اس کو دوں گا اور جو مجھ کو قرض دے گا میں اس کو جزا دوں گا اور جو مجھ پر توکل کرے گا میں اس کو کفایت کروں گا' میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں میں وعدہ خلافی نہیں کرتا بیشک مومنوں کو فلاح حاصل ہوئی اور اللہ تعالیٰ جو احسن الخالقین ہے بابرکت ہے۔ جنت نے کہا میں راضی ہو گئی۔
پھر ایک وادی سے گزر ہوا اور ایک وحشت ناک آواز سنی اور بدبو محسوس ہوئی۔ آپ ﷺ نے پوچھا اے جبرئیل یہ کیا ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ جہنم کی آواز ہے' کہتی ہے اے رب مجھ سے جو وعدہ کیا ہے (یعنی دوزخیوں سے بھرنے کا) مجھ کو عطا فرما کیونکہ میری زنجیریں اور طوق اور شعلے اور گرم پانی اور پیپ اور عذاب بہت کثرت کو پہنچ گئے اور میرا قہر بہت دراز اور گرمی بہت تیز ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ تیرے لیے تجویز کیا گیا ہے ہر مشرک اور مشرکہ اور کافر اور کافرہ اور ہر متکبر معاند جو یوم حساب پر یقین نہیں رکھتا۔ دوزخ نے کہا میں راضی ہو گئی۔
اور ابو سعید کی روایت میں بیہقی کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا مجھ کو داہنی طرف سے ایک پکارنے والے نے پکارا کہ میری طرف نظر کیجئے میں آپ سے کچھ دریافت کرتا ہوں' میں نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ پھر ایک اور نے مجھ کو بائیں طرف سے اسی طرح پکارا' میں نے اس کو بھی جواب نہیں دیا اور اس میں یہ بھی ہے کہ ایک عورت پر

نظر پڑی جو اپنے ہاتھوں کو کھولے ہوئے ہے' اس پر ہر قسم کی آرائش ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے' اس نے بھی کہا اے محمد (ﷺ) میری طرف بھی نظر کیجئے میں آپ سے کچھ دریافت کروں گی' میں نے اس کی طرف التفات نہیں کیا۔

اور اسی حدیث میں ہے کہ جبریل علیہ السلام نے آپ سے کہا پہلا پکارنے والا یہود کا داعی تھا اگر آپ اس کو جواب دیتے تو آپ کی امت یہودی ہو جاتی اور دوسرا پکارنے والا نصاریٰ کا داعی تھا' اگر آپ اس کو جواب دیتے تو آپ کی امت نصرانی ہو جاتی اور وہ عورت دنیا تھی۔ (یعنی اس کے پکارنے کا جواب دینے کا اثر یہ ہوتا کہ امت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی جیسا اوپر [1] آچکا ہے) اور (ظاہراً یہ واقعات قبل عروج الی السموات [2] دیکھے گئے اور بعض واقعات میں بعد عروج [3] دیکھنے کی تصریح ہے چنانچہ) اسی حدیث بالا میں ہے کہ آپ ﷺ آسمان دنیا پر تشریف لے گئے اور وہاں آدم علیہ السلام کو دیکھا اور وہاں بہت سے خوان رکھے دیکھے جن پر پاکیزہ گوشت رکھا ہے مگر اس پر کوئی شخص نہیں اور دوسرے خوانوں پر سڑا گوشت رکھا ہے اور اس پر بہت سے آدمی بیٹھے کھا رہے ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو حلال چھوڑتے ہیں اور حرام کو کھاتے ہیں۔

اور اسی میں یہ بھی ہے کہ آپ کا گزر ایسی قوم پر ہوا جن کے پیٹ کوٹھڑیوں جیسے ہیں' جب ان میں سے کوئی اٹھتا ہے تو فوراً گر پڑتا ہے۔ جبریل علیہ السلام نے آپ سے کہا کہ یہ سود کھانے والے ہیں۔ اور آپ کا گزر ایسی قوم پر ہوا کہ ان کے ہونٹ اونٹ کے سے ہیں' وہ چنگاریاں نگلتے ہیں اور وہ ان کے اسفل سے نکل رہی ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ظلم کے ساتھ کھاتے تھے۔ اور آپ کا گزر ایسی عورتوں پر ہوا کہ پستانوں سے (بندھی ہوئی) لٹک رہی تھیں اور وہ زنا کرنے والیاں تھیں۔ اور آپ کا گزر ایسی قوم پر ہوا جن کے پہلو کا گوشت کاٹا جاتا تھا اور ان ہی کو کھلایا جاتا تھا اور وہ لوگ چغل خور عیب چیں تھے۔

---

(۱) یعنی سرخی' پچھلے واقعہ کے شروع پر۔

(۲) چنانچہ دلائل بیہقی والی حدیث کے شروع میں یہ الفاظ وارد ہیں : فقال لھا جبریل مه یا براق فواللہ ما رکبک مثله فسار رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فاذا ھو بعجوزۃ الخ' جن سے متبادر یہ معلوم ہوتا ہے کہ رکوب براق کے بعد متصل ہی ان واقعات کا انکشاف ہوا۔

(۳) مقتضا ترتیب کا ان کا ذکر کرنا بعد ذکر عروج کے تھا مگر واقعات کے تناسب سے یہ اقتران مستحسن معلوم ہوا۔

ف : عالم برزخ باعتبار مکان کے خواہ کہیں ہو مگر انکشاف اس کا مشروط نہیں۔ صاحب کشف کے اس مکان میں ہونے کے ساتھ اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ احوال ان صورتوں کے نظر آئے ہوں جو آدم علیہ السلام کے یسار میں تھیں جن کا ذکر دسویں واقعہ میں آئے گا۔ اور بعض مکشوفات کی نسبت تصریح نہیں کہ قبل عروج مشاہدہ فرمایا یا بعد عروج' جیسے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب آپ کو معراج کرائی گئی تو بعض ایسے انبیاء پر آپ کا گزر ہوا جن کے ساتھ بڑا مجمع تھا اور بعض ایسوں پر گزر ہوا جن کے ساتھ چھوٹا مجمع تھا اور بعض کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا یہاں تک کہ آپ کا گزر ایک بہت بڑے مجمع پر ہوا' میں نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ کہا گیا کہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ہیں لیکن اپنا سر اوپر اٹھایئے اور دیکھئے' سو دیکھتا کیا ہوں کہ اتنا عظیم الشان مجمع ہے کہ سب آفاق کو گھیر رکھا ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ آپ کی امت ہے اور ان کے علاوہ آپ کی امت میں سے ستر ہزار اور ہیں جو جنت میں بے حساب داخل ہوں گے۔ اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ وہ ہیں جو داغ نہیں لگاتے اور جھاڑ پھونک نہیں کرتے اور شگون نہیں لیتے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ (کذا رواہ الترمذی)

ساتواں واقعہ

جب آپ بیت المقدس پہنچے' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مسلم میں روایت ہے کہ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے براق کو اس حلقہ سے باندھ دیا جس سے انبیاء علیہم السلام (اپنے مراکب کو باندھتے تھے) اور بزار نے بریدہ سے روایت کیا کہ جبریل علیہ السلام نے پتھر میں جو کہ بیت المقدس میں ہے' انگلی سے سوراخ کر کے اس سے براق کو باندھ دیا۔

ف : دونوں روایتیں اس طرح جمع ہو سکتی ہیں کہ وہ حلقہ تو قدیم الزماں سے ہو لیکن کسی وجہ سے بند ہو گیا ہو' جبریل علیہ السلام نے انگلی سے کھول دیا ہو اور دونوں حضرات باندھنے میں شریک ہوں۔ اور اس پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ باندھنے کی ضرورت کیا تھی کہ وہ تو مسخر کر کے بھیجا گیا تھا ممکن ہے کہ اس عالم میں آنے سے اس میں کچھ آثار یہاں کے پیدا ہوں گے' اگر بھاگنے کا بھی اندیشہ نہ ہوتا تاہم اس کی شوخی وغیرہ سے آپ کے قلب کے پریشان ہونے کا احتمال ہو اور حکمتوں کا احاطہ کون کر سکتا ہے۔

آٹھواں واقعہ

تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ بیت المقدس پہنچے اور اس مقام پر پہنچے جس کا نام باب محمد ہے تو براق کو باندھ کر دونوں صاحب فناء مسجد میں پہنچے تو جبریل علیہ السلام نے کہا کہ اے محمد کیا آپ نے اپنے رب سے درخواست کی تھی کہ آپ کو حور عین دکھلائے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ ان عورتوں کے پاس جایئے اور ان کو سلام کیجئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے پوچھا تم کس کے لیے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم نیک ہیں، حسین ہیں اور ایسے مردوں کی بیویاں ہیں جو پاک ہیں صاف ہیں اور میلے نہ ہوں گے اور ہمیشہ رہیں گے کبھی جنت سے جدا نہ ہوں گے اور ہمیشہ زندہ رہیں گے اور کبھی نہ مریں گے سو وہاں سے ہٹ کر تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ بہت سے آدمی جمع ہو گئے پھر ایک موذن نے اذان کہی اور تکبیر کہی گئی۔ ہم سب صف باندھ کر منتظر کھڑے تھے کہ کون امام بنے سو میرا ہاتھ جبریل علیہ السلام نے پکڑ کر آگے کھڑا کر دیا، میں نے سب کو نماز پڑھائی۔ جب میں فارغ ہوا تو جبریل علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ آپ کو خبر ہے کن لوگوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا کہ جتنے نبی مبعوث ہوئے سب نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔

اور بیہقی نے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں اور جبریل بیت المقدس (کی مسجد) میں داخل ہوئے اور دونوں نے دو دو رکعت نماز پڑھی۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے کہ میں مسجد میں گیا تو انبیاء علیہم السلام کو میں نے پہچانا۔ کوئی صاحب کھڑے ہیں، کوئی رکوع میں ہیں اور کوئی سجدہ میں پھر ایک اذان کہنے والے نے اذان کہی اور ہم صفوف درست کر کے اس انتظار میں کھڑے ہو گئے کہ کون امامت کرتے ہیں؟ سو جبریل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھا دیا اور میں نے سب کو نماز پڑھی۔

اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مسلم نے روایت کیا ہے کہ نماز کا وقت آگیا اور میں ان کا امام بنا اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ روایت ہے کہ جب آپ مسجد اقصیٰ میں

پہنچے تو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے تو تمام انبیاء آپ کے ساتھ نماز پڑھنے لگے۔

اور بیہقی میں ابو سعید رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت ہے کہ آپ نے داخل ہو کر فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی یعنی اس جماعت کے آپ امام ہوئے۔[1]

جب نماز پوری ہو گئی تو ملائکہ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ تمہارے ہمراہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین ہیں۔ ملائکہ نے کہا کہ کیا ان کے پاس پیام الٰہی (نبوت کے لیے یا آسمانوں پر لانے کے لیے) بھیجا گیا؟ جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں۔ فرشتوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ان پر تحیت نازل فرمائے کہ بہت اچھے بھائی اور بہت اچھے خلیفہ ہیں (یعنی ہمارے بھائی اور اللہ تعالیٰ کے خلیفہ) پھر ارواح انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی اور ان سب نے اپنے رب پر ثنا کی‘ سو ابراہیم علیہ السلام نے اس طرح تقریر کی کہ تمام محامد اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں جس نے مجھ کو خلیل بنایا اور مجھ کو ملک عظیم عطا فرمایا اور مجھ کو مقتدا صاحب قنوت بنایا کہ میرا اقتدا کیا جاتا ہے اور مجھ کو آتش (نمرودی) سے نجات دی اور اس کو میرے حق میں خنک اور سلامتی کا ذریعہ بنا دیا۔

پھر موسیٰ علیہ السلام نے رب پر ثنا کر کے یہ تقریر کی کہ تمام محامد اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں جس نے مجھ سے کلام (خاص) فرمایا اور مجھ کو برگزیدہ فرمایا اور مجھ پر توریت نازل فرمائی اور فرعون کی ہلاکت اور بنی اسرائیل کی نجات میرے ہاتھ پر ظاہر فرمائی اور میری امت کو ایسی قوم بنایا کہ حق کے موافق وہ ہدایت کرتے ہیں اور اسی کے موافق عدل کرتے ہیں۔

پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے رب کی ثنا کر کے یہ تقریر کی کہ جمیع محامد اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں جس نے مجھ کو ملک عظیم عطا فرمایا اور مجھ کو زبور کا علم دیا اور میرے لیے لوہے کو نرم کیا اور میرے لیے پہاڑوں کو مسخر کیا کہ وہ میرے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور پرندوں کو بھی (تسبیح کے لیے مسخر فرمایا) اور مجھ کو حکمت اور صاف تقریر عنایت فرمائی۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے رب کی ثنا کے بعد یہ تقریر کی کہ جمیع محامد ثابت ہیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے میرے لیے ہوا کو مسخر فرمایا اور شیاطین کو بھی مسخر کیا کہ جو چیز میں چاہتا تھا وہ بناتے تھے جیسے عمارات عالی شان اور مجسم تصاویر کہ (اُس

---

(1) کیونکہ جب آپ امام الانبیاء ہیں اور انبیاء ملائکہ سے افضل ہیں تو امام الملائکہ بدرجہ اولیٰ ہوں گے۔

وقت درست تھیں) اور مجھ کو پرندوں کی بولی کا علم دیا اور اپنے فضل سے مجھ کو ہر قسم کی چیز دی اور میرے لیے شیاطین اور انسان اور جن اور طیور (پرندوں) کے لشکروں کو مسخر کیا اور مجھ کو ایسی سلطنت بخشی کہ میرے بعد کسی کے لیے شایاں نہ ہو گی اور میرے لیے ایسی پاکیزہ سلطنت تجویز کی کہ اس کے متعلق مجھ سے کچھ حساب ہی نہ ہو گا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کی ثنا کر کے یہ تقریر کی کہ تمام محامد اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں جس نے مجھ کو اپنا کلمہ بنایا اور مجھ کو مشابہ آدم (علیہ السلام) کے بنایا کہ ان کی مٹی سے بنا کر کہہ دیا کہ تو (ذی روح) ہو جا اور وہ (ذی روح) ہو گیا اور مجھ کو لکھنا اور حکمت اور توراۃ و انجیل کا علم دیا اور مجھ کو ایسا بنایا کہ میں مٹی سے پرندہ کی شکل کا قالب بنا کر اس میں پھونک مار دیتا تھا تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا اور مجھ کو ایسا بنایا کہ میں بحکم الٰہی مادر زاد اندھے اور جذامی کو اچھا کر دیتا تھا اور مُردوں کو زندہ کر دیتا تھا اور مجھ کو پاک کیا اور مجھ کو اور میری والدہ کو شیطان رجیم سے پناہ دی' سو ہم پر شیطان کا کوئی قابو نہیں چلتا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر محمد ﷺ نے رب کی ثنا کی اور فرمایا کہ تم سب نے اپنے رب کی ثنا کی اور میں بھی اپنے رب کی ثنا کرتا ہوں۔ جمیع محامد اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں جس نے مجھ کو رحمۃ للعالمین اور تمام لوگوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا اور پھر فرقان یعنی قرآن مجید نازل کیا جس میں ہر (دینی ضروری) امر کا بیان ہے (خواہ صراحۃً خواہ اشارۃً) اور میری امت کو بہترین امت بنایا کہ لوگوں کے نفع (دین) کے لیے پیدا کی گئی ہے اور میری امت کو امت عادلہ بنایا اور میری امت کو ایسا بنایا کہ وہ اول بھی ہیں (یعنی رتبہ میں) اور آخر بھی ہیں (یعنی زمانہ میں) اور میرے سینہ کو فراخ فرمایا اور میرا بار مجھ سے ہلکا کیا اور میرے ذکر کو بلند فرمایا اور مجھ کو سب کا شروع کرنے والا اور سب کا ختم کرنے والا بنایا (یعنی نور میں اول اور ظہور میں آخر) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے (سب سے خطاب کر کے) فرمایا بس ان کمالات کے سبب محمد (ﷺ) تم سب سے فائق ہو گئے۔ پھر آپ کے عروج الی السموات کا ذکر کیا۔

اور ایک روایت میں آپ نے بالخصوص تین پیغمبروں ابراہیم' موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کا نماز پڑھنا اور ہر ایک کا حلیہ بیان فرمایا اور اس میں یہ بھی ہے کہ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو مجھ سے ایک کہنے والے نے کہا اے محمد! یہ مالک داروغہ دوزخ کے ہیں ان کو سلام

کیجئے۔ میں نے ان کی طرف دیکھا تو انہوں نے پہلے مجھ کو سلام کیا۔ (کذا رواہ مسلم)

اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ سے روایت کیا ہے کہ لیلتہ الاسراء میں دجال کو بھی دیکھا اور خازن نار کو بھی دیکھا۔ (کذا رواہ مسلم)

ظاہراً اس اقتران ذکری سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال کو بھی بیت المقدس کے موقع پر دیکھا یعنی اس کی صورت مثالیہ کو کیونکہ وہاں اس کا نہ ہونا ظاہر ہے۔

نواں واقعہ

اور ایک روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ فارغ ہو کر مسجد سے باہر تشریف لائے' جبریل علیہ السلام آپ کے سامنے ایک ظرف شراب کا اور ایک دودھ کا لائے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں میں نے دودھ کو اختیار کیا۔ جبریل علیہ السلام نے کہا آپ نے فطرت (یعنی طریق دین) کو اختیار فرمایا پھر آسمان کی طرف عروج کیا۔ (کذا رواہ مسلم)

اور احمد کی حدیث میں بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک ظرف دودھ کا اور ایک شہد کا آیا۔

اور بزار کی روایت میں تین ظرف آئے دودھ' شراب اور پانی۔

اور شداد بن اوس کی حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ بعد نماز کے مجھے پیاس لگی اس وقت یہ برتن حاضر کئے گئے' میں نے دودھ کو اختیار۔ جبکہ ایک بزرگ جو میرے سامنے تھے جبریل علیہ السلام سے کہا تمہارے دوست نے فطرت کو اختیار کیا۔

ف : براق کے باندھنے کے بعد جو واقعات مذکور ہیں ان میں ترتیب اس طرح مفہوم ہوتی ہے :

۱--- فناء مسجد میں پہنچ کر حوروں سے ملنا اور بات کرنا۔ (متعلق واقعہ ہشتم و نہم)

۲--- نبی اکرم ﷺ کا اور جبریل علیہ السلام کا دو رکعت نماز پڑھنا' غالباً یہ تحیتہ المسجد ہے۔ اس وقت غالباً بعض دوسرے انبیاء علیہم السلام پہلے سے جمع تھے جن کو آپ نے مختلف حالتوں میں دیکھا۔ کسی کو راکع' کسی کو ساجد غالباً یہ سب تحیتہ المسجد پڑھتے تھے اور ان میں بعض کو پہچانا بھی اور معلوم ہوتا ہے کہ یہی حضرات تمام اپنی نمازوں سے فارغ ہو کر اسی تحیتہ المسجد میں بھی آپ کے مقتدی ہو گئے ہوں گے۔

۳--- پھر بقیہ انبیاء علیہم السلام کا جمع ہونا۔

۴--- پھر اذان اور تکبیر ہونا اور جماعت ہونا جس میں آپ امام تھے اور تمام انبیاء علیہم السلام اور بعض ملائکہ آپ کے مقتدی تھے۔ ان میں سے بعض آپ کو نہ پہچانتے تھے اس واسطے جبریل علیہ السلام نے بتلایا کہ جمیع انبیاء مبعوثین نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور اس کی تحقیق کہ یہ نماز کون سی تھی واقعہ بست و سوم (۲۳) کے ذیل میں آئے گی۔ اور اذان اور اقامت یا تو ایسی ہی ہو گو عام حکم اس کا مدینہ میں پہنچنے کے بعد ہوا اور یا اور طرح کی ہو۔

۵--- پھر ملائکہ سے تعارف ہوا' شاید خازن نار سے ملاقات بھی اسی ضمن میں ہوئی جس میں انہوں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں اور نام سن کر فرشتوں کا کہنا کیا ان کے پاس پیغام الٰہی بھیجا گیا' دلیل اس کی ہے کہ ان فرشتوں کو آپ کے متعلق یہ علم تھا کہ آپ کے لیے ایسا ہونے والا ہے۔ آگے اس میں دو احتمال ہیں یا تو ہنوز عطاء نبوت ہی کا علم نہ ہوا ہو کیونکہ ملائکہ کے مشاغل مختلف ہیں' دوسرے معاملات کا ہر وقت علم نہیں ہوتا اور یا نبوت کا علم پہلے سے ہو اور مقصود پوچھنے سے یہ ہو کہ معراج کے لیے ان کے پاس حکم پہنچ چکا اور اس طرح آگے جو سموات میں سوال ہوا ہے وہاں بھی یہی تقریر ہے۔

۶--- پھر حضرات انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہونا۔

۷--- پھر سب حضرات کا خطبہ پڑھنا۔

۸--- پھر پیالوں کا پیش ہونا جن کی روایات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ چار تھے دودھ' شہد' شراب اور پانی۔ کسی نے دو کے ذکر پر اکتفا کیا' کسی نے تین کے ذکر پر کہ تین ہوں۔ ایک پیالے میں پانی ہو کہ شیرینی میں شہد جیسا ہو کبھی اس کو شہد کہہ دیا ہو کبھی پانی اور ہرچند کہ شراب اس وقت حرام نہ تھی کیونکہ یہ مدینہ میں حرام ہوئی مگر سامان نشاط ضرور ہے اس لیے مشابہ دنیا کے لیے شہد بھی اکثر تلذذ کے لیے پیا جاتا ہے غذا کے لیے۔ تو یہ بھی امر زائد اور اشارہ لذت دنیا کی طرف ہوا اور پانی بھی غذا نہیں جس طرح دنیا معین دین ہے مقصود نہیں اور دین خود غذا روحانی مقصود ہے جیسا دودھ غذا جسمانی مقصود ہے اور گو غذائیں اور بھی ہیں مگر دودھ کی اوروں پر ترجیح ہے' یہ کھانے اور پینے دونوں کے کام آتا ہے اور ایسے ہی ظروف کا بعد سدرۃ المنتہٰی کے پیش ہونا آیا

ہے جیسا آگے آئے گا تو یہ پیشی مکرر ہوئی ہے۔ اصرح به الحافظ العماد الدین ابن کثیر، شاید اس میں مصلحت تقویت تنبیہہ و تاکید تحذیر ہو۔

۹--- پھر آسمان کا سفر اور اس تقریر سے جس طرح ترتیب واقعات کی معلوم ہوئی اس طرح روایت مذکورہ کے اشکالات از قبیل تعارض بھی رفع ہو گئے اور روایات جمع ہو گئیں ولعل عند غیری احسن من ھذا۔ شاید یہاں پر انبیاء اور ملائکہ کا جمع ہونا بطور استقبال نبوی کے ہو' واللہ اعلم۔

دسواں واقعہ

اس کے بعد آپ کا آسمانوں پر صعود ہوا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ براق پر تشریف لے گئے۔ بخاری میں آپ کا ارشاد ہے کہ بعد قلب دھونے اور اس میں ایمان و حکمت بھرنے کے مجھ کو براق پر سوار کیا گیا جس کا ایک قدم اس کے منتہائے نگاہ پر پڑتا ہے اور مجھ کو جبریل لے چلے یہاں تک کہ آسمان دنیا تک پہنچے۔ اس سے ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے کہ آسمان پر ہی براق کی سواری پر تشریف لے گئے گو درمیان میں بیت المقدس بھی اُترے۔

اور بیہقی میں ابو سعید رضی اللہ عنہ کی روایت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ پھر (یعنی بعد فراغ اعمال بیت المقدس کے) جڑ میں میرے سامنے ایک زینہ لایا گیا جس پر بنی آدم کی ارواح (بعد موت کے) چڑھتی ہے سو اس زینہ سے زیادہ خوبصورت خلائق کی نظر سے نہیں گزرا۔ تم نے (بعض) میت کو آنکھیں پھاڑ کر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے دیکھا ہوگا' وہ اس زینہ کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور شرف مصطفیٰ میں ہے کہ یہ زینہ جنت الفردوس سے لایا گیا اور اس کے داہنے بائیں ملائکہ اوپر تلے گھیرے ہوئے تھے۔ اور کعب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے آپ کے لیے ایک زینہ چاندی کا رکھا گیا اور ایک سونے کا یہاں تک کہ آپ اور جبریل علیہ السلام اس پر چڑھے۔

اور ابن اسحاق کی روایت میں آپ کا ارشاد ہے کہ جب میں بیت المقدس کے قصہ سے فارغ ہوا تو یہ زینہ لایا گیا اور میرے رفیق راہ (جبریل علیہ السلام) نے مجھ کو اس پر چڑھایا یہاں تک کہ دروازہ آسمان تک پہنچے۔

ف : براق اور زینہ کی روایات میں اس طرح جمع ممکن ہے کہ کچھ ایک پر سفر کیا ہو کچھ دوسرے پر جس طرح مکرم مہمان کے روبرو کئی سواریاں حاضر کی جاتی ہیں اس کو اختیار ہوتا ہے خواہ تھوڑی تھوڑی مسافت سب پر قطع کرے اور براق ہرچند کہ نہایت تیز رفتار ہے مگر اس کی سرعت اور بطوء راکب کے قبضہ میں ہو گا کیونکہ براق پر سوار ہونے کے بعد مختلف مواقع و مقامات پر نزول اور مختلف مناظر پر مفصل اطلاع و مرور ظاہر اعتدال فی السیر کا قرینہ ہے۔

گیارہواں واقعہ

حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ اول آسمان دنیا تک پہنچے۔ جبریل علیہ السلام نے (آسمان کا) دروازہ کھلوایا۔ (ملائکہ بوابین کی طرف سے) پوچھا گیا کون ہے؟ کہا جبریل ہوں۔ پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ محمد (ﷺ) ہیں۔ پوچھا گیا کہ کیا ان کے پاس پیام الٰہی (نبوت کے لیے یا آسمانوں پر بلانے کے لیے) بھیجا گیا؟ جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں۔ (رواہ البخاری)

اور بیہقی کی حدیث میں ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آسمانوں کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر پہنچے اس کا نام باب الحفظہ ہے اس پر ایک فرشتہ مقرر ہے اس کا نام اسماعیل ہے اس کی ماتحتی میں بارہ ہزار فرشتے ہیں۔

اور شریک کی روایت میں حدیث بخاری میں یہ بھی ہے کہ اہل سموات کو خبر نہیں ہوتی کہ زمین پر اللہ تعالیٰ کا کیا کرنے کا ارادہ ہے جب تک کہ ان کو کسی ذریعہ سے اطلاع نہ دے۔ اھ جیسے یہاں جبریل علیہ السلام کی زبانی معلوم ہوا اس سے فرشتوں کے اس پوچھنے کی وجہ معلوم ہو گئی کہ ان کے پاس پیام الٰہی پہنچا ہے اور اس پوچھنے میں جو دو احتمال ذکر کیے گئے اس کی تفصیل آٹھویں واقعہ میں مذکور ہوئی ہے اور وہاں خود پوچھنے کی وجہ عقلی بھی لکھی گئی ہے۔ اس دلیل نقلی سے اس توجیہہ عقلی کی تائید ہو گئی۔

بخاری کی روایت میں ہے کہ فرشتوں نے یہ سن کر کہا آپ بہت اچھا آنا آئے اور دروازہ کھول دیا گیا۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں وہاں پہنچا تو حضرت آدم علیہ السلام موجود ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ کے باپ ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے

ان کو سلام کیا' انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا مرحبا فرزند صالح اور نبی صالح کو۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آسمان دنیا میں ایک شخص کو بیٹھا دیکھا جن کے داہنی طرف کچھ صورتیں نظر آتی ہیں اور کچھ صورتیں بائیں طرف ہیں۔ جب وہ داہنی طرف دیکھتے ہیں تو ہنستے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں تو روتے ہیں۔ میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا آدم علیہ السلام ہیں اور یہ داہنی اور بائیں ان کی اولاد کی روحیں ہیں۔ سو داہنی طرف والی جنتی ہیں اور بائیں طرف والی دوزخی ہیں اس لیے داہنی طرف دیکھ کر ہنستے ہیں اور بائیں طرف دیکھ کر روتے ہیں۔ (کذا فی المشکٰوۃ عن الشیخین)

اور بزار کی حدیث میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی داہنی طرف ایک دروازہ ہے کہ اس میں سے خوشبودار ہوا آتی ہے اور بائیں طرف ایک دروازہ ہے کہ اس میں سے بدبودار ہوا آتی ہے۔ جب داہنی طرف دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں تو مغموم ہوتے ہیں۔

اور شریک کی روایت بالا میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سماء دنیا میں نیل اور فرات کو دیکھا اور اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ اسی سماء دنیا میں ایک اور نہر بھی دیکھی کہ اس پر موتی اور زبرجد کے محل بنے ہیں اور کوثر ہے۔

ف : حضرت آدم علیہ السلام جمیع انبیاء میں اس کے قبل بیت المقدس میں بھی مل چکے ہیں اور اس طرح وہ اپنی قبر میں بھی موجود ہیں اور اس طرح بقیہ سموات میں جو انبیاء علیہم السلام کو دیکھا سب جگہ یہی سوال ہوتا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ قبر میں تو اصلی جسد سے تشریف رکھتے ہیں اور دوسرے مقامات پر ان کی روح کا تمثل ہوا ہے یعنی غیر عنصری جسد سے جس کو صوفیہ جسم مثالی کہتے ہیں۔ روح کا تعلق ہو گیا اور جسد میں تعدد بھی اور ایک وقت میں روح کا سب کے ساتھ تعلق بھی ممکن ہے لیکن ان کے اختیار سے نہیں بلکہ محض بقدرت و مشیت حق۔ اور ظاہراً یہ جسم مثالی جو دونوں جگہ نظر آیا الگ الگ شکل رکھتا تھا اسی لیے باوجود لقا بیت المقدس کے آسمان میں نہیں پہچانا۔ البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ آسمان پر مع الجسد ہیں ان کو وہاں دیکھنا مع الجسد ہو سکتا ہے لیکن ان کو جو بیت المقدس میں دیکھا جیسا آٹھویں واقعہ میں مذکور ہے وہ مع الجسد

نہیں تھا بلکہ بالمثال ہے کہ تعلق روح کا جسد مثالی کے ساتھ قبل الموت بھی بطور خرق عادت کے ممکن ہے اور اگرچہ یہ بھی ممکن ہے کہ بیت المقدس میں مع الجسد ہوں اور آسمان سے وہ آگئے ہوں یا دونوں جگہ مع الجسد ہوں کہ اول آسمان سے بیت المقدس آئے ہوں پھر یہاں سے وہاں پہنچ گئے ہوں مگر خلاف ظاہر ہے' واللہ اعلم۔

اور آدم علیہ السلام کے داہنے بائیں جو صورتیں نظر آئیں وہ بھی ارواح کی صورتیں مثالیہ تھیں اور بزار کی روایت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ارواح اس وقت آسمان پر موجود اور مستقر نہ تھیں بلکہ اپنے اپنے ٹھکانے پر تھیں اور اس ٹھکانے اور مقام آدم علیہ السلام کے درمیان دروازہ تھا' اس دروازہ سے ان صورتوں کا عکس اس مقام پر پڑتا ہو گا یا وہ آتی تھیں' آخر وہ بھی جسم ہے اس میں خاصیت انطباع و انعکاس کی ہو گی جیسے ہوا شعاعوں سے متکیف ہو کر قابل روایت کے ہو جاتی ہے کیونکہ اس روایت میں دروازہ کا ہونا آیا ہے یہ ظاہراً قرینہ ہے اس کا کہ وہ دروازہ تھا یہاں تک ان صورتوں کے اثر پہنچنے کا' واللہ اعلم۔ بس اس میں یہ اشکال نہ رہا کہ نص قرآنی اِنَّ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَکْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کی ارواح آسمان پر نہیں جا سکتیں پھر آسمان دنیا پر یہ روحیں کافروں کی جو بائیں طرف تھیں کیسے پائی گئیں اور نیل و فرات کا دوسری روایات میں ساتویں آسمان کے اوپر سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ میں دیکھنا ثابت ہوتا ہے سو اس کا جواب کہ یہ نہریں تو دنیا میں ہیں وہاں ہونے کے کیا معنی' آگے سدرۃ المنتہیٰ کے ذکر کے موقع پر دیا جائے گا یہاں صرف روایات کو جمع کرنے کی توجیہ سمجھ لی جائے وہ یہ ہے کہ اصل سرچشمہ ان کا سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ ہو' اور پھر نکل کر آسمان دنیا پر جمع ہوتا ہو اور پھر وہاں سے زمین میں آتا ہو جیسا آگے مذکور ہو گا۔ اور ایسی ہی تقریر سے یہ اشکال رفع کر لیا جائے کہ دوسری احادیث سے حوض کوثر کا جنت میں ہونا منصوص ہے یعنی اصل وہاں ہو اور یہاں اس کی ایک شاخ ہو جیسا کہ ایک شاخ اس کی میدان قیامت میں ہو گی۔

بارہواں واقعہ

بخاری کی حدیث میں ہے کہ پھر مجھ کو جبریل علیہ السلام آگے لے کر چڑھے یہاں

تک کہ دوسرے آسمان تک پہنچے اور دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ کہا جبریل ہوں۔ پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا محمد (ﷺ) ہیں۔ پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا؟ جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں۔ فرشتوں نے یہ سن کر کہا مرحبا آپ بہت اچھا آنا آئے اور دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں (وہاں) پہنچا تو حضرت یحیٰ و عیسیٰ علیہما السلام موجود ہیں اور وہ دونوں باہم خلیرے ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ یحیٰ و عیسیٰ (علیہما السلام) ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا' ان دونوں نے جواب دیا پھر کہا کہ مرحبا برادر صالح اور نبی صالح۔

ف : حضرت یحیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کی خالہ ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خالہ کے نواسے ہیں چونکہ نانی بمنزلہ ماں کے برابر ہوتی ہے اس لیے عیسیٰ علیہ السلام کی نانی کو بمنزلہ عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ قرار دیا گیا اور اگر وہ واقع میں عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہوتیں تو یحیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام خلیرے ہوتے' اس لیے مجازاً ان کو خلیرا فرما دیا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت یحیٰ علیہ السلام کی خالہ کی اولاد میں ہیں۔ اگرچہ بیٹے نہیں مگر نواسے ہیں اور ان دونوں نے بھائی اس لیے کہا کہ یہ نبی اکرم ﷺ کے اجداد میں سے نہیں ہیں۔

تیرہواں واقعہ

بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو جبریل علیہ السلام تیسرے آسمان کی طرف لے کر چڑھے اور دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ کہا جبریل ہوں۔ پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا محمد (ﷺ) ہیں۔ پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا؟ جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں۔ فرشتوں نے یہ سن کر کہا مرحبا آپ بہت اچھا آنا آئے اور دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں (وہاں) پہنچا تو حضرت یوسف علیہ السلام موجود ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ یوسف ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا' انہوں نے جواب دیا پھر کہا مرحبا برادر صالح اور نبی صالح کو۔

اور ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھتا کیا ہوں کہ یوسف علیہ السلام کو حسن کا ایک (بڑا) حصہ عطا کیا گیا ہے۔ (کذا فی المشکوٰۃ عن مسلم)

اور بیہقی کی حدیث میں بروایت ابو سعید رضی اللہ عنہ اور طبرانی کی حدیث میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یوسف علیہ السلام کی نسبت ارشاد ہے کہ ایک شخص کو دیکھا جو خلق اللہ سے زیادہ حسین ہے اور لوگوں پر حسن میں ایسی فضیلت رکھتا ہے جیسے چودہویں شب کا چاند باقی کواکب پر۔

ف : اس میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ اس عموم سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مستثنیٰ ہوں اور قرینہ اس کا ایک حدیث ہے جس کو ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا کہ خوبصورت اور خوش آواز نہ ہو اور تمہارے نبی ان سب سے زیادہ حسین اور سب سے زیادہ خوش آواز تھے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ عموم اپنے ظاہر پر باقی رہے اور فضل جزئی فضل کلی میں قادح نہیں یا یوں کہا جائے کہ حسن کے انواع مختلف ہیں۔ ایک نوع میں حضرت یوسف علیہ السلام احسن ہوں اور ایک نوع میں ہمارے آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم احسن ہوں اور خود ان دونوں نوعوں میں یوں تفاضل ہو کہ نوع یوسفی ظاهراً وبداهة ابهر واظهر اور واقف عند حد ہو اور نوع محمدی معنًی و امعانًا الطف و ادق اور لا تقف الی حد ہو۔ اول نوع کا لقب حسن صباحت مناسب ہے اور دوسری نوع کا نام حسن ملاحت گویا یہ شعر اسی کا مصداق ہے ؎

یزیدک وجہہ حسنًا اذا مازدتہ نظرا

واللہ اعلم بحقائق الامور والمحل محل ادب۔

چودہواں واقعہ

بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو جبرئیل علیہ السلام آگے لے کر چڑھے یہاں تک کہ چوتھے آسمان تک پہنچے اور دروازہ کھول دیا۔ پوچھا گیا کہ کون ہے؟ کہا جبرئیل ہوں۔ پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا ہاں۔ فرشتوں نے یہ سن کر کہا مرحبا آپ بہت اچھا آنا آئے اور دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو حضرت ادریس علیہ السلام موجود ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ ادریس ہیں ان کو سلام کیجئے' میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا پھر کہا مرحبا برادر صالح اور نبی صالح کو۔

ف : باوجودیکہ ادریس علیہ السلام آپ کے اجداد میں ہیں پھران کا برادر کہنا اخوۃ نبوۃ کی بنا پر ہے اور ابن کو اس پر ترجیح دینا بوجہ آداب کے ہے کہ برابر کے بیٹے کو یا اپنے سے بھی بڑے درجہ کے بیٹے کو بھائی کے لقب سے پکارنے لگتے ہیں۔ اور ابن المنیر نے کہا ہے کہ ایک طریق شاذ میں مرحبا بالابن الصالح بھی آیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ ادریس علیہ السلام حضرت الیاس علیہ السلام کا لقب ہے اور یہی ملے ہیں اور یہ اجداد نبویہ میں نہیں ہے' واللہ اعلم۔

پندرہواں واقعہ

بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو جبریل علیہ السلام آگے لے کر چڑھے یہاں تک کہ پانچویں آسمان تک پہنچے اور دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ کہا جبریل ہوں۔ پوچھا گیا اور تمہارے ساتھ کون ہیں؟ کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا ہے؟ کہا ہاں۔ کہا گیا مرحبا آپ بہت اچھا آنا آئے۔ جب میں وہاں پہنچا تو ہارون علیہ السلام موجود تھے' جبریل علیہ السلام نے کہا یہ ہارون ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا' انہوں نے جواب دیا پھر کہا مرحبا برادر صالح اور نبی صالح کو۔

سولہواں واقعہ

پھر مجھ کو جبریل علیہ السلام آگے لے کر چڑھے یہاں تک کہ چھٹے آسمان تک پہنچے اور دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ کہا کہ جبریل ہوں۔ پوچھا گیا اور تمہارے ساتھ کون ہیں؟ کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا؟ کہا ہاں۔ کہا گیا مرحبا آپ بہت اچھا آنا آئے۔ جب میں وہاں پہنچا تو موسیٰ علیہ السلام موجود ہیں' جبریل علیہ السلام نے کہا یہ موسیٰ ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا' انہوں نے جواب دیا پھر کہا مرحبا برادر صالح اور نبی صالح کو۔ جب پھر میں آگے بڑھا تو وہ روئے' ان سے پوچھا گیا آپ کے رونے کا کیا سبب ہے؟ انہوں نے فرمایا میں اس لیے روتا ہوں کہ ایک نوجوان پیغمبر میرے بعد مبعوث ہوئے جن کی امت کے جنت میں داخل ہونے والے میری امت کے جنت میں داخل ہونے والوں سے بہت زیادہ ہوں گے (تو مجھ کو اپنی امت پر حسرت

ہے کہ انہوں نے میرا اس طرح اتباع نہ کیا جس طرح محمد (ﷺ) کی امت آپ کی اطاعت کرے گی اور اس لیے میری امت کے ایسے لوگ جنت سے محروم رہے تو ان کے حال پر رونا آتا ہے۔

ف : نبی اکرم ﷺ کی نسبت نوجوان فرمانا اس اعتبار سے ہے کہ آپ کے اتباع تھوڑی ہی مدت میں کہ اس وقت تک آپ سن شیخوخت تک بھی نہ پہنچیں گے اتنی کثرت سے ہو جائیں گے کہ اوروں کے سن شیخوخت تک بھی اتنے اتباع نہ ہوئے۔ اور نیز آپ کی کل عمر تریسٹھ (۶۳) سال کی ہوئی اور موسیٰ علیہ السلام کی عمر ڈیڑھ سو (۱۵۰) سال ہوئی۔ (کذا فی قصص الانبیاء)

سترہواں واقعہ

بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو جبریل آگے لے کر ساتویں آسمان کی طرف چڑھے اور دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ کہا جبریل ہوں۔ پوچھا گیا اور تمہارے ساتھ کون ہیں؟ کہا محمد (ﷺ) ہیں۔ پوچھا گیا ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا؟ کہا ہاں۔ کہا گیا مرحبا آپ بہت اچھا آنا آئے۔ جب میں وہاں پہنچا تو وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام موجود ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ کے جد امجد ابراہیم ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا' انہوں نے جواب دیا اور فرمایا مرحبا فرزند صالح اور نبی صالح کو۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنی کمر بیت المعمور سے لگائے ہوئے بیٹھے ہیں اور بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار (۷۰۰۰۰) فرشتے داخل ہوتے ہیں کہ جن کی باری پھر نہیں آتی (یعنی اگلے روز نئے ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں)۔ (کذا فی المشکوۃ عن مسلم)

اور دلائل بیہقی میں ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مجھ کو ساتویں آسمان پر چڑھایا گیا تو ابراہیم علیہ السلام موجود ہیں' بہت حسین ہیں اور ان کے ساتھ ان کی قوم کے کچھ لوگ ہیں اور میری امت میں موجود ہیں دو قسم کے ایک وہ جن پر سفید کپڑے ہیں اور ایک وہ جن پر میلے کپڑے ہیں۔ میں بیت المعمور میں داخل ہوا اور سفید کپڑے والے بھی میرے ساتھ داخل ہوئے اور دوسرے روک دیئے گئے' سو میں اور میرے ساتھ

والوں نے وہاں نماز پڑھی۔

ف : بعض روایات میں ترتیب منازل انبیاء علیہم السلام کی اور طرح بھی آئی ہے مگر صحیح یہی ہے جو مذکور ہوا' واللہ اعلم۔ اور بیت المعمور کے متعلق بعد ذکر سدرہ کے کچھ اور بھی آئے گا۔

اٹھارہواں واقعہ

بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو سدرۃ المنتھٰی کی طرف بلند کیا گیا سو اس کے بیر اتنے بڑے بڑے تھے جیسے مقام ہجر کے مٹکے اور اس کے پتے ایسے تھے جیسے ہاتھی کے کان۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ سدرۃ المنتھٰی ہے اور وہاں چار نہریں ہیں۔ دو اندر کو جاری رہی ہیں اور دو باہر کو آرہی ہیں۔ میں نے پوچھا اے جبرئیل یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ جو اندر کو جاتی ہیں یہ جنت میں دو نہریں ہیں اور جو باہر جا رہی ہیں یہ نیل اور فرات ہیں۔ پھر میرے پاس ایک برتن شراب کا اور دوسرا دودھ کا اور تیسرا شہد کا لایا گیا۔ میں نے دودھ کو اختیار کیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ فطرت (یعنی دین) ہے جس پر آپ اور آپ کی امت قائم رہے گی۔

اور بخاری کی روایت میں ہے کہ سدرۃ المنتھٰی کی جڑ میں یہ چار نہریں ہیں۔

اور مسلم میں یہ ہے کہ اس کی جڑ سے یہ چار نہریں نکلتی ہیں۔

اور ابن ابی حاتم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے دیکھنے کے بعد مجھ کو ساتویں آسمان کی بالائی سطح پر لے گئے یہاں تک کہ آپ ایک نہر پر پہنچے جس پر یاقوت اور موتی اور زبرجد کے پیالے رکھے تھے اور اس پر سبز لطیف پرندے بھی تھے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کو دی ہے اس کے اندر برتن سونے چاندی کے پڑے ہیں اور وہ یاقوت اور زمرد کے سنگریزوں پر چلتی ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے۔ میں نے ایک برتن لے کر اس میں سے کچھ پیا تو وہ شہد سے زیادہ شیریں' مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔

اور بیہقی کی حدیث میں ابو سعید رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ وہاں ایک چشمہ تھا جس کا نام سلسبیل تھا اور اس سے دو نہریں نکلتی تھیں۔ ایک کوثر اور دوسری نہر رحمت۔

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ مجھ کو سدرۃ المنتھٰی تک پہنچایا گیا اور وہ چھٹے آسمان میں ہے اور زمین سے جو اعمال صعود کرتے ہیں وہ اس تک پہنچتے ہیں اور وہاں سے اوپر اٹھا لیے جاتے ہیں اور جو احکام اوپر سے آتے ہیں وہ (اول) اسی پر نزول کرتے ہیں اور وہاں سے نیچے (عالم دنیا میں) لائے جاتے ہیں (اور اسی واسطے اس کا نام سدرۃ المنتھٰی ہے)۔

اور بخاری میں ہے کہ سدرۃ المنتھٰی کو ایسی رنگتوں نے چھپالیا کہ معلوم نہیں وہ کیا تھیں۔

اور مسلم میں ہے کہ وہ پروانے تھے سونے کے۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ ٹڈیاں تھیں سونے کی۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ اس کو فرشتوں نے چھپالیا۔

اور مسلم کی روایت میں ہے کہ اللہ کے حکم سے اسے ایک عجیب چیز نے چھپالیا تو اس کی ہیئت بدل گئی سو کوئی شخص خلائق میں سے اس کا وصف بیان نہیں کر سکتا۔

اور ایک روایت میں سدرۃ المنتھٰی کے دیکھنے اور برتنوں کے پیش کئے جانے کے درمیان میں یہ ہے کہ پھر میرے روبرو بیت المعمور بلند کیا گیا۔ (کذا رواہ مسلم)

اور ایک روایت میں بعد سدرۃ المنتھٰی دیکھنے کے یہ ہے کہ میں پھر جنت میں داخل کیا گیا تو اس میں موتیوں کے گنبد ہیں اور مٹی اس کی مشک ہے۔ (کذا فی المشکوۃ عن الشیخین)

ف : ظاہراً احادیث سے سدرۃ المنتھٰی کا ساتویں آسمان پر ہونا معلوم ہوتا ہے اور چھٹے میں ہونے کی تاویل ہو سکتی ہے کہ اس کی جڑ ممکن ہے چھٹے میں ہو اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ چار نہریں چھٹے آسمان میں ہوں جیسا کہ روایت میں ہے کہ یہ نہریں اس کی جڑ سے نکلتی ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جب چھٹے آسمان سے گزر کر ساتویں کے اندر کو نفوذ کرتا ہوا آگے پہنچا تو یہ موقع نفوذ کا اس کے لیے بمنزلہ جڑ کے ہے جو ساتویں میں ہے تو وہ نہریں اس دوسری جڑ سے نکلیں اور یہ جو اندر کو جا رہی تھیں یہ کوثر اور رحمت معلوم ہوتی ہیں کہ وہ دونوں سلسبیل کی شاخیں ہیں۔ ممکن ہے یہ سلسبیل اور اس کا وہ موقع جہاں سے کوثر و نہر رحمت کا اس سے انشعاب ہوا ہے یہ سب سدرہ کی دوسری جڑ میں ہوں۔

اور ابن حاتم کی روایت بالا سے ظاہراً کوثر کا خارج ہونا معلوم ہوتا ہے سو غالباً خارج وہ حصہ ہے جو سدرہ کی جڑ میں ہے باقی زیادہ حصہ اس کا جنت کے اندر ہے جیسا اور احادیث میں اس کا جنت کے اندر ہونا وارد ہے اور نیل و فرات کا آسمان پر ہونا اس طرح ممکن ہے کہ دنیا میں جو نیل اور فرات ہیں ظاہر ہے کہ بارش کا پانی جذب ہو کر پتھر سے جاری ہوتا ہے اور بارش آسمان سے ہے سو جو حصہ بارش کا نیل و فرات کا مادہ ہے ممکن ہے کہ وہ حصہ آسمان سے آتا ہو پس اس طور پر نیل اور فرات کی اصل آسمان پر ہوئی اور سدرۃ المنتہٰی کے الوان کی نسبت فراش و جراد کہنا تشبیھًا ہے ورنہ وہ فرشتے تھے اور یہ فرمانا کہ معلوم نہیں وہ کیا تھے اس کے معنی یا تو یہ ہیں کہ اولاً معلوم نہ ہوا ہو یا یہ فرمانا تعجبًا ہے کہ اس کے حسن کی تعبیر کا طریقہ نہیں معلوم کس طرح بیان کیا جائے۔

اور مسلم کی روایت ہے کہ جو بیت المعمور کے متعلق سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ سدرۃ المنتہٰی سے بھی اوپر ہے جیسے اس لفظ سے معلوم ہوتا ہے بلند کیا گیا جو ترجمہ ہے ثم رفع الی البیت کا اور یہ رفع موخر ہے سدرۃ المنتہٰی کے دیکھنے سے جیسے کلمہ ثم سے معلوم ہوتا ہے اور خود سدرۃ المنتہٰی کا مقام ابراہیم علیہ السلام سے بالاتر ہونا بھی معلوم ہوتا ہے جیسا اس لفظ کا مدلول ہے کہ پھر مجھ کو سدرۃ المنتہٰی کی طرف بلند کیا گیا جو ترجمہ ہے ثم رفعت الی سدرۃ المنتہٰی کا اور یہ موخر ہے ابراہیم علیہ السلام کے ملنے سے جیسا کلمہ ثم سے معلوم ہوتا ہے پھر اس کے کیا معنی کہ ابراہیم علیہ السلام اپنی کمر بیت المعمور سے لگائے ہوئے تھے جیسا سترہویں واقعہ میں ہے سو اس کی توجیہ قریب یہ ہے کہ بنیاد اس کی ساتویں آسمان پر ہو اور ابراہیم علیہ السلام اسفل دیوار سے کمر لگائے ہوں مگر ارتفاع اس کا رفیع سے بھی رفیع ہو کہ سدرۃ المنتہٰی سے جو کہ ساتویں آسمان سے بلند ہے نیز بلند تر ہو اور سترہویں واقعہ میں جو آپ کا نماز پڑھنا ہمراہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس والوں کے مذکور ہے اس میں بھی اشکال نہیں کیونکہ نماز نیچے کے درجہ میں ہو گی جیسا اکثر مساجد میں ایسا ہی ہوتا ہے۔

اور طبری نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیت المعمور ایک مسجد ہے آسمان میں مقابل خانہ کعبہ کے اس طرح کہ اگر بالفرض وہ گرے تو عین کعبہ کے اوپر گرے۔ اس میں ستر ہزار (۷۰۰۰۰) فرشتے روزانہ

داخل ہوتے ہیں اور جب وہ نکل آتے ہیں تو ان کی باری دوبارہ نہیں آتی اور یہ جنت میں داخل ہونا جو اوپر مذکور ہوا ہے ممکن ہے کہ بیت المعمور دیکھنے سے پہلے ہو اور ممکن ہے کہ بعد میں ہو لیکن اتنا قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت سدرۃ المنتھٰی کے قریب ہے اور اس میں دونوں احتمال ہیں کہ جنت کا ارتفاع بیت المعمور سے ارفع ہو یا نہ ہو۔

اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا جنت قریب سدرۃ المنتھٰی کے ہے مگر اس سے ارفع بھی ہے۔ چنانچہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بعد سدرۃ المنتھٰی کی سیر کے یہ روایت کیا ہے کہ ثم رفعت الی الجنۃ یعنی پھر مجھ کو جنت کی طرف بلند کیا گیا' واللہ اعلم۔

اور بیہقی کی حدیث مذکور میں یہ بھی ہے کہ بعد سیر جنت کے پھر دوزخ میرے روبرو کیا گیا' اس میں اللہ کا غضب اور عذاب اور انتقام تھا۔ اگر اس میں پتھر اور لوہا بھی ڈال دیا جائے تو اس کو بھی کھا لے پھر وہ بند کر دیا گیا۔ اھ اس کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ اپنی جگہ پر رہا اور آپ اپنی جگہ رہے درمیان سے حجاب اٹھا کر آپ کو دکھلا دیا گیا۔

انیسواں واقعہ

بخاری میں بعد ذکر بیت المعمور اور دودھ وغیرہ کے برتنوں کے پیش کئے جانے کے روایت ہے کہ پھر مجھ پر پچاس نمازیں ہر یوم میں فرض کی گئیں اور ایک روایت میں بعد لقاء ابراہیم علیہ السلام کے ہے کہ پھر مجھ کو عروج کرایا گیا یہاں تک کہ میں ایک ہموار میدان میں پہنچا جہاں میں نے قلموں کی آواز (جو لکھنے کے وقت پیدا ہوتی ہے) سنی' سو مجھ پر اللہ تعالیٰ نے پچاس نمازیں فرض کیں۔ (کذا فی المشکوٰۃ عن الشیخین)

ف : پہلی روایت سے فرضیت صلوٰۃ کا سیر بیت المعمور سے متراخی بمہلت ہونا جیسا لفظ پھر کا مقتضا ہے جو مدلول ہے کلمہ ثم کا اور دوسری روایت سے فرضیت صلوٰۃ کا اس میدان میں پہنچنے سے متصل یعنی غیر متراخی بمہلت ہونا جیسا لفظ سو کا مقتضا ہے جو ترجمہ ہے فاء کا' ثابت ہوتا ہے جس سے دونوں میں غور کرنے سے یہ ترتیب سمجھ میں آتی ہے کہ بعد عرض بیت المعمور کے اس میدان میں پہنچنا ہوا اور اس میدان میں پہنچنے کے بعد نمازیں فرض ہو گئیں' واللہ اعلم۔

نیز ایک اور قرینہ سے بھی اس محل صریف اقلام کا سدرہ اور بیت المعمور سے ارفع ہونا معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ یہ اقلام تقدیر کے ہیں جو احکام تکوینیہ جزئیہ یومیہ کو لوح محفوظ سے نقل کرتے ہیں اور سدرۃ کی نسبت اٹھارہویں واقعہ میں آیا ہے کہ اوپر سے جو احکام نازل ہوتے ہیں وہ اول وہاں آتے ہیں تو سدرہ اس کے تحت میں ہوا' اس طرح بیت المعمور کی اصل ساتویں آسمان میں ہے اور وہاں فرشتے عبادت میں مشغول ہیں اور سموات اس عموم میں داخل ہیں۔ یتنزل الامر بینھن تو بیت المعمور بھی اس کے تحت میں ہوا۔

بیسواں واقعہ

بزار نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے معراج کے باب میں ایک حدیث ذکر کی ہے اور اس میں جبریل علیہ السلام کا براق پر چلنا ذکر کیا ہے یہاں تک کہ حجاب تک پہنچے اور یہ بھی فرمایا کہ ایک فرشتہ حجاب کے اندر سے نکلا تو جبریل علیہ السلام نے کہا کہ قسم اس ذات کی جس نے آپ کو دین حق دے کر مبعوث فرمایا کہ جب سے میں پیدا ہوا ہوں میں نے اس فرشتہ کو نہیں دیکھا اور حالانکہ میں خلائق میں رتبہ کے اعتبار سے بہت مقرب ہوں۔

اور دوسری حدیث میں ہے مجھ سے جبریل علیہ السلام نے مفارقت اختیار کی اور تمام آوازیں مجھ سے منقطع ہو گئیں۔ (کذا فی شرح النووی لمسلم)

اور ابو الحسن بن غالب نے ابو الربیع بن سبع کی طرف شفاء الصدور میں حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منسوب کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل آئے اور میرے رب کی طرف چلنے میں میرے ہم سفر رہے یہاں تک کہ ایک مقام تک پہنچے پھر ٹھہر گئے۔ میں نے کہا اے جبریل کیا ایسے مقام میں کوئی دوست اپنے دوست کو چھوڑتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ اگر میں اس مقام سے بڑھوں تو نور سے جل جاؤں۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کا ترجمہ کیا ہے ؎

بدو گفت سالار بیت الحرام — کہ اے حامل وحی برتر خرام
چو در دوستی مخلصم یافتی — عنانم ز صحبت چرا تافتی
بگفتا فراتر مجالم نماند — بماندم کہ نیروئے بالم نماند
اگر یک سر موئے برتر پرم — فروغ تجلی بسوزد پرم

اور اسی حدیث مذکور میں یہ بھی ہے کہ پھر مجھ کو نور میں پیوست کر دیا گیا اور ستر ہزار حجاب مجھ کو طے کرائے گئے کہ ان میں ایک حجاب دوسرے حجاب کے مشابہ نہ تھا اور مجھ سے تمام انسانوں اور فرشتوں کی آہٹ منقطع ہو گئی۔ اس وقت مجھ کو وحشت ہوئی تو اس وقت مجھ کو ایک پکارنے والے نے ابوبکر کے لہجے میں پکارا کہ ٹھہر جایئے آپ کا رب صلوٰۃ میں مشغول ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ میں نے عرض کیا کہ مجھ کو ان دو امر سے تعجب ہوا ایک تو یہ کہ ابوبکر مجھ سے آگے بڑھ آئے اور دوسرے یہ کہ میرا رب صلوٰۃ سے بے نیاز ہے۔ ارشاد ہوا کہ اے محمد یہ آیت پڑھو :

هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا۔

سو میری صلوٰۃ سے مراد رحمت ہے آپ کے لیے اور آپ کی امت کے لیے اور ابوبکر کی آواز کا قصہ یہ ہے کہ ہم نے ایک فرشتہ ابوبکر کی صورت کا پیدا کیا جو آپ کو ان لہجہ میں پکارے تاکہ آپ کی وحشت دور ہو اور آپ کو ایسی ہیبت لاحق نہ ہو جو آپ کو فہم مقصود سے مانع ہو۔

اور شفاء الصدور کی ایک روایت میں ہے کہ بعد قطع حجابات کے ایک رفرف یعنی مسند سبز میرے لیے اُتاری گئی اور میں اس پر رکھا گیا پھر مجھ کو اوپر اٹھایا گیا یہاں تک کہ میں عرش تک پہنچا تو میں نے ایسا امر عظیم دیکھا کہ زبان اس کو بیان نہیں کر سکتی۔ مواہب میں ابن غالب کے حوالہ سے ان روایات کو شفاء الصدور سے نقل کر کے کہا ہے والعمدة علیه فی ذٰلک۔ اھ

ف : بزار کی روایت سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ عروج سموات بھی براق پر ہی ہوا' واللہ اعلم۔ اور رحمت الٰہیہ کی توجہ کے لیے جو آپ کو حکم ہوا ٹھہرانے کا' اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کا آگے بڑھنا نعوذ باللہ' اللہ تعالیٰ کو شغل سے مانع ہو جائے گا' توجہ رحمت سے جس طرح مخلوق کے لیے ایک شغل دوسرے شغل سے مانع ہو جاتا ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ چونکہ اللہ تعالیٰ اس وقت خاص رحمت فرما رہے ہیں' آپ سیر کو منقطع کیجئے اور اس میں مشغول ہو جائے کیونکہ شغل سیر مانع ہو گا ایک سوئی تام سے اس رحمت کے اخذ کرنے میں' واللہ اعلم۔

اکیسواں واقعہ

حق تعالیٰ کی رویت اور کلام۔ ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا اور عبدالرزاق نے بواسطہ معمر کے حسن سے روایت کیا کہ انہوں نے حلف کیا کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا اور ابن خزیمہ نے عروہ بن الزبیر سے اس روایت کو ثابت کیا اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے تمام اصحاب اس کے قائل ہیں اور کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ اور زہری اور معمر سب اس کا جزم کرتے ہیں اور نسائی نے باسناد صحیح بطریق عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا اور حاکم نے بھی اس کی تصحیح کی ہے۔ انہوں نے فرمایا کیا تم تعجب کرتے ہو کہ خلت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ہو اور کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے اور رویت حضرت محمد ﷺ کے لیے۔

اور طبرانی نے اوسط میں بسند ثقات ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ذکر کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا۔ ایک مرتبہ بصر (آنکھ) سے اور ایک مرتبہ قلب سے۔

اور خلال نے کتاب السنہ میں مروزی سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جو شخص زعم کرے کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بڑا افتراء کیا سو کون سی دلیل سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول کا جواب دیا جائے؟ انہوں نے فرمایا کہ خود نبی اکرم ﷺ کے قول سے رایت ربی یعنی میں نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ (تو امام احمد کی روایت سے یہ حدیث مرفوع بھی ثابت ہو گئی)

اور کلام کرنا صحاح میں ان امور کے ساتھ وارد ہے: پانچ نمازیں فرض کی گئیں اور خواتیم سورہ بقرہ عنایت ہوئیں اور جو شخص آپ کی امت میں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے اس کے گناہ معاف کئے گئے۔ (کذا رواہ مسلم)

اور یہ بھی وعدہ ہوا کہ جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے اور اس کو نہ کرپائے تو ایک نیکی لکھی جائے گی اور اگر اس کو کر لیا تو (کم از کم) دس حصے کر کے لکھی جائے گی اور جو شخص بدی کا ارادہ کرے تو وہ اس [illegible] لکھی جائے گی اور اگر اس کو کر

لے تو ایک ہی بدی لکھی جائے گی۔ (کذا رواہ مسلم)

اور بیہقی نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے کہ اس کا اختصار یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب باری تعالیٰ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلت اور ملک عظیم اور موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلامی اور داؤد علیہ السلام کا ملک عظیم اور لوہے کا نرم ہونا اور پہاڑوں کا مسخر ہونا اور سلیمان علیہ السلام کا ملک عظیم اور انس و جن و شیاطین و ہوا کا مسخر ہونا اور بے نظیر ملک دنیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل و توراۃ اور ابراء اکمہ و ابراص و احیاء موتی کا عطاء ہونا اور ان کا اور ان کی والدہ کا شیطان سے پناہ دینا عرض کیا۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تم کو حبیب بنایا اور سب لوگوں کی طرح مبعوث کیا اور شرح صدر و وضع و زرو رفع ذکر مرحمت فرمایا سو میرا جب ذکر آتا ہے تو تمہارا بھی ہوتا ہے اور تمہاری امت کو خیر امت اور امت عادلہ بنایا اور اول بھی اور آخر بھی بنایا اور ان کا کوئی خطبہ درست نہیں جب تک کہ وہ آپ کے وہ عبد اور رسول ہونے کی شہادت نہ دیں اور تمہاری امت میں ایسے لوگ پیدا کئے جن کے سینے میں ان کی کتاب رکھی اور تم کو پیدائش (عالم نور) میں سب سے اول اور بعث میں سب سے آخر اور قیامت کے روز فیصلہ میں سب سے مقدم بنایا اور میں نے تم کو سبع مثانی اور خواتیم سورہ بقرہ بلا شرکت دوسرے انبیاء کے اور کوثر اور اسلام اور ہجرت اور جہاد اور نماز اور صدقہ اور صوم رمضان اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر عطا فرمائے اور تم کو فاتح اور خاتم بنایا' اس کے اسناد میں ابو جعفر ہیں جن کو ابن کثیر نے ضعیف الحفظ کہا ہے۔

ف : بعض صحابہ کا نفی روایت کا کرنا اپنی رائے [1] سے ہے جو مستنبط ہے بعض عمومات سے جیسے لا تدرکہ الابصار لیکن بعد اثبات بالنصوص کے ان عمومات کو محمول کیا جائے گا نفی ادراک بمعنی معرفت کنہ و احاطہ اور آپ کا یہ فرمانا کہ نور انی اراہ محمول

---

(۱) کذا قال النووی وما اورد علیہ فی فتح الباری بقول عائشۃ فی قول اللّٰہ تعالٰی ولقد راہ نزلۃ اخری انہا سالت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن ذٰلک فقال انما ہو جبریل وفی روایۃ ابن مردویہ فقلت یارسول اللّٰہ رایت ربک فقال لا انما رایت جبریل منہبطا حیث حکۃ النفی عنہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وقال وہو (ای جزم النووی بان عائشۃ لم تنف الرویۃ بحدیث مرفوع) عجیب فا قول ہذا لا یراہ عجیب لان النفی فی ہذا الحدیث المرفوع انما یتعلق بالرویۃ الخاصۃ المذکور فی ہذہ الایۃ لا مطلقا [illegible] فافہم

اس پر ہے کہ نور جس درجہ میں مانع رویت ہوتا ہے وہ درجہ مرئی نہیں ہوا اور آخرت میں یہ عادۃ مبدل ہو جائے گی اور ایسا انکشاف ہو گا کہ اس سے فوق استعداد بشری کے لیے متصور نہیں اور مطلق رویت کی نفی کو مستلزم نہیں اور خواتیم اور سورہ بقرہ وغیرہ کا نزول مدینہ میں ہونا اس رویت کے منافی نہیں کہ اس وقت اجمالاً وعدہ ہوا ہو گا پھر مدینہ میں نزول تفصیلاً عطا ہو گیا اور پانچ نمازوں کے ملنے سے مراد یہ ہے کہ آخر میں پانچ رہ گئیں اور ظاہراً یہ سب کلام مقام رویت میں ہوئے ہیں۔

قرینہ اس کا یہ ہے کہ انیسویں واقعہ میں مقام صریف الاقلام کے بعد نمازوں کا فرض ہونا ثابت ہوتا ہے اور مقام صریف اقلام کے بعد ظاہراً یہی مقام کلام ہوتا ہے گو ممکن ہے کہ نماز کی فرضیت قبل از انتقال مقام صریف الاقلام کے ہوئی ہو اور خود یہ امور جن کے ساتھ کلام واقع ہوا ظاہراً متحد الوقت ہیں۔ جب فرضیت صلٰوۃ کا یہ وقت ہے تو سب مکالمات کا یہی ہو گا' واللہ اعلم۔ اور یہ حدیثوں میں کعب رضی اللہ عنہ کا قول ہے ان اللّٰہ قسم رؤیتہ و کلامہ مبین محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم وموسٰی۔ (کذا رواہ الترمذی) اس سے نفی کلام کی لازم جنہیں آتی کیونکہ مراد اس سے عادۃ کلام کی ہے جو مرۃ بعد آخری ہو اور نبی اقدس ﷺ سے ایسا کلام خاص ایک ہی بار واقع ہوا۔

چنانچہ اسی حدیث میں کعب رضی اللہ عنہ کا قول ہے : فکلم موسٰی مرتین وأرہ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم مرتین۔ اور یہ روایت مَرَّتَیْنِ جو فرمایا ظاہر یہی ہے جو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ ایک بار دل سے دیکھا' ایک بار بصر سے دیکھا اور یہ جو حدیث میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی نسبت آیا ہے کہ ان کے قبل کسی سے شافہۃ کلام نہیں ہوا' مراد اس سے یہ ہے کہ ایسے درجے کے آدمیوں میں پس اس سے مکالمت نبویہ کی نفی میں ہوئی اور یہ جو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ خلت ابراہیم علیہ السلام کے لیے اور رویت نبی اکرم ﷺ کے لیے' مراد اس سے بعض آثار خاصہ خلت کے ہیں تو ان کے اختصاص بابراہیم علیہ السلام سے انتفاء نفس خلت کا نبی اکرم ﷺ سے لازم نہیں آتا۔

اور یہ جو ارشاد ہوا کہ نیکی کا ارادہ لکھا جاتا ہے اور بدی کا نہیں لکھا جاتا' مراد اس مرتبہ عزم کا نہیں وہ تو خود ایک عمل ہے کہ بدی میں بھی لکھا جائے گا بلکہ مراد اس سے مرتبہ تمنی

ہے جبکہ ارادہ پختہ نہ ہوا ہو لیکن نیکی کی تمنی کو زائل کرنے کا قصد نہ ہو اور بدی کی تمنی کے ازالہ کا قصد ہو تو اس حالت میں نیکی لکھی جائے گی اور بدی نہ لکھی جائے گی۔

بائیسواں واقعہ

واپسی فوق سموات سے سموات کی طرف۔ بخاری میں بعد سیر بیت المعمور اور پیش ہونے ظروف خمر و لبن و عسل کے (جس کا ذکر اٹھارہویں واقعہ میں ہوا ہے) یہ ہے کہ پھر مجھ پر ہر رات دن میں پچاس نمازیں فرض ہوئیں پھر میں واپس ہوا۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں واپس ہوا اور موسیٰ علیہ السلام سے گزرا تو انہوں نے پوچھا آپ کو کیا حکم ہوا؟ میں نے کہا پچاس نمازوں کا دن رات میں حکم ہوا۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ کی امت سے پچاس نمازیں ہرگز دن رات میں نہ پڑھی جائیں گی' واللہ! میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کو خوب بھگت چکا ہوں' اپنے رب کے پاس (یعنی اس مقام کو جہاں یہ حکم ہوا تھا) واپس جائیے اور اپنی امت کے لیے تخفیف کی درخواست کیجئے۔ میں واپس گیا' پس اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا' انہوں نے پھر اسی طرح کہا تو میں پھر لوٹا پس دس اور کم کر دیں۔ میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا' انہوں نے پھر اس طرح کہا میں پھر لوٹا پس دس اور کم کر دیں۔ میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا انہوں نے پھر اس طرح کہا' میں پھر لوٹا تو مجھ کو ہر روز میں دس نمازوں کا حکم ہوا۔ میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا' انہوں نے پھر اسی طرح کہا تو میں پھر لوٹا سو ہر روز میں پانچ نمازوں کا حکم رہ گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ کی امت (یعنی سب کی امت) ہر دن میں پانچ نمازیں بھی نہ پڑھ سکیں گی اور میں آپ سے قبل لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کو بھگت چکا ہوں پھر اپنے رب کے پاس جائیے اور اپنے لیے تخفیف مانگئے۔ آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے بہت درخواست کی یہاں تک کہ میں شرما گیا (گو پھر بھی عرض کرنا ممکن تھا) لیکن اب راضی ہوتا ہوں اور تسلیم کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں جب میں وہاں سے آگے بڑھا ایک پکارنے والے نے (حق تعالیٰ کی جانب سے) پکارا میں نے اپنا فرض جاری کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی۔

اور مسلم کی روایت میں پانچ پانچ کا کم ہونا آیا ہے اور اس کے اخیر میں یہ ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ پانچ نمازیں ہیں دن اور رات میں اور ہر نماز دس کے برابر ہے تو پچاس ہی ہو گئیں۔

اور نسائی میں ہے کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میں نے جس روز آسمان و زمین پیدا کیا تھا آپ پر اور آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض کی تھیں پس آپ اور آپ کی امت اس کی پابندی کیجئے۔ اور اس حدیث میں موسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے کہ بنی اسرائیل پر دو نمازیں فرض ہوئی تھیں مگران سے نہ ہو سکیں اور اس کے آخر میں یہ ہے کہ یہ پانچ ہیں برابر پچاس کے پس آپ اور آپ کی امت اس کی پابندی کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں پہچان گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پختہ بات ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا' انہوں نے کہا پھر جایئے (اور تخفیف کرایئے) مگر میں پھر نہیں گیا۔

اور شیخین کی روایت میں ہے کہ جب کم ہوتے ہوتے پانچ رہ گئیں تو ارشاد ہوا کہ یہ پانچ ہیں اور (ثواب میں) پچاس ہیں۔ میرے یہاں بات نہیں بدلی جاتی (یعنی پچاس کا اجر مقدر تھا اس میں بھی تبدیلی اور کمی نہیں ہوئی اور پچاس نمازوں کا بدلنا ہی مقدر تھا اس لیے اس میں بھی تبدیلی نہیں ہوئی) (کذا فی المشکوٰۃ)

ف : فرضیت صلوٰۃ کے بعد واپس ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ فوراً واپسی ہوئی یعنی درمیان میں رویت و مکالمت وغیرہ ہو کر پھر واپسی ہوئی اور دس دس کم ہونے کے معنی یہ ہیں کہ دو دو بار میں یہ دس کی کمی ہوئی پس پانچ پانچ کے کم ہونے کی روایت سے اس کو تعارض نہیں۔

اور نسائی کی روایت سے اور مشکوٰۃ سے جو شیخین کی روایت نقل کی ہے اس سے آپ کے شرما جانے اور پھر درخواست نہ کرنے کی وجہ بھی معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا تھا کہ یہ پانچ ہیں برابر پچاس کے اور میرے یہاں بات نہیں بدلتی اس سے آپ اشارہ اس عدد کے مطلوب و مرضی حق ہونے کا سمجھے گو اس میں تصریح نہیں ہے کہ اس سے کمی ممکن نہیں کیونکہ اس کے معنی یہ تھے کہ موجودہ عدد جو پانچ کا ہے یہ بھی پچاس کے برابر ہے ثواب میں کمی نہیں ہوئی اس میں اور کم ہونے کی نہ نفی ہے نہ کم کرانے کی نہی ہے۔ اگر اور بھی کم ہوتی تو ثواب نہ گھٹتا اور وہ عدد پچاس کے برابر ہو جاتا اور پانچ کو

جو برابر پچاس کے فرمایا تھا اس سے یہ لازم نہیں آیا تھا کہ اس سے کم عدد اس فضیلت کو نہیں پہنچ سکتا بلکہ اس کے معنی صرف یہ تھے کہ یہ عدد اس سے کم فضیلت نہیں رکھتا۔

تئیسواں واقعہ

واپسی سموات سے زمین کی طرف۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ کو ام ہانی بنت ابی طالب سے جن کا نام ہند ہے' معراج نبوی کے متعلق یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ کہتی تھیں کہ آپ کو جب معراج ہوئی آپ میرے گھر میں سوتے تھے۔ آپ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر سو گئے اور ہم بھی سو گئے۔ جب فجر کے قبل کا وقت ہوا ہم کو رسول اللہ ﷺ نے بیدار کیا۔ جب آپ صبح کی نماز پڑھ چکے اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی' فرمایا اے ام ہانی! میں نے تم لوگوں کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی جیسا کہ تم نے دیکھا تھا پھر میں بیت المقدس پہنچا اور اس میں پڑھی پھر میں نے اب صبح کی نماز تمہارے ساتھ پڑھی جیسا کہ تم دیکھ رہی ہو پھر آپ باہر جانے کے لیے اٹھے۔ میں نے آپ کی چادر کا گوشہ پکڑ لیا اور عرض کیا یانبی اللہ لوگوں سے یہ قصہ نہ کہیے (وہ) آپ کی تکذیب کریں گے اور آپ کو ایذاء دیں گے۔ آپ نے فرمایا واللہ! میں ضرور ان سے اس کو بیان کروں گا۔ میں نے اپنی ایک حبشی لونڈی سے کہا کہ آپ کے پیچھے پیچھے جانا کہ جو آپ لوگوں سے کہیں اور لوگ آپ سے کہیں اس کو سنے۔

جب آپ باہر تشریف لے گئے اور ان کو خبر دی تو انہوں نے تعجب کیا اور کہا اے محمد اس کی کوئی نشانی ہے جس سے ہم کو یقین آئے۔ کیونکہ ہم نے ایسی بات کبھی نہیں سنی۔ آپ نے فرمایا نشانی اس کی یہ ہے کہ میں فلاں وادی میں فلاں قبیلہ کے قافلہ پر گزرا تھا اور ان کا ایک اونٹ بھاگ گیا تھا اور میں نے ان کو بتلایا تھا۔ اس وقت تو میں شام کو جا رہا تھا (یعنی سفر اسراء آغاز تھا) پھر میں واپس آیا یہاں تک کہ جب ضجنان میں فلاں قبیلہ کے قافلہ پر پہنچا' میں نے لوگوں کو سوتا ہوا پایا اور ان کا ایک برتن تھا جس میں پانی تھا اور اس کو ڈھانک رکھا تھا' میں نے ڈھکنا اُتار کر اس کا پانی پیا پھر اسی طرح بدستور ڈھانک دیا اور اس کی یہ بھی نشانی ہے کہ ان کا وہ قافلہ اب بیضاء سے ثنية التنعيم کو آرہا تھا۔ سب سے آگے ایک خاکستری رنگ کا اونٹ ہے اس پر دو بورے لدے ہوئے ہیں۔ ایک کالا

اور دوسرا دھاری دار۔ لوگ ثنیۃ التنعیم کی طرف دوڑے' پس اس اونٹ سے پہلے کوئی اور اونٹ نہیں ملا جیسا آپ نے فرمایا تھا اور ان سے برتن کا قصہ پوچھا۔ انہوں نے خبر دی کہ ہم نے پانی بھر کر ڈھانک دیا تھا' سو ڈھکا ہوا تو ملا مگر اس میں پانی نہ تھا اور ان دوسروں سے بھی پوچھا (جن کا اونٹ بھاگنا بیان فرمایا تھا) اور یہ لوگ مکہ آچکے تھے انہوں نے کہا واقعی صحیح فرمایا اس وادی میں ہمارا اونٹ بھاگ گیا تھا ہم نے ایک شخص کی آواز سنی جو اونٹ کی طرف ہم کو پکار رہا ہے یہاں تک کہ ہم نے اونٹ کو پکڑ لیا۔ (کذا فی سیرۃ ابن ھشام)

اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ آپ سے نشانی کی درخواست کی تو آپ نے ان کو بدھ کے دن قافلہ کے آنے کی خبر دی۔ جب وہ دن آیا تو وہ لوگ نہ آئے یہاں تک کہ آفتاب غروب کے قریب پہنچ گیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو آفتاب غروب کے قریب پہنچ گیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو آفتاب چھپنے سے رک گیا یہاں تک کہ وہ لوگ جیسا آپ نے بیان فرمایا تھا آگئے۔

ف : ان روایات سے چند امور ثابت ہوئے۔ اول عشاء اور فجر کے درمیان سفر ذھابًا و ایابًا ختم ہو گیا اور عشاء کی نماز گو اس وقت فرض نہ تھی مگر آپ پڑھا کرتے ہوں گے اور دوسرے مومنین بھی آپ کے ساتھ پڑھ لیتے ہوں گے اور فجر کی یہ نماز گو بعد معراج کے تھی مگر احادیث سے اول امامت جبرائیل علیہ السلام کی ظہر کے وقت ثابت ہوتی ہے تو غالبًا اس فرضیت کی ابتداء موقت بہ ظہر ہو گی اور بیت المقدس میں جو نماز پڑھی اس کی نسبت بعض روایات میں آیا ہے حانت الصلوٰۃ سو عشاء کی نماز مراد لینا مشکل ہے کیونکہ عشاء آپ پڑھ چکے تھے تو غالبًا یہ تہجد کی نماز ہو گی کہ آپ پر وہ ایک زمانہ تک مثل فرائض کے موکد رہی اور اذان اہل تہجد کے لیے ہوئی ہو گی جیسا رمضان المبارک میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان اس وقت میں وارد ہے۔

دوسرا امر یہ ثابت ہوا کہ معراج جسمانی تھی ورنہ لوگوں کی تکذیب کی کیا وجہ اور اس تکذیب میں آپ کے اس جواب نہ دینے کی کیا وجہ کہ وہ جسمانی نہیں ہے بلکہ روحانی و منامی ہے جس میں مستبعد سے مستبعد امر کا دعویٰ بھی مقبولیت کی گنجائش رکھتا ہے۔ تیسرا امر سیرۃ ابن ہشام میں جن قافلوں کا ذکر ہے ظاہراً وہ دونوں الگ الگ ہیں اور

بیہقی کی روایت میں جن کا ذکر ہے کہ وہ آئے نہ تھے یہ الگ معلوم ہوتا ہے کیونکہ ان دونوں میں سے ایک تو مکہ آپہنچا تھا اور دوسرا تنعیم کو آتا ہوا ملا اور اس تیسری کی نسبت شام تک نہ آنا اور حبس شمس ہونا مذکور ہے جس سے ظاہراً اس کا متغائر ہونا معلوم ہوتا ہے اور مواہب میں بلا سند دونوں قصے یعنی اونٹ کے بھاگنے اور خاکستری اونٹ کے پیش رو ہونے کے ایک ہی قافلہ کی طرف منسوب کئے ہیں تو غالباً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تینوں قافلے ایک ہی قافلہ کے ٹکڑے ہیں۔ یہ دو قصے دو جماعتوں میں ہوئے اور تیسرا قصہ وقت پر نہ آنے کا اور حبس شمس کا تیسری جماعت سے ہوا اور چونکہ یہ سب ایک ہی مجموع کے آحاد ہیں اس لیے دو قصوں کو ایک ہی قافلہ کی طرف منسوب کرنا بھی صحیح ہو سکتا ہے اور حبس شمس میں کوئی اشکال عقلی نہیں ہے اس لیے یہ وجہ انکار کی نہیں ہو سکتی ہے اور عام چرچا اس کا اس لیے نہ ہوا ہو کہ تھوڑی دیر کے لیے ایسا ہوا اور کسی نے التفات نہ کیا ہو اور یہ امر باوجود تلاش کے مجھ کو نہ ملا کہ واپسی آپ کی براق پر ہوئی تھی یا کسی طرح۔ اگر کسی کو پتہ لگ جائے اس مقام پر حاشیہ کا نشان بنا کر اس میں ملحق کر دے۔

چوبیسواں واقعہ

معاملہ مخاطبین بعد استماع قصہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ کو شباشب مسجد اقصیٰ کی طرف لے جایا گیا۔ (اس میں آگے کی نفی نہیں) تو صبح کو لوگوں سے تذکرہ فرمایا۔ بعض لوگ جو مسلمان ہوئے تھے مرتد ہو گئے اور بعض مشرکین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس دوڑے گئے اور کہا کہ اپنے دوست کی بھی کچھ خبر ہے؟ یوں کہتے ہیں کہ مجھ کو رات ہی رات بیت المقدس لے جایا گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا وہ ایسا کہتے ہیں؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر وہ کہتے ہیں تو ٹھیک کہتے ہیں۔ لوگ کہنے لگے کیا تم اس امر میں ان کی تصدیق کرتے ہو کہ بیت المقدس گئے اور صبح سے پہلے چلے آئے (حالانکہ وہ کس قدر دور ہے) انہوں نے فرمایا ہاں میں تو اس سے زیادہ بعید امر میں ان کی تصدیق کرتا ہوں یعنی آسمان کی خبر کے بارہ میں جو ان کے پاس صبح یا شام کو آتی ہے (جو کہ شب سے مقدار میں کم ہے) ان کی تصدیق کر لیتا

ہوں۔ اسی لیے ان کا نام صدیق رکھا گیا۔ روایت کیا اس کو حاکم نے مستدرک میں اور ابن اسحاق نے۔

ف : اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ معراج بیداری میں جسم کے ساتھ ہوئی ورنہ اگر آپ منام کا دعویٰ کرتے تو وہ ایسا امر مستبعد نہ تھا کہ بعض لوگ مرتد ہو جاتے۔

پچیسواں واقعہ

مطالبہ حجت از کفار و اقامتش از سید الابرار علیہ صلوۃ اللہ العزیز الغفار۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے کو حطیم میں دیکھا کہ قریش مجھ سے میرے سفر معراج کے متعلق پوچھتے تھے سو انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی کئی باتیں پوچھیں کہ جن کو میں نے (بوجہ ضرورت نہ سمجھنے کے) ضبط نہ کیا تھا سو مجھ کو اس قدر گھٹن ہوئی کہ ایسا کبھی نہ ہوا تھا پس اللہ تعالیٰ نے اس کو میرے لیے ظاہر کر دیا کہ میں اس کو دیکھتا تھا اور وہ جو جو مجھ سے پوچھتے تھے میں ان کو بتلاتا جاتا تھا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔ (کذا فی المشکوٰۃ)

اور احمد اور بزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ مسجد لائی گئی اور میں اس کو دیکھ رہا تھا یہاں تک کہ عقیل کے گھر کے پاس لا کر رکھی گئی اور آپ نے سب بیان فرمایا اور میں اس کو دیکھ رہا تھا۔

اور ابن سعد نے ام ہانی سے روایت کیا ہے کہ بیت المقدس میرے لیے متخیل (و متمثل) کیا گیا اور میں ان لوگوں کے اس کے نشان بتلا رہا تھا۔ اور ام ہانی کی اسی حدیث میں ہے کہ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ مسجد کے کتنے دروازے ہیں؟ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو (بوجہ غیر ضروری ہونے کے) گنا نہ تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ بس میں اس کو دیکھتا جاتا تھا اور ایک ایک دروازہ شمار کرتا جاتا تھا' اور ابو یعلیٰ کی روایت میں ہے کہ یہ پوچھنے والا مطعم ابن عدی والد جبیر بن مطعم کا تھا۔

ف : اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سفر بیداری میں مع الجسم ہوا ہے ورنہ یہ اعتراض متوجہ ہی نہ ہوتا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ سے بیت المقدس کے متعلق سوال کیا کہ آپ بیان فرمایئے کیونکہ میں نے اس کو دیکھا ہے۔

آپ بیان فرماتے تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ تصدیق کرتے جاتے تھے۔ آپ نے فرمایا اے ابوبکر تم صدیق ہو۔ (کذا فی سیرۃ ابن ہشام) تو اس میں کچھ تعارض نہیں کیونکہ آپ کا پوچھنا شک و امتحان کے لیے نہ تھا بلکہ اس لیے تھا کہ کفار سن لیں اور کفار کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اس امر میں اعتماد تھا کہ بیت المقدس کو دیکھے ہوئے ہیں اور یہ بھی اطمینان تھا کہ یہ محسوسات میں خلاف واقع کی تصدیق نہ کریں گے اور کفار کا دریافت کرنا یا تو اسی مجلس میں ہو پھر بادی خواہ وہ ہوں یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوں اور دوسرا موید سوال کا ہو گو قصد ہر ایک کا مختلف ہو اور یا دو مجلس میں ہو اور بیت المقدس کا اپنی جگہ پر رہ کر ظاہر ہونا یا دار عقیل کے پاس آکر رکھا جانا یا اس کی مثال کا منکشف ہونا ان میں جمع کی صورت سہل یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس کی مثال منکشف ہوئی اور وہ دار عقیل کے پاس نمایاں ہوئی جیسا کہ نسائی کی حدیث میں آپ کے سامنے دوزخ جنت کا متمثل ہونا آیا ہے اور غایۃ تشابہ کی وجہ سے اس کو بیت المقدس کا منکشف ہونا فرمایا گیا۔ اب یہ اشکال بھی نہ رہا کہ اگر بیت المقدس یہاں آتا تو اپنی جگہ سے اتنی دیر غائب رہتا اور ایسا امر عجیب تاریخ میں منقول ہوتا۔

وھٰذا آخر (۱) **ما اردت ایرادہ فی ھذا الخبر + ومضی اللیل وبد السحر + صلی اللّٰہ تعالٰی علی ھذا النبی خیر الخلائق والبشر وعلٰی آلہ واصحابہ مصابیح الغرر۔**

---

(۱) اور تین قصے روایات معراج میں اور آئے ہیں۔ ایک یہ کہ آپ نے ایک قوم کو دیکھا کہ تانبے کے ناخنوں سے اپنا منہ نوچتے ہیں۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ غیبت کرنے والے ہیں اور دوسرے یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نبی اکرم ﷺ کی معرفت آپ کی امت کو سلام فرما کر بھیجا۔ تیسرے یہ کہ ملائکہ نے عرض کیا کہ اپنی امت کو پچھنے لگانے کا معالجہ کے لیے مشورہ دیجئے۔ اس وقت مجھ کو یہ احادیث نہیں ملیں، جس کو مل جائیں حاشیہ میں ملحق کر دیں۔

فوائد متعلقہ واقعہ معراج

چونکہ یہ واقعہ [1] نہایت مہتم بالشان ہے اس لیے برخلاف دوسرے فصول کے (کہ ان کے فوائد متعلقہ کو حواشی میں لکھا گیا جیسا کہ مقدمہ رسالہ میں مذکور ہے) اس کے بعض فوائد کو بھی اس کے بعد متن ہی میں لکھنا مستحسن معلوم ہوا مگر اختصار کے ساتھ اور یہ دو قسم کے ہیں۔ ایک فوائد حکمیہ بضم الحاء جس کا لقب مقدمہ میں باب الانوار تجویز کیا گیا تھا۔ دوسرے فوائد حکمیہ بکسر الحاء جس کا لقب مقدمہ میں باب الاسرار تجویز ہوا تھا۔ قسم اول عملیات ہیں' قسم ثانی علمیات ہیں۔

قسم اول فوائد حکمیہ بالضم

نمبر.....۱ : احادیث اسراء میں مذکور ہے کہ آپ کا سینہ مبارک شق کیا گیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مَرد کو مَرد کے سینہ کی طرف دیکھنا درست ہے اور گو فرشتے ذکورۃ وانوثۃ سے منزہ ہیں مگر اطلاقات شرعیہ میں ان کا ذکر بصیغ ذکور آیا ہے اس لیے یہ استنباط چسپاں ہو گیا۔

نمبر.....۲ : اور اس میں یہ ہے کہ بیت المقدس پہنچ کر براق کو حلقہ سے باندھ دیا گیا۔ اس سے احتیاط فی الامور و مباشرت اسباب کا منافی توکل نہ ہونا ثابت ہوتا ہے جب کہ اعتماد حق تعالیٰ پر ہو۔

نمبر.....۳ : اور اس میں یہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام سے جب آسمان کے دروازہ پر پوچھا گیا کہ کون ہے تو جبرائیل علیہ السلام نے جواب میں اپنا نام بتلایا کہ جبرائیل' یوں نہیں کہا کہ "میں"۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسے پوچھنے والے کے جواب میں ادب یہی ہے کہ نام لے کیونکہ صرف "میں" کہنا اکثر اوقات معرفت کے لیے کافی نہیں ہوتا۔ ایک

---

(۱) اگر یہ فصل کبھی الگ چھپے تو بعد سرخی فوائد متعلقہ واقعہ معراج یہ عبارت کافی ہے چونکہ یہ واقعہ نہایت مہتم بالشان ہے اس لیے اس کے بعض فوائد متعلقہ کو بھی اس کے بعد لکھنا مناسب معلوم ہوا مگر اختصار کے ساتھ اور یہ فوائد دو قسم کے ہیں۔ ایک فوائد حکمیہ بضم الحاء جس کا حاصل احکام عملیہ ہیں اور دوسرے فوائد حکمیہ بکسر الحاء جس کا حاصل تحقیقات علمیہ ہیں اس کے بعد سرخی قسم اول الخ سے لکھا جائے۔

حدیث میں اس پر انکار بھی آیا ہے۔

نمبر..... ۴ : اور اسی سے استیذان کا مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ کسی کے گھر میں گو وہ مردانہ ہی ہو بلا اذن داخل ہونا نہ چاہیے۔

نمبر..... ۵ : اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور سے کمر لگائے بیٹھے تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قبلہ سے کمر لگانا اور قبلہ کی طرف پشت پھیر کر بیٹھنا جائز ہے اگرچہ ہمارے لیے ادب یہی ہے کہ بلا ضرورت ایسا نہ کریں۔

نمبر..... ٦ : اور اس میں یہ ہے کہ آدم علیہ السلام داہنی طرف دیکھ کر ہنستے تھے اور بائیں طرف دیکھ کر روتے تھے۔ اس سے شفقت والد کی اولاد پر ثابت ہوتی ہے اس کی خوش حالی پر مسرور ہو اور بد حالی پر مغموم ہو۔

نمبر..... ۷ : اور ان میں یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ کہہ روئے کہ ان کی امت کے لوگ جنت میں میری امت کے لوگوں سے زیادہ جائیں گے چونکہ یہ رونا اپنی امت پر حزن اور حسرت اور ہمارے پیغمبر ﷺ کی کثرت تابعین پر غبطہ کے طور تھا۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ امرِ خیر میں غبطہ محمود ہے اور غبطہ اس کو کہتے ہیں کہ دوسرے کی نعمت دیکھ کر یہ تمنا کرے کہ میرے پاس بھی یہ نعمت ہوتی اور دوسرے کے پاس زوال نعمت کی تمنا نہ کرے ورنہ یہ حسد ہے اور حرام ہے۔

یہ فوائد نووی شارح مسلم نے لکھے ہیں اور ان کے علاوہ کچھ اور فوائد جو خیال میں آئے لکھے جاتے ہیں۔

نمبر..... ۸ : ان میں یہ بھی ہے کہ جبریل علیہ السلام نے آپ کی رکاب پکڑی اور میکائیل علیہ السلام نے لگام تھامی۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ راکب اگر کسی مصلحت سے اپنے خادم سے کام لے یا کوئی محب محض اکرام و محبت سے ایسا کرے تو اس کو گوارا کر لینا جائز ہے' البتہ براہ کبر نہ ہو۔

نمبر..... ۹ : ان میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے راہ میں بعض مقامات متبرکہ میں نماز پڑھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مقامات شریفہ میں نماز پڑھنا موجب برکت ہے بشرطیکہ اس مقام سے کوئی مخلوق کی تعظیم مقصود نہ ہو' خوب سمجھ لو نازک بات ہے۔

نمبر..... ۱۰ : اور ان میں یہ بھی ہے کہ راہ میں آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور

موسیٰ علیہ السلام نے سلام کیا جیسا کہ چھٹے واقعہ میں مذکور ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر راکب اور عابر کسی جالس و راجل کو نہ دیکھنے کی وجہ سے سلام نہ کر سکے تو اس کے لیے افضل ہے کہ راکب اور عابر کو سلام کرے۔

نمبر..... ۱۱ : اور ان میں یہ بھی ہے کہ آپ نے بعض اعمال پر لوگوں کو جزا ملتے ہوئے اور بعض کو سزا ملتے ہوئے دیکھا۔ اس سے ان اعمال خیر و شر کا قابل ارتکاب یا اجتناب ہونا ثابت ہوا جیسا کہ ظاہر ہے۔

نمبر..... ۱۲ : ان میں یہ ہے کہ بیت المقدس میں داخل ہو کر نماز پڑھی۔ اس سے تحیۃ المسجد مسنون ہونا ثابت ہوا۔

نمبر..... ۱۳ : ان میں یہ بھی ہے کہ بیت المقدس میں آپ امام بنائے گئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ امامت افضل القوم کی افضل ہے۔

نمبر..... ۱۴ : اور ان میں یہ بھی ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام نے بیت المقدس میں اپنے فضائل کا خطبہ پڑھا۔ اس سے ثابت ہوا اگر حق تعالیٰ کی نعمتوں کو بطور شکر و تحدث بالنعمۃ کے ظاہر کرے تو محمود ہے۔

نمبر..... ۱۵ : اور ان میں یہ بھی ہے کہ آپ کو پیاس لگی تو کئی قسم کے مشروبات آپ کے سامنے پیش کئے گئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ توسع تاکل و مشارب میں خصوص ضیف کے لیے جائز ہے۔

نمبر..... ۱۶ : اور اگر اس پیشی کی غرض پر نظر کی جائے کہ امتحان تھا تو اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ دین میں امتحان لینا جائز ہے۔

نمبر..... ۱۷ : اور ان میں یہ بھی ہے کہ فرشتے آپ کو دونوں طرف سے گھیرے ہوئے تھے جیسا دسویں واقعہ میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر اکرام کے لیے خادم دونوں طرف گھیرے ہوں تو مذموم نہیں۔

نمبر..... ۱۸ : اور ان میں یہ بھی ہے کہ آپ جب آسمانوں پر پہنچے تو فرشتوں اور انبیاء علیہم السلام نے آپ کو مرحبا کہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ضیف کا اکرام اور اظہار فرحت اس کے آنے پر مطلوب ہے۔

نمبر..... ۱۹ : اور ان میں یہ بھی ہے کہ آپ نے آسمانوں میں خود انبیاء علیہم السلام کو

سلام کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آنے والا بیٹھنے والے کو سلام کرے اگرچہ آنے والا افضل ہو۔

نمبر..... ۲۰ : اور ان میں یہ بھی ہے کہ آپ نے دوسرے سے انبیاء علیہم السلام کے فضائل ذکر کر کے اپنے لیے دعا فرمائی۔ اس سے مقام قرب میں پہنچ کر بھی دعا کی فضیلت معلوم ہوئی۔

نمبر..... ۲۱ : ان میں یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کو مشورہ دیا کہ تخفیف عدد صلوٰۃ کی درخواست کیجئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیک مشورہ دینا اور خیر خواہی کرنا امر مطلوب ہے گو جس کو مشورہ دیا جائے وہ اپنے سے رتبہ میں بڑا ہی ہو۔

نمبر..... ۲۲ : اور ان میں یہ بھی ہے کہ آپ نے تخفیف صلوٰۃ کی درخواست کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مفید مشورہ کو قبول کر لینا محمود ہے۔

نمبر..... ۲۳ : اور ان میں یہ بھی ہے کہ حضرت ام ہانی نے آپ سے عرض کیا کہ یہ قصہ لوگوں سے نہ فرمائے جیسا کہ واقعہ ۲۳ میں مذکور ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس بات کے اظہار سے فتنہ ہوتا ہو اس کو ظاہر نہ کیا جائے کیونکہ مبنی ان کے مشورے کا یہی اصل ہے۔

نمبر..... ۲۴ : پھر آپ کے جواب سے معلوم ہوا کہ اس میں اصل تفصیل ہے یعنی جو امر دین میں ضرور نہ ہو اس کو ظاہر نہ کیا جائے اور ضروری میں فتنہ کی کچھ پرواہ نہ کی جائے۔

نمبر..... ۲۵ : اور ان میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے بیت المقدس کے حالات پوچھے جس سے غرض یہ تھی کہ میری تصدیق کرنے سے کفار وثوق کریں گے جیسا کہ واقعہ ۲۵ میں مذکور ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مکالمت اہل حق اور اہل باطل کے وقت تائید حق کے لیے گفتگو میں ظاہراً مخالف کا طرف دار بن جانا بھی جائز ہے۔

یہ کل پچیس (۲۵) ہوئے مطابق عدد واقعات کے' واللہ اعلم۔

قسم ثانی فوائد حکمیہ بالکسر

اور یہ بھی پچیس ہیں۔ پندرہ تنبیہہ کے عنوان سے' پانچ تحقیق کے عنوان سے اور

پانچ دفع اشکال کے عنوان سے۔ چنانچہ آگے آتا ہے اور یہ قسم ثانی بصورت تفسیر آیت اسراء لکھی جاتی ہے جس کو اپنی تفسیر بیان القرآن سے نقل کر دیا ہے' وھو ھذا۔

تفسیر آیۃ الاسراء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ○

"پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ (محمد ﷺ) کو شب کے وقت مسجد حرام (یعنی مسجد کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک جس کے گردا گرد (کہ ملک شام ہے) ہم نے (دینی و دنیوی) برکتیں کر رکھی ہیں (دینی برکت یہ ہے کہ وہاں بکثرت سے انبیاء مدفون ہیں' دنیوی برکت یہ ہے کہ وہاں اشجار و انہار و پیداوار کی کثرت ہے۔ غرض اس مسجد اقصیٰ تک عجیب طور پر اس واسطے) لے گیا تاکہ ہم اس (بندہ) کو اپنی کچھ عجائبات قدرت دکھلائیں (جن میں بعض تو خود وہاں کے متعلق ہیں مثلاً اتنی بڑی مسافت مدت قصیرہ میں طے کرنا' سب انبیاء علیہم السلام کو دیکھنا' ان کی باتیں سننا وغیرہ ذالک اور بعض آگے کے متعلق ہیں مثلاً آسمانوں پر جانا اور عجائبات کثیرہ دیکھنا) بے شک اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے' بڑے دیکھنے والے ہیں۔" (چونکہ رسول مقبول ﷺ کے اقوال کو سنتے احوال کو دیکھتے تھے اس لیے ان کو اس طرح مکرم و مقرب بنایا)

ف : اس مقام پر چند تنبیہات اور چند تحقیقات اور چند دفع اشکالات ہیں۔

تنبیہات

تنبیہ .....۱ : سبحان' تنزیہ و تعجیب کے لیے مستعمل ہے چونکہ یہ لے جانا عجیب تھا اور عجیب ہونے کی وجہ سے قدرت عظیمہ پر دال ہے' اس لیے اس سے شروع کرنا مناسب ہوا اور اسی لیے احقر نے ترجمہ میں لفظ عجیب طور پر کو ظاہر کر دیا اور یہ جانا براق پر تھا جیسا صحاح میں ہے جس کی برق رفتاری بھی عجیب تھی۔

تنبیہ ..... ۲ : اس مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے جانے کو اسراء کہتے ہیں اور آگے آسمانوں پر جانے کو معراج کہتے ہیں اور گاہے دونوں لفظ مجموعہ پر اطلاق کئے جاتے ہیں۔

تنبیہ ..... ۳ : یہاں بعبدہ کہنے سے دو فائدے ہیں۔ ایک تو اظہار آپ کے قرب و قبول کا' دوسرے اس عجیب معجزہ کی وجہ سے کوئی آپ پر الوہیت کا شبہ نہ کر سکے۔

تنبیہ ..... ۴ : ہرچند کہ اسراء رات ہی کے لے چلنے کو کہتے ہیں لیکن لیلاً کی تصریح اس لیے ہے تاکہ باعتبار عرف و محاورات کے تبعیض پر دال ہو اور زیادہ دلالت کرے قدرت پر کہ تھوڑی ہی رات میں اتنا دراز کام لیا گیا اور دلالت علی التبعیض کی تصریح عبدالقاہر سے اور اس کی توجیہ سیبویہ اور ابن مالک سے صاحب روح نے اس طرح نقل کی ہے : اللیل والنھار اذا عرفا کانا معیاراً للتعیم وظرفا محددا بخلاف المنکر فلما عدل عن تعریفه علم انه لم یقصد استغراق السریٰ۔

تنبیہ ..... ۵ : مسجد حرام کا اطلاق گاہے مطلق حرم پر بھی آتا ہے اور یہاں دونوں معنی صحیح ہو سکتے ہیں کیونکہ بعض احادیث میں بھی آیا ہے کہ آپ اس وقت حطیم میں تشریف رکھتے تھے اور بعض میں آیا ہے کہ ام ہانی کے گھر میں تھے پس آیت کو دونوں پر محمول کر سکتے ہیں اور وجہ تطبیق دونوں احادیث میں بہت سہل ہے کیونکہ ام ہانی کے گھر سے حطیم میں آجانا اور وہاں سے آگے جانا کوئی امر مستبعد نہیں۔

تنبیہ ..... ۶ : مسجد اقصیٰ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اقصیٰ کے معنی عربی میں ہیں بہت دور چونکہ وہ مسجد مکہ سے بہت دور ہے اس لیے اقصیٰ کہا گیا۔

تنبیہ ..... ۷ : ہرچند کہ عجائبات کا مشاہدہ بدون آپ کے لے جائے ہوئے ممکن تھا لیکن اس میں اور اس طرح رکوب میں اور زیادہ اکرام و اظہار شان ہے اس لیے آپ کو اس طرح لے گئے۔

تنبیہ ..... ۸ : رات کی تخصیص میں یہ حکمت لکھی ہے کہ عادۃ وہ وقت خلوت کا ہے اس میں بلانا دلیل ہے زیارت اختصاص کی۔

تنبیہ ..... ۹ : یہاں مسجد اقصیٰ سے مراد صرف اس مسجد کی زمین ہے کہ حقیقت میں مسجد اصالتاً زمین ہی ہوتی ہے اور عمارت تو تبعاً مسجد ہوتی ہے۔ وجہ اس مراد لینے کی یہ ہے کہ یہ امر تاریخ سے ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے اور نبی اکرم ﷺ کے زمانہ کے

درمیان میں اس کی عمارت منہدم کر دی گئی تھی۔ چنانچہ عنقریب تفسیر آیات وقضینا الی بنی اسرائیل میں مذکور ہو گا اس لیے ظاہراس پر شبہ ہوتا ہے کہ مسجد اقصیٰ کا جب اس وقت وجود ہی نہ تھا پھر وہاں تک لے جانے کے کیا معنی؟ پس اس مراد کے تعیین سے وہ شبہ جاتا رہا اور اگر اس حدیث پر شبہ ہو کہ کفار معترضین نے آپ سے بیت المقدس کے ہیئت و کیفیت دریافت کی تھی' اس کے کیا معنی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو منہدم عمارت کی ہیئت و کیفیت دریافت کرنا بھی ممکن ہے۔ علاوہ اس زمین کے قرب میں لوگوں نے کچھ عمارتیں بنام نہاد بیت المقدس کے بنائی تھیں' اس سے بھی سوال ممکن ہے۔

تنبیہ ..... ۱۰ : الذی بارکنا بطور مدح کے بڑھایا ہے اور اس سے خود اس مسجد کا مبارک ہونا بدرجہ اولیٰ مفہوم ہو گیا کیونکہ جب اس کے آس پاس باوجود مسجد نہ ہونے کے برکت ہے تو خود اس میں تو ضرور ہو گی کیونکہ آس پاس دو قسم کی برکتیں ہیں۔ ایک دنیوی سو اس سے تو دینی برکت ضرور زیادہ ہے اور دوسری دینوی کہ مدفن انبیاء ہے سو دفن ہونا صرف تلبس جسم کا ہے اور قبلہ ہونا جیسا کہ اکثر انبیاء علیہم السلام کا وہ قبلہ رہا ہے۔ تلبس روح کا ہے اور یہ زیادہ موجب برکت ہو گا خصوصاً جب کہ وہاں ہی رہ کر عبادت کریں کہ جسم کا تلبس بھی ہو جائے گا کیونکہ وہ قبلہ ہونے کے ساتھ اکثر انبیاء کا متعبد اور محل عبادت بھی رہا ہے۔ پس اس طرح خود اس مسجد کے مبارک تر ہونے پر دلالت ہو گئی ہے۔ بعض کتب میں جو لکھا ہے کہ موضع جسد شریف رسول مقبول ﷺ عرش سے بھی افضل ہے اس کا فضیلت جزئی پر محمول کرنا مناسب ہے' واللہ اعلم۔

تنبیہ ..... ۱۱ : لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا میں آیات کا اطلاق جو کہ عرفاً عظیم اور کمال پر دال ہوتا ہے اور آیات سماویہ خصوصاً جب کہ آسمانوں پر انبیاء بھی تھے جیسا احادیث معراج میں ہے آیات ارضیہ سے اعظم اور اکمل ہیں اس طرح یہ اطلاق مشیر ہے کہ مسجد اقصیٰ سے آگے بھی آپ کو لے گئے اسی لیے روح المعانی میں یوں تفسیر ہے : لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ای لنرفعہ الی السماء حتّٰی یرٰی ما یرٰی من العجائب مگر تصریح نہ کرنے میں شاید یہ نکتہ ہو کہ وہ اور زیادہ عجیب ہے اور انکار اس کا قریب ہے اور نص قطعی کا انکار کفر ہے پس تصریح نہ کرنا رحمت ہے ضعفاء کے ساتھ۔

تنبیہ ..... ۱۲ : من کا تبعیضیہ لینا اس وجہ سے ہے کہ واقع میں ایسا ہی ہوا تھا۔ چنانچہ

صحاح میں ہے کہ اسمع صریف الاقلام کہ قلم کے چلنے کی آواز آتی تھی اور ظاہراً اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قلم نہیں دیکھے' وعلیٰ ہذا۔

تنبیہہ ..... ۱۳ : اسریٰ میں ضمیر غائب کی ہے اس سے شروع کیا گیا اور اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ پر کہ اس میں بھی ضمیر غائب کی ہے ختم کیا گیا اور درمیان میں ضمیر متکلم کہ دال تعظیم پر بھی ہے لائی گئی۔ اس میں یہ نکات ہیں : اول تجدید کلام و تنشیط سامع۔ دوم برکات اور آیات اور اراءت کا عظیم ہونا۔ سوم اسراء کے بعد قرب کے زیادہ ہونے کی طرف اشارہ اور قرب کے وقت اصل تکلم ہے۔

تنبیہہ ..... ۱۴ : اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ کے بڑھانے کا فائدہ علاوہ مذکور فی المتن کے ایک یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مکذبین کو وعید ہے کہ ہم تمہاری تکذیب و مخالفت کو دیکھتے سنتے ہیں' خوب سزا دیں گے۔

تنبیہہ ..... ۱۵ : لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا کے بعد اس کا بڑھانا مشیر اس طرف ہے کہ گو رویت عجائبات کی رسول مقبول ﷺ کو ہوئی مگر علم میں ہمارے برابر نہیں ہو گئے کیونکہ ان کو تو ہم نے دکھلایا اور ہم بالذات سَمِيْعُ الْبَصِيْرُ ہیں۔ دوسرے انہوں نے بعض آیات کو دیکھا اور ہم علی الاطلاق سَمِيْعُ الْبَصِيْرُ ہیں۔

تحقیقات

تحقیق اول --- یہاں مسجد اقصیٰ تک جانا مذکور ہے۔ اندر جانا احادیث میں مصرح ہے کہ آپ اندر تشریف لے گئے اور انبیاء علیہم السلام سے ملے اور آپ نماز میں ان کے امام بنے۔

تحقیق دوم --- آگے آسمانوں کی طرف جانا اس آیت میں مصرح نہیں ہے گو اس کی طرف اشارہ ہے اور اس سے زیادہ صراحت کے قریب اشارہ سورہ النجم میں ہے : وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى○ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى○ یعنی آپ نے جبرئیل علیہ السلام کو دوسری بار سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى کے پاس دیکھا ہے اور پہلی بار کا دیکھنا اس کے قبل وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى میں مذکور ہوا ہے۔ سو اس سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آپ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى تک پہنچے تھے کیونکہ عِنْدَ متعلق رَاٰی کے ہے پس رویت عند السدرہ سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ

راء ی اور مرء ی دونوں سدرہ کے پاس ہوں گے پھر احادیث میں تو اس کی اس قدر تصریح ہے کہ مجالِ انکار ہی نہیں۔

تحقیق سوم --- جمہور اہل سنت وجماعت کا مذہب یہ ہے کہ معراج بیداری میں جسد کے ساتھ ہوئی اور دلیل اس کی اجماع ہے اور مستند اس اجماع کا یہ امور ہو سکتے ہیں :

(اول) حق تعالیٰ نے جس اہتمام سے قصہ اسراء کو بیان فرمایا ہے اس سے اس کا غایت عجیب ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اگر یہ نوم (نیند) میں یا روحانی طور پر ہوتی تو یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے۔

(دوسری) بِعَبْدِہٖ سے ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ حقیقی اور متبادر معنی جاء نی عبد فلان کے یہی ہیں کہ وہ بیداری میں دھڑ اور جان سمیت آیا۔ پس عبد کا مصداق مجموعہ روح و جسد اور اس محل کا صدور مقید بالیقظہ ہوتا ہے۔ الا ان یصرح علٰی خلاف ذٰلک۔

(تیسری) اگر یہ خواب کی حالت میں یا روحانی طور پر ہوتی تو جس وقت کفار نے تکذیب کی تھی یا بیت المقدس اور اپنے قافلہ کے حالات پوچھے تھے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے کہ آپ کو بعضھا فی الصحاح وبعضھا رواہ البیھقی وغیرہ کما فی الدر المنثور تو آپ اس وقت بہت سہولت سے جواب دیتے کہ میں بیداری میں اس کے ہونے کا کب مدعی ہوں جو تم ایسی باتیں کرتے ہو اور بیت المقدس کے ہیئت و کیفیت بیان کرنے کے متعلق فکر میں نہ پڑتے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے فکر ہوئی تو حق تعالیٰ نے منکشف کردیا اور آپ نے بتلا دیا۔ (رواہ مسلم)

اور بعض کو آیت وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الخ سے شبہ ہوا ہے۔ سو اول تو وہاں احتمال ہے کہ واقعہ بدر یا عمرہ مکہ کا خواب مراد ہو جیسا مفسرین اس طرف گئے ہیں جن کا ذکر اجمالاً اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ اور لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا میں آیا ہے۔ اور اگر واقعہ معراج ہی مراد ہو تو رویا بمعنی رویت ہے کیونکہ رای کے دونوں مصدر ہیں مثل قربیٰ اور قرابت کے یا بقول بعض شب سے رویت کو رویا کہتے ہیں گو بیداری میں ہو یا تشبیھًا رویا کہہ دیا ہو اور وجہ تشبیہ کی یا عجائب کا دیکھنا ہے اور یا شب کے وقت واقع ہونا ہے۔ (کذا فی روح المعانی)

اور بعض کو شریک کی حدیث سے جس کے آخر میں ثم استیقظت ہے شبہ پڑ گیا ہے سو چونکہ شریک محدثین کے نزدیک حافظ حدیث نہیں اور دوسرے حفاظ کے خلاف کیا اس لیے وہ زیادت غیر مقبول ہے۔ (کذا فی روح المعانی)

یا محمول ہے تعداد واقعہ پر کیونکہ علماء نے لکھا ہے کہ عروج روحانی آپ کو کئی بار ہوا ہے یعنی اس معراج سے پہلی خواب میں عروج ہوا ہے جس کی حکمت یہ لکھی ہے کہ تدریجاً اس معراج اعظم کے استعداد اور برداشت ہو سکے اور بعض کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اول سے شبہ ہو گیا ہے سو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو اس وقت تک آپ کے نکاح میں بھی نہ آئی تھیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس وقت تک اسلام بھی نہ لائے تھے' اللہ جانے کسی نے سن کر کہا ہے یا اجتہاد کیا ہے یا کسی دوسرے واقعہ کی نسبت کہا ہے' اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

تحقیق چہارم --- بیت المقدس تک جانے کا منکر کافر ہے اور ماؤل مبتدع ہے اور آگے جانے کا منکر اور ماؤل مبتدع ہے اور ہرچند کہ سورہ نجم میں قریبا تصریح ہے لیکن عند میں احتمال ہے کہ وہ راہ کے مفعول کا حال ہو اس لیے آپ کے سدرۃ المنتھی تک پہنچنے میں نص نہیں ہے۔

تحقیق پنجم --- اس میں اختلاف ہے کہ حق تعالیٰ کو اس شب میں آپ نے دیکھا یا نہیں' اس میں سلف اور خلف سب کا اختلاف ہے اور روایات محتمل تاویل کو ہیں کیونکہ روایت مثبتہ رویت میں احتمال ہے کہ رویت بالقلب مراد ہو اور نفی رویت سے کسی خاص رویت کی نفی مراد ہو مثلاً قیامت کے روز جنت میں جو انکشاف ہو گا یہ انکشاف اس سے کم ہو' گو رویت صادق اور جیسے بے عینک دیکھنا بھی دیکھنا ہے اور عینک سے اور زیادہ انکشاف ہوتا ہے۔ غرض اس مسئلہ میں توقف بہتر ہے۔

دفع اشکالات

دفع اشکال اول ..... : بعض کو وسوسہ ہوا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے باب میں فرمایا ہے' نُرِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور آپ کے لیے من تبعیضیہ کیوں فرمایا۔ جواب یہ ہے کہ ملکوت السموات والارض کل آیات تو نہیں ہیں اور ممکن

ہے کہ یہ بعض جو رسول اللہ ﷺ کو دکھلایا گیا اس بعض سے اعظم ہو۔

دفع اشکال دوم ..... : بعض ظاہر پرست شبہ کرتے ہیں کہ خرق والتیام افلاک پر محال ہے۔ جواب یہ ہے کہ اس دلیل کے سب مقدمات باطل ہیں جیسا اپنے محل میں مذکور ہے۔

دفع اشکال سوم ..... : بعض کہتے ہیں کہ اس قدر سیر سریع کیونکر ممکن ہے۔ جواب یہ ہے کہ بعض کواکب باوجود اس قدر عظیم ہونے کے نہایت سریع ہیں اور سرعہ کی عقلاً کوئی حد نہیں ہے۔

دفع اشکال چہارم ..... : بعض کہتے ہیں کہ آسمان کے نیچے ہوا نہیں اور حرارت شدید ہے جسم عنصری سلامت نہیں رہ سکتا۔ جواب یہ ہے کہ محال ممکن نہیں ہوتا لیکن مستبعد واقع ہو سکتا ہے۔

دفع اشکال پنجم ..... : بعض کہتے ہیں آسمان ہی وجود نہیں۔ جواب یہ ہے کہ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ۔

مِنَ الْقَصِيْدَةِ

۱سَرَيْتَ مِنْ حَرَمٍ لَيْلاً اِلٰى حَرَمٍ	كَمَا سَرَى الْبَدْرُ فِيْ دَاجٍ مِّنَ الظُّلَمِ
وَبِتَّ تَرْقٰى اِلٰى اَنْ نِلْتَ مَنْزِلَةً	مِنْ قَابَ(۱) قَوْسَيْنِ لَمْ تُدْرَكْ وَلَمْ تُرَمِ
وَقَدَّمَتْكَ جَمِيْعُ الْاَنْبِيَاءِ بِهَا	وَالرُّسُلِ تَقْدِيْمَ مَخْدُوْمٍ عَلٰى خَدَمِ
وَاَنْتَ تَخْتَرِقُ السَّبْعَ الطِّبَاقَ بِهِمْ	فِيْ مَوْكَبٍ كُنْتَ فِيْهِ صَاحِبَ الْعَلَمِ
حَتّٰى اِذَا لَمْ تَدَعْ شَاْوًا لِمُسْتَبِقٍ	مِنَ الدُّنُوِّ وَلاَ مَرْقًا لِمُسْتَلِمِ
خَفَضْتَ كُلَّ مَكَانٍ بِالْاِضَافَةِ اِذْ	نُوْدِيْتَ بِالرَّفْعِ مِثْلَ الْمُفْرَدِ الْعَلَمِ
كَيْمَا تَفُوْزَ بِوَصْلٍ اَىِّ مُسْتَتِرٍ	عَنِ الْعُيُوْنِ وَسِرٍّ اَىِّ مُكْتَتَمِ

(ترجمہ) (۱) آپ ایک شب میں حرم شریف مکہ سے حرم محترم مسجد اقصیٰ (باوجودیکہ ان میں فاصلہ چالیس روز کے سفر کا ہے) ایسے (ظاہر و باہر و تیز رو کمال نورانیت و ارتفاع کدورت کے ساتھ) تشریف لے گئے جیسا کہ بدر تاریکی کے پردہ میں نہایت درخشانی کے ساتھ جاتا ہے۔ (۲) اور آپ نے

---

(۱) لم یقصد تفسیر القراٰن او قصدہٗ عَلٰی بعض الاقوال۔

بحالت ترقی رات گذاری اور یہاں تک ترقی فرمائی کہ ایسا قرب الٰہی حاصل کیا جس پر مقربان درگاہ خداوندی سے کوئی نہیں پہنچایا گیا تھا بلکہ اس مرتبہ کا بغایت رفعت کسی نے قصد بھی نہیں کیا تھا۔ (۳) اور آپ کو مسجد بیت المقدس میں تمام انبیاء و رسل نے اپنا امام و پیشوا بنایا جیسا مخدوم خادموں کا امام و پیشوا ہوتا ہے۔ (۴) اور (منجملہ آپ کی ترقیات کے یہ امر ہے کہ) آپ سات آسمانوں کو طے کرتے جاتے تھے جو ایک دوسرے پر ہے ایسے لشکر ملائکہ میں (جو بلحاظ آپ کی عظمت و شان و تالیف قلب مبارک آپ کے ہمراہ تھا اور) جس کے سردار اور صاحب علم آپ ہی تھے۔ (۵) (آپ رتبہ عالی کی طرف برابر ترقی کرتے رہے اور آسمانوں کو برابر طے کرتے رہے) یہاں تک کہ جب آگے بڑھنے والے کی قرب و منزلت کی نہایت نہ رہی اور کسی طالب رفعت کے واسطے کوئی موقع ترقی کا نہ رہا تو (۶) (جس وقت آپ کی ترقیات نہایت درجہ کو پہنچ گئیں تو) آپ نے ہر مقام انبیاء کو یا ہر صاحب مقام کو بہ نسبت اپنے مرتبہ کے جو اللہ تعالیٰ سے عنایت ہوا پست کر دیا جبکہ آپ اُدْنُ کہہ کر واسطے ترقی مرتبہ کے مثل یکتا اور نامور شخص کے پکارے گئے۔ (۷) (یہ ندا یامحمد کی اس لیے تھی) تاکہ آپ کو وہ وصل حاصل ہو جو نہایت درجہ آنکھوں سے پوشیدہ تھا (اور کوئی مخلوق اس کو دیکھ نہیں سکتی) اور تاکہ آپ کامیاب ہوں' اس اچھے بھید سے جو غایت مرتبہ پوشیدہ ہے۔ (عطر الوردہ)

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

وَلنختم الکلام علٰی وقعة الاسراء بِالصَّلٰوةِ عَلٰی سَیِّدِ اھل الاصطفاء واٰله واصحابه اھل الاجتباء ما دامت الارض والسمآء

فصل نمبر۱۳

ہجرت حبشہ کا بیان

یہ نبوت کے پانچویں سال میں ہوئی جس کا سبب یہ ہوا کہ کفار مسلمانوں کو بہت تکلیف دیتے تھے۔ اس وقت آپ کی اجازت سے چند مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ حبشہ کا بادشاہ نجاشی نصرانی تھا اس نے مسلمانوں کو اچھی طرح جگہ دی۔ کفار قریش کو اس سے بہت غیظ ہوا' انہوں نے کئی شخصوں کو تحف و ہدایا دے کر نجاشی کے پاس بھیجا کہ مسلمانوں کو اپنے پاس جگہ نہ دے۔ جب انہوں نے جا کر مطلب عرض کیا' نجاشی نے دربار میں مسلمانوں کو جمع کیا اور ان لوگوں کو بلا کر گفتگو کی۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم لوگ گمراہ تھے اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغمبر بھیجا اور اپنا کلام اُن پر نازل فرمایا تو ہم راہ راست پر آئے۔ وہ بھلے کاموں کا حکم کرتے ہیں اور برے کاموں سے منع کرتے ہیں۔ نجاشی نے کہا جو کلام اُن پر اُترا ہے اُس میں سے کچھ پڑھو۔ اُنہوں نے سورہ مریم شروع کی وہ بہت متاثر ہوا اور مسلمانوں کو تسلی دی اور فرستادگان قریش کو خائب و خاسر رد کر دیا۔ کذا فی تواریخ حبیب اللہ۔

احادیث میں تصریح ہے کہ یہ بادشاہ مسلمان ہو گئے تھے اور زاد المعاد میں ہے کہ پھر جب آپ کے مدینہ کو ہجرت فرمانے کی خبر ان لوگوں کو پہنچی تو ۳۳ آدمی حبشہ [1] سے لوٹ آئے' سات تو مکہ میں روک لیے گئے اور باقی مدینہ پہنچ گئے اور بقیہ نے کشتی کے رستہ' غزوہ خیبر کے سال مدینہ کو ہجرت کی ان صاحبوں کو دو ہجرتوں کی وجہ سے اصحاب الھجرتین کہتے ہیں۔

مِنَ الْقَصِیْدَةِ

وَلَنْ تَرٰی مِنْ وَّلِیٍّ غَیْرَ مُنْتَصِرٍ ۔ بِہٖ وَلَا مِنْ عَدُوٍّ غَیْرَ مُنْقَصِمِ
اَحَلَّ اُمَّتَہٗ فِیْ حِرْزِ مِلَّتِہٖ ۔ کَاللَّیْثِ حَلَّ مَعَ الْاَشْبَالِ فِیْ اَجَمِ

---

(۱) یعنی مکہ کو تاکہ وہاں سے پھر مدینہ چلے جائیں گے۔

كَمْ جَدَّلَتْ كَلِمَاتُ اللّٰهِ مِنْ جَدَلٍ فِيْهِ وَكَمْ خَصَمَ الْبُرْهَانُ مِنْ خَصِمِ

(ترجمہ) (۱) اور تو ہرگز نہ دیکھے گا آپ کے کسی دوست کو کہ اس کو آپ کی برکت سے مدد نہ پہنچی ہو اور نہ تو ان کا کوئی ایسا دشمن دیکھے گا کہ اس کو شکست فاش نہ پہنچی ہو۔ (۲) آپ نے اپنی امت اجابت کو اپنے دین کے مضبوط و مستحکم قلعہ میں اُتارا (ان کو کوئی مغلوب و مقہور نہیں کر سکتا) جیسا کہ شیر اپنے بچوں کو لے کر اپنے بیشہ میں فروکش ہوتا ہے (کہ کسی کا مقدور نہیں کہ ان کو وہاں ستا سکے) (۳) اور بہت دفعہ کلام اللہ نے خاک مذلت پر ڈال دیا اس شخص کو جس نے آنحضرت ﷺ کی شان میں جھگڑا کیا اور ان کی نبوت کا انکار کیا اور بہت دفعہ غالب ہوئیں دلائل آپ کی اثبات رسالت کی منکر شدید الخصومتہ پر۔ (عطر الوردہ) (چنانچہ اس موقعہ پر صحابہ کرام کا غلبہ ہوا اور کلام اللہ نے نجاشی پر اثر کیا)

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

فصل نمبر ۱۴

قبل از ہجرت کے بعض دیگر اہم واقعات[1]

پہلا واقعہ : جب آپ پر وحی اول نازل ہوئی اور آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بیان فرمایا، وہ آپ کو ورقہ[2] کے پاس لے گئیں۔ انہوں نے آپ کے صاحبِ وحی ہونے کی تصدیق کی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دولت ایمان سے مشرف ہوئیں اور عورتوں میں سب سے اول حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور جوانان احرار میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور لڑکوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور آزاد شدہ غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور

---

(۱) اس پوری فصل کے مضامین تواریخ حبیب الہ سے لیے ہیں گو الفاظ و ترتیب میں تبدیل ہو۔

(۲) یہ وہ ہیں جن کا ذکر دسویں فصل کی دوسری روایت میں آیا ہے۔

بعد ازیں حضرت عثمان ٗ حضرت سعد بن ابی وقاص ٗ حضرت طلحہ ٗ حضرت زبیر ٗ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایمان لائے اور روز بروز لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے۔

دوسرا واقعہ : جب آپ پر آیت وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ نازل ہوئی ٗ آپ نے کوہ صفا پر چڑھ کر پکارا اور سب کو جمع کر کے شرک پر رہنے کی حالت میں عذاب سے ڈرایا۔ ابولہب نے آپ کی شان میں سخت الفاظ کہے سورہ تبت تب ہی نازل ہوئی جس میں اُس کی اور اُس کی بیوی کی مذمت ہے ٗ وہ بھی آپ کے ساتھ بہت دشمنی رکھتی تھی۔ اس ابولہب کے دو بیٹے تھے عتبہ اور عتیبہ۔ نبی اکرم ﷺ کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور ام کلثوم ان دونوں کے نکاح میں تھیں۔ (اُس وقت اختلاف دین سے نکاح درست تھا) ابولہب نے بیٹوں کو کہا کہ اگر تم ان بیٹیوں کو طلاق نہ دو گے تو تم سے تعلق نہ رکھوں گا۔ اُن دونوں نے اُس کے کہنے پر عمل کیا اور عتبہ نے تو ایسی بے حیائی کی کہ آپ کے سامنے جا کر یہ کلمات کہہ دیئے۔ اس گستاخی پر آپ نے بددعا کی : اَللّٰهُمَّ سَلِّطْ عَلَيْهِ كَلْبًا مِّنْ كِلَابِكَ۔ "یااللہ اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط کر دے۔" ایک بار تجارت کے لیے شام جانا تھا ٗ راستے میں ایک منزل پر جہاں شیر لگتا تھا ٹھہرنا ہوا۔ ابولہب نے بیٹے کی حفاظت کے واسطے اسباب کا ایک ٹیلہ بنا کر عتبہ کو اس پر بٹھلایا ٗ سب کو اس کے اردگرد سلایا۔ رات کو شیر آیا اور عتبہ کو مار کر چلا گیا مگر یہ شقاوت تھی کہ آپ ﷺ پر ایمان نہیں لائے تھے ٗ یہ سب قصے قریب زمانہ نبوت کے ہیں۔

تیسرا واقعہ : جب ہجرت حبشہ ہوئی (جس کا ذکر تیرہویں فصل میں ہے) تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی ارادہ ہجرت حبشہ کا کیا۔ مکہ سے نکل کر برک الغماد تک کہ چار منزل مکہ سے ہے ٗ پہنچے تھے کہ مالک بن دغنہ کہ سردار قوم قارہ کا تھا ٗ ملا اور ان کو اپنی پناہ میں مکہ لے آیا اور سب کفار قریش سے کہہ دیا۔ کفار نے کہا بایں شرط ہم کو منظور ہے کہ یہ قرآن گھر سے باہر اور بلند آواز میں نہ پڑھا کریں۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے چند دن ایسا ہی کیا پھر ضبط نہ ہو سکا اور باآواز بلند پڑھنا شروع کر دیا۔ محلّہ کی عورتیں جمع ہو کر سننے لگیں۔ کفار نے اس رئیس پناہ دہندہ سے کہا اس نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا خلاف عہد کرتے ہو تو میری پناہ نہ رہے گی۔ انہوں نے کہا کہ مجھے سوائے اللہ کے کسی کی پناہ

میں رہنا منظور نہیں۔ وہ اپنی پناہ توڑ کر چلا گیا اور آپ فرمانِ الٰہی محفوظ رہے۔

چوتھا واقعہ : جناب رسول اللہ ﷺ اور مسلمانان ہمراہی آپ کے اکثر چھپے رہتے اور انتالیس تک شمار اہل اسلام پہنچی تھی۔ آپ ارقم کے گھر میں تھے' اس زمانہ میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور ابوجہل بن ہشام دو بڑے سردار تھے۔ آپ نے دعا فرمائی یااللہ دین اسلام کو عزت دے اسلام عمر بن الخطاب یا ابوجہل بن ہشام سے۔ سو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں وہ دعا قبول ہوئی اور دوسرے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے۔ [۱] یہ سنہ ۶ نبوت میں ہوا۔ (کذا فی تواریخ حبیب الہ)

پانچواں واقعہ : آپ جب طائف سے واپس تشریف لائے' کسی کو مطعم بن عدی کے پاس بھیجا اور امن طلب کی۔ مطعم نے امن دیا اور ہمراہ آپ کے مسجد میں آیا۔ اس پر آپ ﷺ مطعم کا شکریہ [۲] فرمایا کرتے تھے۔ (کذا فی الشمامة عن اسد الغابة)

مِنَ الْقَصِیْدَةِ

لَا تَعْجَبَنْ لِحَسُوْدٍ رَاحَ یُنْکِرُهَا　　تَجَاهُلًا وَهُوَ عَیْنُ الْحَاذِقِ الْفَهِمِ

قَدْ تُنْکِرُ الْعَیْنُ ضَوْءَ الشَّمْسِ مِنْ رَمَدٍ　　وَیُنْکِرُ الْفَمُ طَعْمَ الْمَآءِ مِنْ سَقَمِ

(ترجمہ) (۱) اگر کوئی حاسد ان آیات (نبوۃ) کا براہ تجاہل انکار کرے حالانکہ وہ امور میں پورا ہوشیار اور فہیم ہے تو اس کا تو ہرگز تعجب مت کرو۔ (۲) (اس لیے کہ) کبھی آنکھ بسبب درد کے آفتاب کی روشنی کو برا سمجھتی ہے اور کبھی دہن بسبب بیماری کے ذائقہ آب شیریں کو ناپسند کرتا ہے۔ (عطر الوردہ)

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

---

(۱) قصہ ان کے اسلام کا تواریخ حبیب الہ میں مبسوط مذکور ہے۔

(۲) بخاری میں حدیث ہے کہ جب آپ کی خدمت میں بدر کے کفار قیدی لائے گئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر مطعم ابن عدی اس وقت زندہ ہوتا اور مجھ سے ان سرداروں کے بارے میں سفارش کی گفتگو کرتا تو اس کی خاطر سے ان کو ویسے ہی چھوڑ دیتا' اس ارشاد کی وجہ یہی قصہ ہے۔

فصل نمبر ۱۵

مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمانا

جب تیرہویں سال نبوت بیعت عقبہ ثانیہ واقع ہو چکی' نبی اکرم ﷺ نے اصحاب کو اجازت ہجرت مدینہ طیبہ کی فرمائی اور اصحاب نے خفیہ روانہ ہونا شروع کیا۔ ایک دن سرداران کفار قریش مثل ابوجہل وغیرہ دارالندوہ میں تھے کہ قریب کعبہ کے ایک مکان مشورت کا تھا جمع ہوئے اور بعد گفتگوئے بسیار کے سب کی رائے آپ کے باب میں یہ قرار پائی کہ ہر قبیلہ قریش میں سے ایک ایک آدمی منتخب ہو اور سب مجتمع ہو کر رات کو محمد (ﷺ) کے مکان پر جا کر محمد (ﷺ) کو (نعوذ باللہ) قتل کر دیں۔ بنی ہاشم (کہ حامی آپ کے ہیں) سارے قبائل قریش سے طاقت مقاومت کی نہیں رکھ سکتے' بالضرور خون بہا پر راضی ہو جائیں گے اور ہم لوگ بے تکلف دیت ادا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس راز پر مطلع فرمایا اور حکم ہوا کہ آپ مدینہ کو ہجرت کر جائیں۔

آپ ﷺ شب کو گھر میں تھے کہ کفار نے دروازہ مبارک گھیر لیا' آپ امانتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سپرد کر کے گھر سے نکل گئے اور بقدرت الٰہی کسی کو نظر نہ آئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے جا کر ان کو ہمراہ لے کر نہایت احتیاط سے غار ثور میں جا پہنچے۔ یہاں کفار نے گھر جا کر آپ کو نہ دیکھا تو تلاش میں مشغول ہوئے اور تلاش کرتے ہوئے غار تک پہنچے۔ بعد آپ کے غار میں داخل ہونے کے مکڑی نے جالا غار کے منہ پر پور دیا اور ایک کبوتر کے جوڑے نے آ کر غار میں انڈے دے کر سینے شروع کئے۔ کفار مکہ نے جب یہ دیکھا تو کہنے لگے کہ اگر اس میں کوئی آدمی جاتا تو یہ مکڑی کا جالا ٹوٹ گیا ہوتا اور جنگلی وحشی جانور ہے اس غار میں نہ ٹھہرتا' یہ کہہ کر کفار پھر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی محافظت کے لیے تار عنکبوت اور بیضہ کبوتر سے ایسا کام لیا کہ صدہا زرہ آہنی اور جوانان جنگی اور قلعہ محکم سے نہ نکلتا۔ قصیدہ بردہ کے ان اشعار میں اس طرف اشارہ ہے۔

وَمَا حَوَی الْغَارُ مِنْ خَیْرٍ وَّمِنْ کَرَمٍ
وَکُلُّ طَرْفٍ مِّنَ الْکُفَّارِ عَنْهُ عَمِیْ

"اور میں قسم کھاتا ہوں اس خیر و کرم کی جس کو غار ثور نے جمع کر رکھا تھا (یعنی نبی اکرم ﷺ و حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) ایسے حال میں کہ ہر چشم کفار کی آپ کے دیکھنے سے اندھی تھی۔"

فَالصِّدْقُ فِی الْغَارِ وَالصِّدِّیْقُ لَمْ یَرِمَا
وَهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا بِالْغَارِ مِنْ اِرَمٍ

"پس آپ کہ سراپا صدق تھے اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ غار سے ہٹے نہیں اور کفار کہتے تھے کہ غار میں کوئی بھی نہیں۔"

ظَنُّوا الْحَمَامَ وَظَنُّوا الْعَنْکَبُوْتَ عَلٰی
خَیْرِ الْبَرِیَّةِ لَمْ تَنْسُجْ وَلَمْ تَحُمِ

"انہوں نے گمان کیا کہ کبوتر اشرف المخلوقات کے گرد نہیں پھر (اور انہوں نے انڈے نہیں دیئے) اور مکڑی نے آپ پر جالا نہیں تنا۔"

وِقَایَةُ اللّٰهِ اَغْنَتْ عَنْ مُّضَاعَفَةٍ
مِنَ الدُّرُوْعِ وَعَنْ عَالٍ مِّنَ الْاُطُمِ

"اللہ تعالیٰ کی حمایت و حفاظت نے آپ کو دوہری بنی ہوئی زرہ یا اوپر تلے دو زرہوں کے پہنے سے اور بلند قلعوں میں پناہ گیر ہونے سے بے پروا کر دیا تھا۔" (عطر الوردہ)

تین دن تک آپ غار میں رہے۔ عامر بن فہیرہ کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے آزاد کیے ہوئے غلام تھے' متصل غار کے بکریاں چراتے تھے وہ بکریوں کا دودھ آپ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پلا جاتے اور عبداللہ رضی اللہ عنہ بیٹے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کہ جوان تھے' مکہ میں قریش کی مجالس میں جا خبریں دریافت کر کے رات کو آپ کے حضور میں آکر بیان کر دیتے تھے۔ پہلے سے عبداللہ بن اریقط دئلی کو کہ مشرک [1] تھا رہبری کے لیے نوکر رکھ لیا تھا اور اونٹنیاں اسی کو سپرد کر دی تھیں۔

---

(۱) اور حفظ راز کا اس پر اطمینان تھا۔

بعد تین دن کے حسب الحکم وہ اونٹنیاں در غار پر حاضر لایا اور آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عامر بن فہیرہ سوار ہو کر براہ ساحل مدینہ کو روانہ ہوئے۔ راہ میں عجائب غرائب معاملات واقع ہوئے کہ بیان میں ان کے طول ہے۔ تواریخ حبیب الہ وغیرہ دیکھ لیا جائے۔ [1]

مدینہ کے لوگ آپ ﷺ کی تشریف آوری کے خیال سے ہر روز استقبال کے لیے مکہ کی راہ پر آتے اور دوپہر کے قریب لوٹ جاتے۔ جس روز آپ پہنچے اس روز بھی انتظار کر کے لوٹ چلے تھے کہ یک بارگی ایک یہودی نے ایک ٹیلہ پر سے آپ کی سواری دیکھی اور چلا کر ان پھرنے والوں سے کہا : یا معاشر العرب ھذا جدکم یعنی اے گروہ عرب یہ تمہارا حظ یعنی خوش نصیبی کا سامان آپہنچا۔ وہ لوگ پھرے اور آپ کے ساتھ ہو کے مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ اہل مدینہ کی اس روز کی خوشی کا اندازہ نہیں ہو سکتا تھا۔ چھوٹی چھوٹی لڑکیاں شوق میں یہ نظم پڑھتی تھیں :

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا مَا دَعَا لِلّٰہِ دَاعِ
اَیُّھَا الْمَبْعُوْثُ فِیْنَا جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

"ہم پر بدر نے طلوع کیا ثنیات [2] الوداع سے۔ ہم پر شکر کرنا فرض ہے جب تک اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا مانگنے والا رہے۔ اے نبی جو ہم میں مبعوث ہوئے ہیں آپ ایسا حکم لے کر آئے ہیں کہ اس کی اطاعت ضروری ہے۔"

آپ مکہ سے دو شنبہ کے روز ربیع الاول کے مہینہ میں بقول بعض صفر [3] کے

---

(۱) عجیب تو ان میں دو قصے ہیں۔ ایک قصہ ام معبد کی بکری کے دودھ دینے کا۔ یہ ایک عورت تھی شرفائے عرب میں' اس کا خیمہ راہ مدینہ میں واقع تھا اور اس کے بعد ام معبد اور ان کا شوہر ابو معبد مشرف باسلام ہوئے۔ دوسرا قصہ سراقہ کا جو بائیسویں فصل کے چودھویں واقعہ میں آئے گا۔

(۲) اس کے معنی ہیں گھاٹیاں رخصت کی۔ اہل مدینہ مسافر کو رخصت کرنے کے لیے جو بجانب مکہ جاتا تھا' ان گھاٹیوں تک جایا کرتے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ ثنیات الوداع مدینہ سے شام کی جانب ہے اور شعر مذکور بوقت معاودت آپ کے غزوہ تبوک سے پڑھایا گیا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر دونوں جانب ایسا موقع ہو اور یہی نام ہو اور دونوں وقت یہ اشعار پڑھے گئے ہوں تو کیا استبعاد ہے۔

(۳) ممکن ہے کہ مکہ سے تو آخر صفر میں چلے ہوں اور غار سے چلنے کے وقت ربیع الاول شروع ہو گیا ہو۔

ترپن سال کی عمر میں چلے تھے اور دو شنبہ ہی کے دن بارہویں ربیع الاول کو مدینہ میں پہنچے اور پہنچ کر محلہ قبا میں کہ کنارہ شہر پر ذرا فاصلہ سے ہے منازل بنی عمرو بن عوف میں چودہ دن ٹھہرے اور تیسرے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی امانتیں ادا کر کے آپ سے آملے۔ پھر آپ نے شہر مدینہ کے اندر تشریف رکھنے کا ارادہ کیا کہ ہر ایک کی آرزو تھی کہ ہمارے محلہ میں ٹھہریں۔ جب آپ سوار ہوئے' ہر قبیلہ کے لوگ ساتھ تھے اور وہی آرزو بر زبان تھی۔ آپ نے فرمایا میری اونٹنی مامور ہے' جہاں بیٹھ جائے گی وہاں ہی مقیم ہوں گا۔ اونٹنی چلتے چلتے وہاں آبیٹھی جہاں اب ممبر مسجد شریف ہے۔ متصل اس جگہ کے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا گھر تھا' وہاں اسباب آپ کا اُتارا گیا اور آپ ان کے گھر ٹھہرے پھر آپ نے وہ زمین جہاں اونٹنی بیٹھی تھی خریدی اور مسجد نبوی کی تعمیر شروع کی۔ (کذا فی تواریخ حسیب اله و زاد المعاد وغیرهما)

مِنَ الرَّوْضِ

وَلْيَهْنِهِ اِذْهُمَا فِى الْغَارِ مَنْقَبَةٌ　　شَرِيْفَةٌ مَّا حَوَاهَا قَبْلَهٗ بَشَرٌ

وَهَاجَرَا مِنْهُ لَمَّا حَاوَلَا سَفَرًا　　لِطَيْبَةٍ وَّتَنَاهٰى عِنْدَهَا السَّفَرُ

فَسَلْ سُرَاقَةَ مِنْهُ اِنْ تُرِدْ خَبَرًا　　وَاُمَّ مَعْبَدَ يَجْلُوْا مِنْهُمَا الْخَبَرُ

طَابَتْ بِهٖ طَيْبَةٌ لَمَّا اَقَامَ بِهَا　　وَفَاحَ حِيْنَ اَتَاهَا نَشْرُهَا الْعَطِرُ

(ترجمہ) (۱) اور آپ کو غار میں دونوں صاحبوں کے ہونے کے وقت کی ایسی منقبت شریفہ مبارک ہو کہ آپ کے قبل کسی بشر نے اس کو حاصل نہیں کیا۔

(۲) اور دونوں صاحبوں نے اس غار سے نکل کر ہجرت کی جب کہ مدینہ کے سفر کا عزم کیا اور مدینہ پہنچ کر سفر ختم ہو گیا۔ (۳) اور اگر کچھ خبر معلوم کرنا ہو تو سراقہ اور ام معبد سے آپ کا حال پوچھو ان دونوں سے خبر ظاہر ہو گی۔

(۴) آپ سے مدینہ پاکیزہ ہو گیا جب آپ وہاں مقیم ہوئے اور آپ جس وقت اس میں پہنچے تو اس کی خوشبوئے معطر پھیل گئی۔

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

فصل نمبر ۱۶

مدینہ طیبہ میں تشریف آوری اور متفرق واقعات

پہلا واقعہ : بعد تشریف آوری آپ ﷺ کے مدینہ میں عبداللہ بن اسلام رضی اللہ عنہ کہ ایک بڑے عالم یہود میں تھے، آپ کی ملاقات کے لیے آئے اور آپ سے تین [1] سوال کیے اور جواب صحیح پا کر ایمان لے آئے۔ (کذا فی تواریخ الہ)

دوسرا واقعہ : حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہ اصل میں مجوسیان فارس سے تھے اور ان کی عمر بہت ہوئی اور دین مجوسی کو چھوڑ کر دین انصاری انہوں نے اختیار کیا تھا اور زبانی علماء یہود اور نصاریٰ کے خبر نبی اکرم ﷺ کی اور یہ بات کہ آپ مدینہ میں ہجرت کر کے آئیں گے، سن کر مدینہ میں آ رہے تھے۔ کئی جگہ بکے تھے، ان دنوں ایک یہودی کے غلام تھے۔ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور علامات نبوت دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی آزادی کی فکر کرو۔ انہوں نے اپنے مالک سے کہا، اس نے چالیس اوقیہ [2] سونے پر (کہ یہاں کے تول سے سوا سیر سے زیادہ ہوتا ہے) مکاتب کر دیا اور یہ بھی شرط کی کہ تین سو درخت چھوارے کے لگائیں اور جب وہ بار آور ہوں تب آزاد ہوں۔ آپ ﷺ نے دست مبارک سے چھوارے کے درخت لگا دیئے، وہ سب اسی سال میں بار آور ہوئے اور بقدر ایک بیضہ کے سونا غنیمت میں آیا تھا، آپ ﷺ نے سلمان رضی اللہ عنہ کو دیا کہ اس کو دے کر آزاد ہو جاؤ۔ انہوں نے عرض کیا کہ چالیس اوقیہ سونا چاہیے، یہ کیا کفایت کرے گا؟ آپ ﷺ نے زبان مبارک اس پر پھیر دی اور دعائے برکت کی۔ سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جو تولا تو چالیس اوقیہ تھا، کم نہ زیادہ اور ادا کر کے آزاد ہو گئے اور حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں رہے۔ (کذا فی تواریخ حبیب الہ)

تیسرا واقعہ : مدینہ طیبہ میں بئر رومہ کا (ایک کنواں ہے) پانی شیریں تھا اور دوسرے کنوؤں کا پانی کھاری تھا اور اس کا مالک یہودی تھا۔ وہ پانی بیچا کرتا تھا۔ اس سبب سے

---

(۱) جہلا عوام الناس میں ایک کتاب ہزار مسئلہ کے نام سے مشہور ہے جس میں عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا آپ ﷺ سے ہزار مسائل پوچھنا لکھا ہے۔ اس روایت سے اس کا دروغ محض ہونا ثابت ہوا۔

مسلمانوں کو پانی کی تکلیف تھی۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو بیر رومہ کو خرید کر مسلمانوں کے ڈول اس میں جاری کر دے' اس کے لیے جنت ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کنوے کو خالص اپنے مال سے خرید لیا اور وقف کر دیا۔ (کذا فی تواریخ حبیب الہ)

مِنَ الْقَصِیْدَةِ

كَفَاكَ بِالْعِلْمِ فِی الْاُمِّیِّ مُعْجِزَةً فِی الْجَاهِلِیَّةِ وَالتَّادِیْبِ فِی الْیُتْمِ

(ترجمہ) اے مخاطب تجھ کو در باب معجزہ آنحضرت ﷺ کے آپ کا علم ایسے زمانہ میں کہ بے علم لوگ تھے اور باوجودیکہ آپ امی تھے اور نیز یہ کہ آپ بحالت یتیمی نہایت باادب تھے کافی ہے۔ (عطر الوردہ مع تفسیر ۔ جیسا عبداللہ بن سلام نے اسی سے استدلال کیا)

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

فصل نمبر ۱۷

رسول اللہ ﷺ کے غزوات کا بیان

آپ ﷺ کے غزوات اور ان کے ضمن میں بعض دوسرے مشہور واقعات بترتیب سنین [۱] :

آپ ﷺ کی مدت اقامت مدینہ طیبہ میں وفات تک دس سال دو ماہ ہیں۔ جب جہاد فرض ہوا' آپ نے کفار سے قتال شروع کیا اور سپاہی بھیجنے لگے۔ جس میں آپ بہ نفس نفیس تشریف لے گئے' اس کو اہل سیر غزوہ کہتے ہیں اور جو لشکر آپ نے بھیج دیا اور خود تشریف فرما نہیں ہوئے اس کو سریہ [۲] کہتے ہیں۔ بتفصیل ہر غزوہ و سریہ کا حال لکھنا دشوار ہے اس لیے بعض بعض کا بہت مختصر حال لکھا جاتا ہے اور مقارنت زمانی کی مناسبت سے بعض دوسرے واقعات لکھے جاتے ہیں۔

---

(۱) اس فصل کے مضامین ان کتب سے لیے گئے ہیں : صحیحین ' شامہ ' تواریخ حبیب الہ ' زاد المعاد ' سیرۃ ابن ہشام۔

سنہ اول ہجرت[۱] : جہاد فرض ہوا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو تیس مہاجرین کے ساتھ بھیجا کہ قافلہ قریش سے تعرض کریں۔ یہ ماجرا رمضان میں ہوا اور حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کو ساٹھ مہاجرین کے ساتھ بطن رابغ کی طرف شوال میں روانہ کیا اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بیس مہاجرین کے ساتھ خرار کی طرف کہ ایک موضع[۲] ہے قریب جحفہ کے، ذیقعدہ میں روانہ کیا کہ قافلہ قریش سے تعرض کریں، یہ سب سریے تھے۔ پھر صفر میں غزوہ ابواء واقع ہوا، اس میں خود تشریف فرما ہوئے۔ ابواء ایک گاؤں تھا درمیان مکہ اور مدینہ کے، اس غزوہ کو ودان بھی کہتے ہیں۔

اور اسی سال آغاز اذان کا ہوا اور اسی سال حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رخصت ہو کر آئیں اور اسی سال مہاجرین و انصار کے درمیان عقد اخوت مقررہ ہوا۔

سنہ ۲ ہجرت : ربیع الاول میں غزوہ بواط واقع ہوا کہ ایک مقام ہے ناحیہ رضوی میں قافلہ قریش سے تعرض مقصود تھا مگر مقابل نہیں ملا۔ پھر غزوہ عشیرہ (بضم عین) واقع ہوا کہ ایک زمین ہے بنی مدلج کی ناحیہ ینبع میں جمادی الاولیٰ والاخریٰ میں اور اس قافلہ قریش سے تعرض کا ارادہ تھا جو مکہ سے شام کو جاتا تھا مگر ملا نہیں اور یہ وہی قافلہ تھا جس کی واپسی کے وقت آپ پھر تشریف لے گئے تھے اور وہ نہیں ملا اور غزوہ بدر کا سبب ہو گیا، اس لیے اس غزوہ عشیرہ کو غزوہ بدر اولیٰ بھی کہتے ہیں۔ پھر رجب میں عبداللہ بن جحش اسدی کو بطن نخلہ کی طرف بھیجا اور اسی واقعہ میں یہ آیات نازل ہوئیں : يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ اور سب سے عظیم الشان غزوہ بدر ہوا جس کا لقب بدر کبریٰ ہے۔

رمضان میں آپ نے خبر سنی کہ قافلہ قریش شام سے مکہ کو جا رہا ہے، آپ صحابہ کو لے کر کہ تین سو تیرہ تھے اس کے تعرض کے لیے چلے۔ یہ خبر مکہ پہنچی تو کفار قریش ایک

---

(۱) ان تمام واقعات میں جو اس فصل میں مذکور ہیں سال ربیع الاول سے شروع اور صفر پر ختم ہوا کیونکہ ہجرت ربیع الاول کے شروع میں واقع ہوئی ہے۔ زادالمعاد میں بعض علماء کی یہ اصطلاح بھی لکھی ہے اور بعض واقعات کی تقدیم و تاخیر میں اہل سیر کے مختلف اقوال بھی ہیں۔ نقل کے وقت احقر کے خیال میں جس کو کسی وجہ سے ترجیح معلوم ہوئی اس کو اختیار کر لیا اور ان ہی کتابوں میں اور دوسری کتب میں اور بھی سرایا و بعوث ذکر کیے ہیں، میں نے اختصار کے لیے ترک کر دیا۔

(۲) کذا فی القاموس۔

ہزار مسلح آدمی لے کر روانہ ہوئے اور گو قافلہ دوسری راہ سے نکل کر مکہ جا پہنچا مگر یہ قریش کے لوگ پھر بھی اس غرض سے چلے کہ مقام بدر میں جا کر ڈیرہ ڈالیں گے اور خوب جشن کریں گے تاکہ تمام عرب میں ہماری ہیبت چھائے اور یہ احتمال بھی نہ تھا کہ تین سو آدمی اور وہ بھی بے سروسامان ہم سے مقابل ہوں گے مفت میں نیک نامی ہاتھ آئے گی۔ اللہ تعالیٰ کو اسلام کا اعزاز اور کفر کا مال مقصود تھا' باہم مقابلہ ہوا اور اہل اسلام مظفر و منصور اور کفار مقتول و اسیر و مخذول ہوئے۔ سورہ انفال میں یہی قصہ ہے اور اس تمام قصہ سے شوال میں فراغ ہو گیا۔

پھر سات روز بعد بنی سلیم کے غزوہ کے لیے تشریف لے چلے مگر لڑائی نہیں ہوئی پھر بدر کے دو مہینہ بعد غزوہ سویق ہوا' وہ اس طرح ہوا کہ جب کفار بدر میں شکست کھا کر مکہ پہنچے پھر ابو سفیان دو سو سوار لے کر بارادہ جنگ مدینہ کو چلے۔ مدینہ کے قریب پہنچے تھے کہ مسلمانوں کو خبر ہو گئی۔ آپ خود مسلمانوں کو لے کر چلے۔ کفار بھاگ گئے اور بوجھ ہلکا کرنے کے لیے ستو جو کہ زاد راہ تھا پھینک گئے۔ اسی لیے اس کا لقب غزوہ سویق ہوا' یہ واقعہ ذی الحجہ میں ہوا۔ پھر بقیہ ذی الحجہ مدینہ میں قیام فرمایا اس کے بعد نجد کو غطفان سے غزوہ کرنے کے لیے چلے اور ختم صفر تک وہاں قیام کیا مگر لڑائی نہیں ہوئی۔ اس سال نصف شعبان میں تحویل قبلہ ہوئی اور زکوٰۃ فرض ہوئی' قبل فرض ہونے روزے کے اور آخر شعبان میں روزہ فرض ہوا اور آخر رمضان میں صدقہ فطر واجب ہوا اور عیدین کی نماز اور قربانی اسی سال مقرر ہوئی اور جمعہ اس سے پہلے سال میں فرض ہو گیا تھا۔ اسی سال مراجعت بدر کے ایک روز قبل آپ کی صاحبزادی حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہوئی اور آپ نے اس کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا دوسری صاحبزادی کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ حضرت عثمان اسی سبب ذی النورین کہلاتے ہیں اور بدر ہی کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح ہوا۔

سنہ ۳ ہجرت : بعد ربیع الاول کے پھر قریش کے تعاقب میں تشریف لے چلے اور نجران تک پہنچے اور ربیع الآخر اور جمادی الاولیٰ وہاں رہے مگر لڑائی نہیں ہوئی پھر مدینہ منورہ واپس آ گئے پھر بنی قینقاع کا کہ یہود مدینہ سے تھے بوجہ نقض عہد کے پندرہ روز محاصرہ فرمایا پھر عبداللہ بن ابی کی سفارش پر چھوڑ دیا۔ یہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی برادری

سے ہے اور اسی نقض عہد کے سبب کعب بن الاشرف کے قتل کا حکم دیا' وہ قتل کیا گیا اور اسی سال شوال کی ابتدا میں غزوہ اُحد واقع ہوا جس کا قصہ چوتھے پارہ کے پاؤ سے شروع ہو کر نصف تک پہنچا ہے۔ پھر غزوہ حمراء الاسد کی ایک منزل میں واقع ہوا۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ جب اُحد سے کفار چلے گئے تو پھر راہ سے مدینہ لوٹنے کا ارادہ کیا۔ آپ ﷺ یہ خبر سن کر خود صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو لے کر روانہ ہوئے۔ جب کفار نے یہ سنا تو پھر ڈر کے مارے لوٹ گئے۔ چونکہ آپ حمراء الاسد پہنچے تھے اس کے نام پر اس کا نام مقرر ہوا پھر بقیہ شوال و ذیقعدہ و ذی الحجہ کوئی واقعہ نہیں ہوا۔

جب محرم کا چاند نظر آیا تو طلحہ بن خویلد کے بغرض مقابلہ آنے کی خبر سن کر حضرت ابو سلمہ کو ڈیڑھ سو (۱۵۰) مہاجرین اور انصار کی ہمراہی میں مقابلہ کے لیے بھیجا' لڑائی نہیں ہوئی اور غنیم کے مواشی ہاتھ آئے' وہ لے کر مدینہ آپہنچے پھر پانچویں محرم کو خالد بن سفیان کے لشکر جمع کرنے کا سن کر حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کو مقابلے کے لیے بھیجا وہ اس کو قتل کر کے اس کا سر لائے اور واپسی ان کی بعد اٹھارہ روز کے تئیس (۲۳) محرم کو ہوئی تھی۔

پھر صفر کے مہینہ میں سریہ رجیع واقع ہوا۔ کفار مکہ کے بہکانے پر کچھ لوگ قبیلہ عضل و قارہ کے براہ فریب آپ کی خدمت میں آکر بظاہر مسلمان ہوئے اور درخواست کی کہ ہمارے ساتھ کچھ لوگ کر دیجئے کہ ہم کو احکام سکھلا دیں۔ آپ ﷺ نے دس آدمی ساتھ کر دیئے۔ جب یہ لوگ رجیع پر ایک تالاب ہے قبیلہ ہذیل کا' پہنچے تو قبیلہ ہذیل کو مدد کے لیے بلا لیا اور بد عہدی کی۔ بعض اس وقت شہید ہوئے جیسے عاصم رضی اللہ عنہ اور بعض پکڑ لیے گئے جیسے خبیب رضی اللہ عنہ اور بعد میں شہید کر دیئے گئے۔

اس صفر کے مہینہ میں واقعہ بئر معونہ کا ہوا۔ یہ ایک جگہ ہے بلاد ہذیل میں درمیان مکہ اور عسفان کے۔ وہ اس طرح ہوا کہ ایک شخص عامر بن مالک رہنے والا نجد کا قوم بنی عامر سے حضور اقدس ﷺ میں حاضر ہوا اور کہا میں مسلمان ہو جاتا مگر مجھ کو قوم کا خیال ہے' آپ کچھ لوگ میرا ساتھ دیں کہ میری قوم کو دعوت اسلام دیں پھر مجھ کو بھی کوئی تامل نہ ہو گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو اہل نجد کا ڈر ہے۔ اس نے کہا کچھ ڈر نہیں میں اپنی پناہ میں لے لوں گا۔ آپ ﷺ نے ستر (۷۰) آدمی اصحاب میں سے جو قراء

کہلاتے تھے ساتھ کر دیئے۔ جب یہ حضرات بئر معونہ میں پہنچے تو کفار نے کہ ان میں رعل و ذکوان و عصبہ بھی حسب روایت بخاری تھے' تقریباً سب کو شہید کر ڈالا۔ ان میں حسب روایت بخاری حرام بن ملحان بھی تھے اور بانی اس غدر کا عامر بن طفیل تھا جو بھتیجا تھا عامر بن مالک مذکور کا' عامر بن مالک کو اس کا بڑا رنج ہوا کہ اس کی امان میں اس کے بھتیجے نے فتور ڈالا اور ان ہی دنوں میں وہ مر گیا۔ اس عامر بن طفیل نے آپ ﷺ کے پاس کہہ بھیجا کہ یا تو مجھ کو ملک بانٹ دیجئے یا اپنے بعد مجھ کو اپنا خلیفہ بنا دیجئے ورنہ بڑا لشکر لا کر آپ سے لڑوں گا۔ آپ ﷺ نے بد دعا کی اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ عَامِرًا وہ طاعون سے مر گیا۔ آپ ﷺ نے ایک مہینہ تک ان قراء کے قاتلوں پر قنوت میں بد دعا فرمائی پھر وہ مسلمان ہو کر آ گئے تو بد دعا ترک فرما دی۔

اور اسی واقعہ بئر معونہ کے ایام میں غزوہ بنی نضیر ہوا' یہ لوگ یہود مدینہ سے تھے۔ قصہ اس کا یوں ہوا کہ واقعہ بئر معونہ میں عمرو بن امیہ ضمری بھی اسیر ہوئے تھے مگر عامر بن طفیل مذکور نے ان کی پیشانی کے بال کاٹ کر چھوڑ دیا۔ اس کی ماں کے ذمہ ایک غلام آزاد کرنا تھا اس میں چھوڑنا عمرابن امیہ کا محسوب کیا۔ یہ وہاں سے پھرے' راہ میں دو شخص مشرک بنی عامر کے انہیں ملے' انہوں نے ان دونوں کو قتل کیا' دل میں سمجھے کہ یہ بھی ایک طرح کا انتقام ہے عامر بن طفیل سے' جس نے سب اصحاب بئر معونہ کو قتل کرایا تھا۔ اور وہ دونوں مشرک آنحضرت ﷺ کی امان میں تھے' اس بات کی عمرو بن امیہ کو خبر تک نہ تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے اس قتل کی نسبت کہ بخطا واقع ہوا تھا دیت تجویز کی اور بنی عامر اور یہود بنی نضیر ہم عہد تھے لہٰذا آپ کو منظور ہوا کہ ان کے مشورہ سے اس معاملہ دیت کو طے کریں اور یہ امر سبب غزوہ بنی نضیر کا ہوا۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ جب آپ مدینہ طیبہ ہجرت فرما کر تشریف فرما ہوئے تو یہود بنی قریظہ اور یہود بنی نضیر نے مدینہ کے باہر ایک ایک محلہ میں رہتے تھے آپ سے عہد کیا کہ ہم آپ کے موافق رہیں گے' کچھ بد خواہی نہ کریں گے اور آپ کے دشمن کی مدد نہ کریں گے۔ جب آپ اس معاملہ دیت میں محلہ بنی نضیر میں تشریف لائے اور ان سے اس معاملہ میں گفتگو کی' وہ لوگ آپ کو ایک دیوار کے نیچے بٹھلا کر باہم مشورہ کرنے لگے کہ دیوار سے یک پتھر لڑھکا کر آپ کو قتل کر دیا جائے۔

آپ ﷺ کو وحی سے اطلاع ہو گئی تھی' آپ اٹھ کر مدینہ تشریف لے گئے۔ آپ نے کہلا بھیجا کہ تم نے نقض عہد کیا یا تو دس دن کے اندر نکل جاؤ ورنہ لڑائی ہو گی۔ وہ لڑائی کے لیے تیار ہوئے۔ آپ نے ان پر لشکر کشی کی اور ان کے قلعہ کو محصور کر لیا۔ آخر وہ تنگ ہو کر نکل جانے پر راضی ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب ہتھیار چھوڑ جاؤ اور جس قدر اسباب ہمراہ لے جا سکو لے جاؤ۔ بعض خیبر میں جا بسے' بعض شام میں اور بعض اور جگہ۔ سورہ حشر میں یہی قصہ ہے۔

اور اسی سال یا اگلے سال شراب حرام ہوئی اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

سنہ ۴ ہجرت : ابو سفیان اُحد سے پھرتے وقت کہہ گئے تھے کہ آئندہ سال پھر لڑائی ہو گی۔ جب وہ زمانہ قریب ہوا اور ابو سفیان کی بدر تک جانے کی ہمت نہ ہوئی اس نے یہ چاہا کہ کوئی ایسی صورت ہو کہ آپ بھی بدر نہ جائیں تو ہم کو خجالت نہ ہو۔ ایک شخص کو نعیم بن مسعود نام تھا' مدینہ بھیجا کہ مسلمانوں کو ابو سفیان کے بہت لشکر جمع کرنے کی خبر پہنچا کر مرعوب کر دے۔ مسلمانوں نے سن کر کہا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ اور آپ ڈیڑھ ہزار آدمیوں کو لے کر بدر تشریف لے گئے اور چند روز مقام کیا' کوئی مقابل نہ آیا اور وہاں اصحاب نے تجارت میں خوب نفع حاصل کیا اور خوش و خرم بے جنگ و رنج پھر آئے۔ اس غزوہ کو بدر ثانی و بدر صغریٰ اور بدر موعد بھی کہتے ہیں اور یہ واقعہ شعبان میں اور بقول بعض ذیقعدہ میں ہوا اور اسی سال امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

سنہ ۵ ہجرت : اس میں غزوہ دومتہ الجندل ربیع الاول میں ہوا۔ یہ مقام دمشق سے پانچ منزل ہے کہ آپ نے سنا تھا کہ وہاں کچھ کفار جمع ہوئے ہیں' مدینہ پر چڑھنا چاہتے ہیں۔ آپ ایک ہزار آدمیوں کو لے کر روانہ ہوئے۔ وہ خبر سن کر متفرق ہو گئے' آپ چند روز وہاں مقیم رہ کر مدینہ تشریف لے آئے۔ اسی سال شعبان میں غزوہ مریسیع ہوا اس کو غزوہ بنی مصطلق بھی کہتے ہیں۔ آپ کو یہ خبر پہنچی کہ بنی مصطلق لڑائی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ خود صحابہ کو لے کر روانہ ہوئے اور وہ لوگ مقابل نہیں ہوئے۔ ان کے اموال اور ذریۃ مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسی غزوہ میں ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں لگیں' انہوں نے مکاتب بنا دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے بدل کتابت ادا کر کے ان سے نکاح فرمایا اور اسی غزوہ میں قصہ افک یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ

تعالٰی عنہا کے تہمت لگانے کا دردناک واقعہ ہوا۔

اور اسی سال شوال میں غزوہ خندق جس کا نام غزوہ احزاب بھی ہے واقع ہوا۔ قصہ اس کا یہ ہے کہ جب بنی نضیر جلاوطن کئے گئے حیی بن اخطب بنی نضیر میں بڑا مفسد تھا' یہ خیبر میں جا رہا تھا' چند مفسدوں کو لے کر مکہ پہنچا اور قریش کو آپ کی لڑائی کے واسطے آمادہ کیا اور تدبیر کا اور آدمیوں سے مدد دینے کا وعدہ کیا۔ مختلف قبائل مل کر دس ہزار ہو گئے اور مدینہ کو چلے۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ سن کر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے مدینہ کے پاس بجانب کوہ سلع [1] کے خندق کھودنے کا حکم دیا۔ دوسری جانب شہرپناہ اور عمارات سے محکم تھیں اور بعد مرتب ہونے خندق کے وہاں اپنا لشکر قائم کیا اور لڑائی کا اہتمام کیا اور جب لشکر کفار کا آپہنچا تو خندق دیکھ کر بہت متحیر ہوا' اس لیے کہ عرب نے تو یہ صورت کبھی دیکھی نہ تھی' متصل خندق کے خیمہ زن ہو کر تیر و سنگ سے لڑتے رہے۔ ادھر سے بھی تیر و سنگ سے ان کو جواب دیا جاتا تھا اور حیی بن اخطب نے بنی قریظہ کو بھی اپنے ساتھ شریک کر لیا۔

نبی اکرم ﷺ نے احزاب میں تفرقہ ڈالنے کے لیے مشورہ کیا۔ ایک شخص نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ قبیلہ غطفان سے تھے اور تازہ مسلمان ہوئے تھے اور ہنوز ان کے اسلام کی کفار کو اطلاع نہ ہوئی تھی' عرض کیا کہ میں ایک تدبیر خلاف ڈالنے کی قریش اور بنی قریظہ میں کر سکتا ہوں کیونکہ میرے اسلام کی ان کو خبر نہیں وہ میرا اعتبار کریں گے۔ آپ ﷺ نے حسب قاعدہ الحرب خدعۃ اجازت دی' وہ بنی قریظہ میں گئے اور کہا کہ تم نے جو قریش اور غطفان سے موافقت اور محمد (ﷺ) سے عہد شکنی کی' بے جا کیا۔ اگر یہ لوگ بغیر محمد (ﷺ) کا کام تمام کئے ہوئے پھر گئے تو محمد (ﷺ) تم پر فوج کشی کریں گے اور تم کو تنہا ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ یہود نے کہا کہ اب اس کی کیا تدبیر ہے۔ نعیم نے کہا کہ تم ان لوگوں کو کہلا بھیجو کہ چند سردار یا اولاد سرداروں کی تم بطور رہن یعنی اول کے دے دیں کہ تمہارے پاس رہیں۔ اگر محمد (ﷺ) تمہارا قصد کریں گے تو ان دوسروں کی حفاظت کی ضرورت سے یہ لوگ تمہاری مدد کو ضرور آئیں گے۔ اگر وہ لوگ اس کو منظور کر لیں تو سمجھ لو کہ دل سے ان کو تمہارا خیال ہے اور اگر نہ مانیں تو وہ دل سے

---

(۱) پہاڑ ہے مدینہ میں' کذا فی القاموس۔

تمہارے دوست نہیں۔ انہوں نے کہا ہم ابھی پیغام دیتے ہیں پھر نعیم وہاں سے قریش کے پاس آئے اور اپنا خیر خواہ ہونا ظاہر کر کے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ قریظہ محمد (ﷺ) سے درپردہ مل گئے ہیں اور محمد (ﷺ) نے ان کو کہلا بھیجا ہے کہ ہمارا دل تب صاف ہو جب تم قریش میں سے کچھ اعیان ہمارے ہاتھ گرفتار کرا دو۔ سو انہوں نے اس کا وعدہ کر لیا ہے پس اگر وہ تم سے آدمی طلب کریں تو ہرگز نہ دیجنو اور وہاں سے اٹھ کر غطفان کے لوگوں سے بھی اس طرح کہہ دیا۔ قریظہ کی طرف سے یہاں وہی پیغام آیا' قریش نے انکار کر دیا اور پورے طور سے ہر ایک کو دوسرے سے بدگمانی ہو کر اچھا خاصا بگاڑ ہو گیا۔

جب احزاب کو زیادہ دن گزر گئے' ادھر بنی قریظہ کی ناموافقت سے ان کے دل افسردہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک پروا ہوا نہایت تند بھیجی کہ خیمے اکھڑ گئے' گھوڑے بھاگنے لگے۔ ابوسفیان نے کہا کہ اب ٹھہرنا صلاح نہیں اور اسی رات لشکر کفار کا چلا گیا۔ سورہ احزاب میں اسی غزوہ کا ذکر ہے۔

اور غزوہ خندق کے متصل ہی غزوہ بنی قریظہ ہوا' وہ اس طرح کہ جب آپ بعد فتح اور غزوہ احزاب دولت خانہ میں تشریف لائے' آپ نہا رہے تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ فوراً بنی قریظہ پر چڑھائی کیجئے۔ آپ ﷺ نے اس وقت لشکر روانہ کیا اور مع لشکر بنی قریظہ کا محاصرہ فرمایا۔ انہوں نے گھبرا کر درخواست کی کہ ہم اس طرح اترتے ہیں کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو ہمارے لیے حکم دیں ہم کو منظور ہے۔ وہ صحابی قبیلہ اوس میں تھے جو بنی قریظہ کے حلیف تھے۔ بنی قریظہ کو خیال تھا کہ حلیف ہونے کے سبب رعایت کریں گے۔ انہوں نے بعد اترنے کے یہ حکم دیا کہ ان کے مرد قتل کیے جائیں اور عورتیں و لڑکے لونڈی غلام بنائے جائیں اور مال و جائیداد ان کا سب ضبط ہو۔ چنانچہ اس طرح کیا گیا۔

اور اسی زمانہ میں ابو رافع یہودی قتل کیا گیا۔ یہ بڑا مالدار سوداگر تھا اور خیبر کے قریب کے ایک گڑھی میں رہا کرتا تھا۔ احزاب کی لڑائی کی ترغیب دینے میں یہ بھی شریک تھا۔ آپ ﷺ نے عبداللہ بن عتیک کو چند انصاریوں پر سردار کر کے اس کے قتل کو بھیجا۔ انہوں نے پہنچ کر رات کو اس کو قتل کیا۔ احادیث میں اس کا قصہ مفصل مذکور ہے اور خندق اور قریظہ کے بعد مگر پورے طور سے تاریخ معین نہیں۔

پہلے غزوہ عسفان ہوا جس میں حسب روایت ترمذی صلوٰۃ الخوف نازل ہوئی اور اس کے بعد سریہ خبط ہوا۔ خبط کہتے ہیں جھڑے ہوئے پتوں کو۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے شدت جوع سے پتے جھاڑ جھاڑ کر کھائے تھے اس لیے یہ نام ہوا۔ اس میں مدینہ سے پانچ روز کی راہ پر ساحل بحر کے متصل ایک قبیلہ جہینہ کے مقابلہ کے لیے حضرت ابو عبیدہ کو تین سو مہاجرین کے ساتھ بھیجا تھا اور عنبر ماہی اسی سفر میں دریا سے موج کے ساتھ کنارہ پر آگئی تھی جو بہت بڑی تھی اور اس غزوہ کا نام سیف البحر[1] بھی ہے اور بعض روایات[2] میں ہے کہ قافلہ قریش کے تعرض کے لیے یہ لشکر گیا تھا اور اس سال میں اور بقول بعض اس سے پہلے سال میں آیت حجاب نازل ہوئی۔

سنہ ۶ ہجرت : بنی قریظہ کے چھ مہینہ بعد آپ ﷺ بنی لحیان کی طرف غزوہ کے ارادہ سے چلے۔ وہ خبر سن کر پہاڑوں میں بھاگ گئے۔ آپ چودہ دن کے بعد واپس مدینہ تشریف لے آئے پھر سریہ نجد واقع ہوا یعنی آپ نے ایک لشکر نجد کی جانب بھیجا' وہ بنی حنیفہ کے رئیس ثمامہ بن اثال کو پکڑ لائے اور وہ بعد گفتگو کے مسلمان ہو گئے۔ اسی سال ذیقعدہ میں قصہ حدیبیہ کا واقع ہوا۔ آپ نے خواب دیکھا کہ آپ مکہ تشریف لے گئے اور عمرہ ادا کیا۔ آپ نے اصحاب سے یہ خواب بیان کیا۔ اصحاب تو شوق و تمنائے مکہ میں بے قرار تھے' خواب سن کر تیاری سفر کی کر دی اور آپ بھی مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے یہاں تک کہ متصل مکہ کے پہنچ گئے اور قریش نے سن کر کہا کہ ہم مکہ میں ہرگز نہ آنے دیں گے۔ آپ نے وہاں سے پھر کر حدیبیہ پر مقام کیا۔ یہ ایک کنواں ہے اس کے پاس میدان ہے آپ وہاں ٹھہرے پھر ایک دراز قصہ کے بعد جو کہ بخاری شریف میں مذکور ہے اس پر صلح ہوئی کہ اگلے سال آکر عمرہ کریں اور تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں اور دس برس مدت صلح کی ٹھہری' اس عرصہ میں فیما بین لڑائی نہ ہو اور آپ ﷺ کے حلیفوں سے قریش نہ لڑیں اور قریش کے حلیفوں سے آپ نہ لڑیں۔ حلیف کہتے ہیں عہد موافقت باندھنے والے کو اور وہاں بنی بکر اور بنی خزاعہ دو قبیلے تھے۔ خزاعہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہم عہد

---

(۱) سیف ساحل' قاموس۔

(۲) اور اس سے استدلال کیا گیا ہے کہ یہ قصہ حدیبیہ سے پہلے ہوا ہے کیونکہ حدیبیہ کے بعد زمانہ صلح کا رہا۔

ہوئے اور بنی بکر قریش کے ساتھ۔ اس کے بعد آپ مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

اور اسی سنہ میں حدیبیہ کے قبل واقدی نے چند سرایا ذکر کئے ہیں مثلاً ربیع الاول یا آخر میں عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کو چالیس ہمراہیوں کے ساتھ غمر [1] کی طرف بھیجا وہ لوگ خبر سن کر بھاگ گئے اور ان کے دو سو اونٹ ہاتھ آئے جن کو لے کر مدینہ آگئے۔ اور ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو ذی القصہ [2] کی طرف بھیجا' وہ لوگ بھی بھاگ گئے ایک شخص ہاتھ آیا' وہ مسلمان ہو گیا۔ اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو دس آدمی لے کر بھیجا' غنیم چھپ کر بیٹھ گئے جب مسلمان سو گئے تو دفعتاً ان پر آگرے اور سب کو قتل کر دیا صرف محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ زخمی ہو کر لوٹے۔

اور اسی سال زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا سریہ جموم [3] کی طرف روانہ ہوا' کچھ قیدی اور مواشی ہاتھ آئے اور جمادی الاولیٰ میں یہی زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ پندرہ آدمیوں کے ساتھ طرف [4] کی طرف روانہ کئے گئے اور بیس اونٹ ہاتھ آئے اور اسی مہینہ میں یہی زید رضی اللہ عنہ عیص [5] کی جانب بھیجے گئے اور ابو العاص بن ربیع' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد یعنی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر قریش کا مال تجارت لیے ہوئے شام سے آتے تھے' وہ سب لے لیا گیا اور ابو العاص نے مدینہ میں آکر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پناہ لی اور درخواست کی کہ یہ مال مجھ کو واپس کرا دو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب مسلمانوں سے اجازت لے کر واپس کرا دیا۔ انہوں نے مکہ میں آکر سب کی امانتیں ادا کیں اور مسلمان ہو گئے۔ مگر زاد المعاد میں راجح اس قصہ کا بعد حدیبیہ ہونا بیان کیا ہے اور اس کو ابو بصیر کی طرف منسوب کیا ہے اور انہوں نے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی خبر سن کر مال واپس کیا تھا۔

اور اسی میں سریہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا شعبان میں دومتہ الجندل کی طرف

---

(۱) ایک موضع ہے' کذا فی القاموس۔

(۲) ایک موضع ہے' کذا فی القاموس۔

(۳) ویقال جموح ناحیة ببطن نخل المدینة' کذا فی المواهب۔

(۴) وهو ماء علی ستة و ثلثین میلاً من المدینة' کذا فی المواهب۔ وهو ککتف' کذا فی القاموس۔

(۵) موضع علی اربع لیال من المدینة' مواهب۔

بھیجا گیا تھا اور وہ لوگ مسلمان ہو گئے اور اسی سال شوال میں عرنیین کے مقابلہ کے لیے سریہ کرز بن خالد فہری کا ہوا۔ بیس آدمی بھیجے تھے' وہ لوگ پکڑے اور قتل کئے گئے جیسا کہ احادیث میں ہے' ان سب کے بعد حدیبیہ ہوا۔ (۱)

پھر بعد حدیبیہ کے غزوہ ذی قرد بھی ہے۔ یہ ایک تالاب ہے اور غابہ ایک مقام ہے مدینہ طیبہ کے قریب ہے۔ یہاں آپ کے کچھ اونٹ چر رہے تھے کہ عبدالرحمٰن فزاری راعی کو قتل کر کے اونٹ ہانک لے گیا۔ آپ کچھ آدمی لے کر تشریف لے چلے' سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے اس روز بہت کام کیا اور ان کو ذی قرد تک بھگاتے چلے گئے اور سب اونٹ چھڑا لیے۔ صحیح مسلم میں یہ قصہ بسط سے مذکور ہے۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے مدینہ واپس آکر بیس روز تقریباً ٹھہرے تھے کہ غزوہ خیبر واقع ہوا۔ آپ وہاں صبح کو پہنچے' وہ لوگ آلات زراعت لے کر صبح کو نکلے تھے کہ آپ کو دیکھ کر قلعہ میں گھس گئے اور دروازہ بند کر لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محاصرہ کیا۔ خیبر میں سات قلعے تھے' سب قلعے بتدریج فتح ہو گئے۔ بعد فتح ہونے کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود خیبر کے جلا وطن ہونے کا حکم دیا اور ان کے اموال اور باغ اور زمین سب ضبط کر لیے۔ یہود نے عرض کیا کہ آپ کو یہاں کے تردد کے لیے مزدوروں کی حاجت ہو گی' اگر آپ ہم کو جلا وطن نہ کریں تو یہ کام ہم کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ بات قبول فرمائی اور ارشاد کیا کہ جب تک ہم چاہیں تمہیں رکھیں گے' جب چاہیں نکال دیں گے اور بٹائی پر خدمت کے لیے ان کو رکھ لیا' پیداوار میں سے نصف حصہ ان کا مقرر کر دیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں جب کہ جزیرہ عرب کو کفار سے خالی کرنا منظور ہوا تو یہود خیبر کو بھی نکال دیا' وہ سب شام کو چلے گئے۔

خیبر سے ملحق ایک موضع فدک تھا وہاں کے لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح صلح چاہی کہ آدھی زمین فدک کی آپ کو دیں اور آدھی اپنے پاس رکھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا۔

منجملہ غنائم خیبر کے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کے حصہ میں

---

(۱) حدیبیہ سے ناکام واپس آنے سے آپ کی خواب کا غلط ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ خواب میں کوئی زمانہ معین نہ دیکھا تھا' سو اگلے سال وہ خواب واقع ہوا۔

آتی تھیں، آپ ﷺ نے ان سے لے کر آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ آپ ﷺ خیبر میں تشریف رکھتے تھے کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب مع اور مہاجرین حبشہ کے وہیں تشریف لائے اور انہی کے ساتھ کشتی پر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ مع اشعر کے آئے اور خیبر ہی میں ایک یہودیہ نے دست کے گوشت میں زہر ملا کر آپ ﷺ کو دیا۔ آپ ﷺ نے ایک لقمہ منہ میں ڈالا اور فرمایا کہ اس دست نے مجھ سے کہہ دیا کہ مجھ میں زہر ملا ہے۔ اور اسی غزوہ میں گدھے کے گوشت کی حرمت بیان فرمائی اور اسی غزوہ میں متعہ کی ممانعت فرمائی جو غزوہ اوطاس میں مباح ہوا تھا پھر حرام ہو گیا اور آپ نے فرمایا کہ متعہ قیامت تک حرام ہے، حدیث صحیح مسلم میں موجود ہے۔

پھر آپ خیبر سے فارغ ہو کر وادی القریٰ کی طرف متوجہ ہوئے، وہاں کچھ یہود اور کچھ عرب تھے بعد جنگ کے وہ فتح ہوا اور آپ وادی القریٰ میں چار روز رہے۔ جب یہود تیماء کو یہ خبریں پہنچیں، انہوں نے آپ ﷺ سے صلح کر لی اور اپنے اموال پر قابض رکھے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیبر اور فدک والوں کو نکالا تھا اور تیماء اور وادی القریٰ والوں کو اس لیے نہیں نکالا کہ یہ مواضع شام میں سے ہیں۔

پھر خیبر سے واپس تشریف لا کر شوال سنہ ۷ ہجری تک آپ کہیں تشریف نہیں لے گئے اور اس مدت میں مختلف سرایا روانہ فرمائے: (۱) سریہ ابی بکر رضی اللہ عنہ بجانب نجد بنی فزارہ کے مقابلہ میں۔ (۲) سریہ عمر رضی اللہ عنہ بجانب ہوازن۔ (۳) سریہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بجانب بشیر بن دارام یہودی۔ (۴) سریہ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ بجانب بنی مرہ۔ (۵) ایک سریہ [۱] بجانب حرقات از قبیلہ جہینہ۔ (۶) سریہ غالب بن عبداللہ الکلبی الملوح بمقام کدید۔ (۷) سریہ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ بجانب جماعت عیینہ از یمن و غطفان و حیان۔ (۸) سریہ ابی حدرد اسلمی۔ (۹) ایک سریہ بجانب اضم۔ (۱۰) سریہ [۲] عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ اور خیبر کے بعد ایک غزوہ ذات الرقاع ہوا اس میں غطفان سے مقابلہ ہوا اور اس کو غزوہ نجد اور

---

(۱) اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے وہ غلطی کہ لا الہ الا اللہ کہنے والے کی نیت کو تقیہ پر محمول کیا، اسی واقعہ میں ہوئی۔

(۲) اور وہ قصہ اسی میں ہوا تھا کہ انہوں نے ایک دن غصہ ہو کر آگ جلوائی اور سب کو کہا کہ اس میں گھس جاؤ۔ بعض آمادہ ہو گئے اور بعض نے ان کو روکا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ طاعت امر غیر مشروع میں جائز نہیں۔

غزوہ بنی انمار بھی کہتے ہیں اور اسی سال قحط پڑا' آپ کی دعا سے پانی برسا رمضان میں۔

سنہ ۷ ہجرت : اوپر کے بعض سرایا اسی سنہ میں ہوئے مگر تاریخ متمیز نہ ہونے سے میں نے سب کو تبعاً کے ذیل میں ذکر کر دیا۔ اسی سنہ میں ذیقعدہ کے مہینہ میں عمرۃ القضا واقع ہوا۔ صلح حدیبیہ میں جو شرط ٹھہری تھی' اسی کے موافق حدیبیہ کے ایک سال بعد ذیقعدہ کے مہینے میں عمرۃ القضا واقع ہوا۔ صلح حدیبیہ میں جو شرائط بڑی تھیں اس کے موافق حدیبیہ کے ایک سال بعد ذیقعدہ میں آپ کے واسطے عمرۃ القضا کے مکہ کو مع اصحاب تشریف لے گئے اور آپ نے حکم فرمایا کہ سفر حدیبیہ میں جو ساتھ تھے وہ ضرور چلیں۔ مکہ پہنچ کر عمرہ کیا اور وہاں حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا اور تیسرے دن حسب شرط مدینہ کو روانہ ہوئے اور اسی روانگی کے وقت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بچی آپ کے پیچھے پکارتی ہوئی بولی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خالہ کو جو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں' سپرد کر دی جیسا احادیث میں ہے۔

سنہ ۸ ہجرت : غزوہ موتہ [1] یہ جمادی الاولیٰ میں ہوا۔ سبب اس کا یہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قاصد حارث بن عمیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک حاکم بصریٰ کے پاس لیے ہوئے جاتا تھا' راہ میں حاکم شہر موتہ نے کہ ارض شام سے ہے جس کا نام شرجیل بن عمرو غسانی تھا' اس کو قتل کر ڈالا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قاتل پر تین ہزار کا لشکر بھیجا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا اور فرمایا کہ اگر یہ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو امیر بنائیں اور جو وہ شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو اور وہ بھی شہید ہو جائیں تو ایک مسلمان کو مسلمانوں میں سے۔ چنانچہ سب اسی ترتیب سے شہید ہوئے تب مسلمانوں نے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو امیر کیا اور لڑائی فتح ہوئی۔

اور اسی سال جمادی الاخریٰ میں غزوہ ذات السلاسل ہوا۔ یہ وادی القریٰ کے آگے ہے اور یہاں سے مدینہ منورہ دس دن کی راہ پر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تھا کہ قضاعہ کی ایک جماعت مدینہ کی طرف آنا چاہتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو تین سو آدمیوں کے ہمراہ اس طرف روانہ کیا پھر کہ مجمع اعدار کا زیادہ ہے تو دو سو آدمی

---

(۱) کبھی غزوہ سے مراد معنی لغوی ہوتے ہیں قطع نظر اصطلاح مشہور سے کہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف رکھتے ہوں۔

دے کر حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور ان میں حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے۔ یہ لوگ بڑھتے چلے جاتے تھے' کچھ غنیم ملے۔ مسلمانوں نے حملہ کیا تو سب بھاگ کر متفرق ہو گئے۔ لشکر اسلام ایک پانی پر ٹھہرا تھا جس کا نام سلسل تھا اس لیے اس غزوہ کا نام ذات السلاسل ہوا اور بعض نے کہا ہے کہ سلاسل سلسلہ وار ریگ کو کہتے ہیں وہ زمین ایسی ہی تھی اور بخاری میں غزوہ ذات السلاسل سے پہلے غزوہ ذی الخلصہ کا بھی ذکر کیا ہے جس میں آپ نے جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو احمس کے ڈیڑھ سو سوار کے ساتھ ایک مکان کے منہدم کرنے کو بھیجا تھا جو قبیلہ خثعم میں کہ اہل یمن میں سے تھے کعبہ کے نام سے مقرر کیا گیا تھا۔

پھر اسی سال رمضان میں مکہ فتح ہوا اور یہ اعظم فتوح اور مدار اعزاز اسلام اور مفتاح شیوع دین ہے۔ سامان اس کا یہ ہوا کہ خزاعہ کہ صلح حدیبیہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور بنی بکر کہ قریش کے عہد میں ہو گئے تھے آپس میں لڑے اور زیادتی بنی بکر کی تھی کہ خزاعہ پر شب خون مارا اور قریش نے ان کی خفیہ مدد کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی اس عہد شکنی کی خبر پا کر تیاری لشکر کشی کی مکہ پر فرمائی اور مع لشکر مہاجرین و انصار و دیگر قبائل عرب کوچ فرمایا۔ بارہ ہزار آدمی لشکر ظفر پیکر میں تھے۔ موکب ہمایوں داخل مکہ ہوا اور قتال ہوا' بہت کفار مارے گئے اور بڑے بڑے سردار قریش شہر چھوڑ کر بھاگ گئے اور جو حاضر ہوئے ان کی جاں بخشی فرمائی گئی اور اس روز تھوڑی دیر کے لیے حرم میں قتال کی اجازت حق تعالیٰ کی طرف سے ہو گئی تھی اور فتح کا قصہ نہایت مبسوط ہے تواریخ حبیب الہ میں دیکھ لیا جائے یہاں اختصار مدنظر ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کے بتوں کو خود نیست و نابود کیا اور بعض بت نواح مکہ میں تھے' ان کے توڑنے مٹانے کے لیے سرایا روانہ فرمائے۔

چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو عزیٰ کے مٹانے کو کہ قریش اور بنی کنانہ کا بت تھا اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو سواع کی طرف جو کہ ہذیل کا بت تھا اور سعد بن زید اشہلی رضی اللہ عنہ کو مناۃ کی طرف کہ مشلل میں قدید کے قریب اوس اور خزرج و غسان وغیرہم کا بت تھا' روانہ کیا اور یہ سب کارگزاری کر کے آگئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامت مکہ ہی کے زمانہ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بنی جذیمہ کی طرف دعوت اسلام کے لیے بھیجا۔

پھر بعد فتح مکہ کے غزوہ حنین ہوا۔ اس کو غزوہ اوطاس بھی کہتے تھے۔ یہ دونوں موضع ہیں مکہ اور طائف کے درمیان میں اور غزوہ ہوازن بھی کہتے ہیں کیونکہ یہی لوگ آپ کے قتال کو آئے تھے۔ آپ ﷺ وہاں کے ان کفار پر کہ بقصد جنگ جمع ہو کر نکلے تھے' بارہ ہزار آدمی کا لشکر لے گئے اور قتال شروع ہوا۔ درمیان میں کچھ پریشانی لشکر اسلام میں ہو گئی مگر انجام کار اللہ تعالیٰ نے فتح دی۔ یہ قصہ مقام حنین میں ہوا پھر کفار حنین سے بھاگ کر اوطاس میں جمع ہو گئے۔ حملہ لشکر اسلام سے وہاں بھی انہوں نے شکست پائی اور اس کے بعد شوال کے مہینہ میں آپ ﷺ نے طائف کا کہ وہاں بنی ثقیف تھے' محاصرہ کیا۔ یہ لوگ اوطاس سے بھاگ کر طائف میں قلعہ کے اندر پناہ گزیں ہو گئے تھے مگر علم الٰہی میں اس کے فتح کا وقت نہ آیا تھا' آپ ﷺ وہاں سے اٹھ آئے اور بعد غزوہ تبوک کے کہ جس کا ذکر آئے گا' وہ لوگ بلا قتال خود حاضر خدمت ہو کر مسلمان ہو گئے اور لات بت ان کے ہاں تھا' وہ بھی توڑا گیا۔

پھر اسی سال کے محرم میں عیینہ بن حصن فزاری کو بنی تمیم کی طرف پچاس سوار کے ساتھ غزوہ کے لیے بھیجا' وہ لوگ مقابلہ سے بھاگے اور کچھ مرد اور عورتیں گرفتار ہوئے اور مدینہ لائے گئے پھر ان کے چند رؤساء اقرع بن حابس وغیرہ مدینہ میں آئے اور بعد مقابلہ نظم و نثر کے مسلمان ہو گئے۔ آپ ﷺ نے ان کو خوب عطیہ بھی دیا پھر صفر میں قطبہ بن عامر کو خثعم کی طرف بھیجا اور قتال بھی ہوا پھر کچھ غنیمت لے کر مدینہ آگئے اور اسی سال حضرت ابراہیم علیہ السلام صاحبزادہ حضور اقدس ﷺ پیدا ہوئے اور آپ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وفات پائی۔

سنہ ۹ ہجرت : ربیع الاول میں ایک لشکر ضحاک بن سفیان کی ہمراہی میں بنی کلاب کی طرف بھیجا اور بعد قتال کے کفار کو ہزیمت ہوئی پھر ربیع الآخر میں علقمہ بن مجزز مدلجی کو حبشہ کی طرف بھیجا اور کفار بھاگ گئے پھر ایک لشکر عبید اللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کے ساتھ روانہ کیا اور اسی سال حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک بت خانہ منہدم کرنے کے لیے جو کہ قبیلہ طے میں تھا بھیجا۔ حاتم طائی اسی قبیلہ سے تھا۔ چنانچہ وہ بت خانہ منہدم کیا گیا اور کچھ قیدی پکڑے گئے۔ حاتم کے بیٹے عدی بھاگ گئے اور ان کی بہن قید کی گئی۔ آپ ﷺ نے ان کی بہن کو اس کی درخواست پر رہا کر دیا اور سواری بھی دی۔ اس نے عدی سے جا کر

تعریف کی۔ عدی رضی اللہ عنہ آئے اور مسلمان ہو گئے۔

پھر رجب میں غزوہ تبوک واقع ہوا۔ یہ ایک جگہ کا نام ہے اطراف شام میں' اس کو غزوہ عسرت بھی کہتے ہیں اس لیے کہ تکلیف کے دنوں میں اس کی تیاری ہوئی تھی۔ سبب اس کا یہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ ہرقل بادشاہ روم آپ پر لشکر لاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مناسب معلوم ہوا کہ خود اس پر لشکر لے جائیں۔ قبائل عرب کو کہلا بھیجا' بہت آدمی جمع ہوئے۔ تیس ہزار آدمی اس غزوہ میں آپ کے ہمراہ تھے' آپ مع لشکر موضع تبوک میں پہنچے اور متوقف ہوئے اور ہرقل نے مارے ڈر کے کہ آپ کو پیغمبر برحق سمجھتا تھا ادھر رخ نہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطراف و جوانب میں لشکر بھیجے چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اکیدر حاکم دومتہ الجندل کی طرف بھیجا وہ اس کو گرفتار کر کے لائے۔ بعض نے لکھا ہے کہ اس نے کچھ نذرانہ مقرر کر دیا اور چھوڑ دیا گیا۔ بعض نے کہا ہے کہ مسلمان ہو گیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقامت کو دو ماہ ہو گئے' آپ صحابہ سے مشورہ کر کے مدینہ کو لوٹ آئے۔

اور اسی زمانہ میں مسجد ضرار کے ہدم کا قصہ ہوا۔ وہ یوں ہوا کہ ابو عامر راہب ایک بڑا مفسد قوم خزرج سے تھا اور کتابیں پڑھ کر نصرانی ہو گیا تھا۔ پہلے تو آپ کی خبر نبوت کو بیان کرتا تھا' جب آپ مدینہ پہنچے تو مارے حسد کے مسلمان نہ ہوا اور عداوت میں سرگرم رہتا۔ بعد غزوہ بدر کے مدینہ سے بھاگ کر قریش سے جا ملا' اُحد میں آیا تھا پھر روم کو چلا گیا تاکہ بادشاہ روم کا لشکر آپ پر چڑھا لائے۔ جب یہ صورت بھی نہ بنی تو مدینہ میں منافقین کو کہلا بھیجا کہ ایک مسجد بنائیں وہ جگہ مشورہ کی ہو گی۔ وہ سفر تبوک سے پہلے مسجد قبا کے متصل بنوا چکے تھے اور آپ سے مستدعی ہوئے کہ آپ اس میں چل کر نماز پڑھ لیں۔ مطلب یہ تھا کہ اس سے اس کی رونق ہو جائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت جہاد کو جاتا ہوں بعد معاودت دیکھا جائے گا۔ بعد معاودت پھر استدعا کی' اللہ تعالیٰ نے ان کے مکر پر مطلع فرمایا اور یہ آیات نازل فرمائیں : وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا الآیۃ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کھدوا ڈالا اور جلا دیا۔

اور اسی سال حج فرض ہوا۔ آپ خود بسبب شغل تعلیم و ہدایت وفود کے یعنی مختلف قبائل و مقامات کے ایلچیوں کے جن کا ذکر بعد میں آتا ہے اور سنہ ۹ھ میں یہ لوگ بہت

زیادہ آئے تھے اور بسبب اہتمام غزوات کے (کہ ہر وقت احتمال اس کا رہتا تھا) خود تشریف نہ لے جا سکے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر الحاج مقرر کر کے مکہ کو روانہ کیا کہ لوگوں کو حج موافق شرائع اسلام کے کرائیں اور سورۂ برأت (یعنی سورہ توبہ) واسطے سنانے احکام نقض عہد کے ان کے ساتھ کر دی پھر پیچھے سے موافق عادت عرب کے کہ عہد کے متعلق اقارب ہی کا پیغام قبول کرتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا' ان احکام کی تفصیل سورہ براۃ میں ہے۔

اسی سال حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کا انتقال ہوا۔

سنہ ۱۰ ہجرت : اس میں آپ خود حج کو تشریف لے گئے اور آپ نے ایسی باتیں فرمائیں جیسے کوئی وداع کرتا ہے لہٰذا حجۃ الوداع کہلاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کی خبر سن کر مسلمان جمع ہونے شروع ہوئے۔ ایک لاکھ آدمی سے زیادہ جمع ہو گئے تھے اور اسی حج میں عرفہ کے دن یہ آیت نازل ہوئی اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ اور اسی حج سے واپس ہوتے ہوئے ایک منزل غدیر خم نام میں خطبہ تاکید محبت کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ فرمایا کیونکہ بعض لوگوں نے جو یمن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے' اُن کی بیجا شکایتیں آپ سے کی تھیں پھر آپ مدینہ پہنچ کر ہدایت و ارشاد خلق و عبادت خالق میں مشغول ہوئے اور ربیع الاول میں سفر آخرت کو آپ نے اختیار فرمایا۔

مِنَ الْقَصِيْدَةِ

فِيْ غَزَوَاتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مَا زَالَ يَلْقَاهُمْ فِيْ كُلِّ مُعْتَرَكٍ ... حَتّٰى حَكَوْا بِالْقَنَا لَحْمًا عَلٰى وَضَمِ

يَجُرُّ بَحْرَ خَمِيْسٍ فَوْقَ سَابِحَةٍ ... تَرْمِيْ بِمَوْجٍ مِّنَ الْاَبْطَالِ مُلْتَطِمِ

هُمُ الْجِبَالُ فَسَلْ عَنْهُمْ مُصَادِمَهُمْ ... مَاذَا رَاٰى مِنْهُمْ فِيْ كُلِّ مُصْطَدَمِ

وَسَلْ حُنَيْنًا وَّسَلْ بَدْرًا وَّسَلْ اُحُدًا ... فُصُوْلَ حَتْفٍ لَّهُمْ اَدْهٰى مِنَ الْوَخَمِ

وَمَنْ يَّكُنْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ نُصْرَتُهٗ ... اِنْ تَلْقَهُ الْاُسْدُ فِيْ اٰجَامِهَا تَجِمِ

(ترجمہ) (۱) آپ کفار سے ہر میدان جنگ میں لڑتے رہے یہاں تک کہ وہ

بسبب نیزہائے مجاہدین کے اس گوشت بے حس و حرکت کے مشابہ ہو گئے جو تختہ قصاب پر رکھا ہو۔ (۲) دین اسلام دریائے لشکر کو جو گھوڑے تیز و نرم رفتار پر سوار ہے کھینچ رہا ہے ایسے حال میں کہ وہ دریا دلیروں کی موج کو جو باہم متصادم ہے پھینک رہا ہے (یعنی دلیروں کی صفیں آپس میں متلاطم ہیں) (۳) لشکر اسلام (ثبات قدم میں) پہاڑوں کی مانند ہے (اگر تجھ کو میرے قول کا یقین نہیں آتا تو) ان کا حال (وکیفیت استقلال) ان کے مقابل سے دریافت کر لے کہ اس نے ان کا ہر جنگ گاہ میں کیا حال دیکھا ہے۔ (۴) اور ان کا حال مقامات جنگ سے یعنی حنین سے اور بدر سے اور اُحد سے کفار کے انواع موت کو پوچھ لے جو ان کے حق میں وبا سے بھی زیادہ سخت ہیں ضرر میں۔ (۵) اور جس کی نصرت بذریعہ رسول اللہ ﷺ ہو گی اگر اس کو شیر اپنے میشوں میں ملیں تو وہ دم بخود رہ جائیں۔ (عطر الوردہ)

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

فصل نمبر ۱۸

نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے والے وفود کا بیان

عظمت خانہ کعبہ کی عرب کے دل میں بہت تھی اور تھوڑے دن قصہ اصحاب فیل کو گذرے تھے لہٰذا عرب کا یہ اعتقاد تھا کہ اہل باطل کعبہ پر غالب نہ آئیں گے' بعد فتح مکہ کے سب عرب کو اعتقاد حقیقت اسلام کا ہوا اور فوج در فوج اہل عرب اسلام میں داخل ہوئے اور قریات اور قبائل کے لوگ مسلمان ہو گئے۔ کچھ آدمی حضور اقدس ﷺ میں واسطے سیکھنے شرائع اسلام [1] کے بھیج دیتے' وہ لوگ جو حضور میں حاضر ہوتے تھے وفد کہلاتے تھے' وفود وفد کی جمع ہے۔

جس سال میں وفد بکثرت آئے یعنی سنہ ۹ھ وہ عام الوفود کہلاتا ہے۔ آپ وفود کی

(۱) اور بعض قبیلہ نے بجائے اسلام کے استسلام اختیار کیا جیسے وفد نصاریٰ نجران۔

بہت خاطر داری اور توقیر کرتے اور انعام دے کر رخصت کرتے۔ نیز عام اہل عرب اس کے بھی منتظر تھے کہ آپ کا معاملہ آپ کی قوم سے کیا ہوتا ہے۔ قریش کے اسلام قبول کرنے سے بھی اور لوگ نرم ہوئے' اکثر وفود تبوک کے بعد حاضر ہوئے۔ اب بعض وفود کا ذکر محض فہرست کے طور پر کیا جاتا ہے۔ قصے ان کے کتب سیر میں مذکور ہیں :

(۱) وفد ثقیف جن کا ذکر غزوہ تبوک سے رمضان میں واپس ہوئے تھے اور اسی ماہ میں یہ لوگ حاضر ہوئے تھے۔ (۲) وفد بنی تمیم جن کا ذکر بعد غزوۂ طائف کے گذرا ہے کہ اقرع بن حابس وغیرہ حاضر ہوئے تھے۔ (۳) وفد طے غزوۂ تبوک سے پہلے ذکر ہوا ہے کہ عدی حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ (۴) وفد عبدالقیس۔ [1] (۵) وفد بنی حنیفہ' ان میں مسیلمہ کذاب بھی آیا تھا اور ان میں بعض لوگ مسلمان ہونے کے بعد پھر مرتد ہو گئے تھے اور یہ لوگ سنہ ۱۰ھ کے اخیر میں آئے تھے۔ (۶) دوسرا وفد طے ان میں زید خیل آئے تھے۔ (۷) وفد کندہ' ان میں اشعث بن قیس بھی تھے۔ (۸) وفد اشعریین و اہل یمن۔ (۹) وفد ازدان میں صرد بن عبداللہ بھی آئے تھے۔ (۱۰) وفد بنی الحارث بن کعب ربیع الثانی یا جمادی الاولیٰ سنہ ۱۰ھ میں۔ (۱۱) وفد ہمدان۔ (۱۲) وفد مزینہ۔ (۱۳) وفد دوس۔ (۱۴) وفد نجران۔ [۲] (۱۵) وفد بنی سعد بن بکر یہ' آنے والے ضمام بن ثعلبہ تھے۔ (۱۶) طارق بن عبداللہ مع اپنی قوم کے۔ (۱۷) وفد تجیب۔ (۱۸) وفد بنی سعد ندیم از قبیلہ قضاعہ۔ (۱۹) وفد بنی فزارہ بعد تبوک۔ (۲۰) وفد بنی اسد۔ (۲۱) وفد بہراء۔ (۲۲) وفد عذرہ [۳] صفر سنہ ۹ھ میں۔ (۲۳) وفد بلی [۴] ربیع الاول سنہ ۹ھ میں۔ (۲۴) وفد ذی مرہ۔ (۲۵) وفد خولان شعبان سنہ ۱۰ھ میں۔ (۲۶) وفد محارب سال حجۃ الوداع میں۔ (۲۷) وفد صداء [۵] سنہ ۸ھ میں۔ (۲۸) وفد غسان رمضان سنہ --- میں۔ (۲۹) وفد سلامان شوال سنہ ۱۰ھ میں۔ (۳۰) وفد [۶] بنی عبس۔

---

(۱) اشج عبدالقیس جن کی مدح احادیث میں آئی ہے' انہی میں آئے تھے۔

(۲) مباہلہ کا قصہ انہی لوگوں سے ہوا تھا' انہوں نے اسلام تو قبول نہیں کیا مگر مطیع اور باجگذار ہو گئے۔

(۳) زاد المعاد میں اسی طرح ہے شاید محرم سے ابتداء کے اعتبار سے یہ سنہ لیا ہے۔

(۴) بروزن رضی قبیلۃ' کذا فی القاموس۔

(۵) زیاد بن حارث صدائی جن کی اذان کا قصہ حدیث میں آتا ہے وہ اسی قبیلہ سے ہیں۔

(۶) آپ ﷺ نے ان سے حضرت خالد بن سنان کی اولاد کو پوچھا' انہوں نے کہا کہ ایک لڑکی تھی اس کی نسل منقطع ہو گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا نبی تھی ان کی قوم نے ان کو ضائع کر دیا یعنی ان کی قدر نہ پہچانی۔

(۳۱) دوسرا وفد ازد ان میں سوید بن الحارث آئے تھے۔ (۳۲) وفد بنی منتفق۔ (۳۳) وفد نخع اور یہ آخر وفود ہے۔ (کذا[1] فی زاد المعاد)

مِنَ الْقَصِیْدَةِ

يَاخَيْرَ مَنْ يَمَّمَ الْعَافُوْنَ سَاحَتَهٗ سَعْيًا وَّفَوْقَ مُتُوْنِ الْاَيْنُقِ الرُّسُمِ
وَمَنْ هُوَ الْاٰيَةُ الْكُبْرٰى لِمُعْتَبِرٍ وَمَنْ هُوَ النِّعْمَةُ الْعُظْمٰى لِمُغْتَنِمِ

(ترجمہ) (۱) اے بہترین ان کے کہ سائل دوڑتے ہوئے اور تیز رو اونٹنیوں کی پشتوں پر سوار ہو کر ان کی درگاہ کا قصد کرتے ہیں (جیسے وفود آتے تھے) (۲) اور اے وہ ذات کہ وہ بڑی نشانی ہے متامل کے لیے اور وہ بڑی نعمت ہے قدردان کے لیے (کہ آپ کی قدر سمجھ کر وفود آتے تھے) (عطر الوردہ مع تغیرما)

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

فصل نمبر۱۹

حکام اور اہل کاروں کو متعین فرمانے کا بیان

واسطے انتظام ملکی و تحصیل صدقات و جزیہ کے جن بلاد میں اسلام کا تسلط ہو گیا وہاں اس کام کے لیے ان صاحبوں کو مامور فرمایا۔ (۱) مہاجر بن ابی امیہ بن المغیرہ کو صنعاء پر۔ (۲) زیاد بن لبید انصاری کو حضرموت پر۔ (۳) عدی کو طے پر اور بنی اسد پر۔ (۴) مالک بن نویرہ یربوعی کو بنی حنظلہ پر۔ (۵) زبرقان بن بدر کو بنی سعد کے بعض علاقوں پر۔ (۶) علاء بن الحضرمی کو بحرین پر تحصیل کے لیے۔ (۸) حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اہل نجران پر (کذا فی سیرۃ ابن ہشام) اور احادیث سے۔ (۹) عتاب بن اسید کا مکہ پر اور (۱۰) معاذ بن جبل اور (۱۱) حضرت ابو موسیٰ اشعری کا یمن پر حاکم مقرر ہونا ثابت ہے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

---

(۱) اور اگر نجران کو بوجہ اسلام نہ لانے کے نکال دیا جائے اور ازد اور طے کے دونوں وفدوں کے مجموعہ کو ایک کے حکم میں رکھا جائے تو تیس ہوئے۔

مِنَ الْقَصِیْدَةِ

مِنْ کُلِّ مُنْتَدِبٍ لِلّٰہِ مُحْتَسِبٍ   یَسْطُوْ بِمُسْتَاصِلٍ لِلْکُفْرِ مُصْطَلِمِ
حَتّٰی غَدَتْ مِلَّۃُ الْاِسْلَامِ وَھِیَ بِھِمْ   مِنْ بَعْدِ غُرْبَتِھَا مَوْصُوْلَۃَ الرَّحِمِ

(ترجمہ) (۱) اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ہر ایک مجیب دعوت حق ہے (کہ آپ نے جہاں بھیج دیا چلے گئے) اور امیدوار (عطائے حق) ہے (کہ ثواب کے لیے چلے گئے) جو حملہ کرتا ہے بذریعہ ایسے حربہ کے جو کفر کی بیخ اکھاڑ کر پھینک دے۔ (۲) یہاں تک کہ ملت اسلام اپنی غربت اور کمزوری کے بعد متصل القرابتہ ہو گئی اس حال میں کہ وہ ملت اسلام ان سے ملحق و ملصق ہے (یعنی ایسی حمایت کی جیسے وہ ان کی قرابت دار ہو چنانچہ وہ اسلام کی خدمات بجا لائے) (عطر الوردہ بتغیر ما)

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

فصل نمبر ۲۰

ملوک و سلاطین کی طرف فرمانوں کی روانگی

(۱) ہرقل شاہ روم کو دحیہ بن خلیفہ کے ہاتھ نامہ مبارک روانہ فرمایا اور وہ باوجود یقین نبوت کے ایمان نہیں لایا۔ (۲) کسریٰ شاہ فارس کو عبداللہ بن حذافہ سہمی کے ہاتھ' اس نے نامہ مبارک کو پھاڑ ڈالا۔ آپ ﷺ نے سن کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کی سلطنت کو پارہ پارہ کر دے گا' چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (۳) نجاشی شاہ حبشہ کو عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھ (کذا فی المواہب) اور یہ وہ نجاشی نہیں ہے جن کے زمانہ میں ہجرت حبشہ ہوئی تھی اور جن پر حضور ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ یہ اس نجاشی کے بعد ہوا اور اس کے اسلام کا حال معلوم نہیں ہوا۔ (کذا فی زادالمعاد) (۴) مقوقس شاہ مصر کو حاطب بن ابی بلتعہ کے ہاتھ' یہ ایمان نہیں لایا مگر ہدایا بھیجے۔ (۵) منذر بن ساوی شاہ بحرین کو علاء بن الحضرمی کے

ہاتھ' یہ مسلمان ہو گئے اور بدستور بر سر حکومت قائم رکھے گئے۔ (۶) دو بادشاہ عمان جیفر بن جلندی و عبد بن جلندی کو عمرو بن العاص کے ہاتھ' اور یہ دونوں مسلمان ہو گئے۔ (۷) ہوزہ بن علی حاکم یمامہ کو سلیط بن عمرو عامری کے ہاتھ' وہ مسلمان نہیں ہوا۔ (۸) حارث بن ابی شمر غسانی حاکم غوطہ دمشق کو شجاع بن وہب کے ہاتھ' حدیبیہ سے واپس ہونے کے زمانہ میں۔ (کذا فی زادالمعاد) (۹) جبلہ بن ایہم غسانی [۱] کو شجاع بن وہب کے ہاتھ۔ (کذا فی سیرۃ ابن ہشام)

اور اسی کے ذیل میں ان عرائض کا بھی ذکر مناسب ہے جو سلاطین نے آپ ﷺ کے حضور میں بھیجیں' علاوہ ان سلاطین کے جنہوں نے آپ کے فرمانوں کے جواب عرض کئے جن کا ذکر اوپر آچکا ہے سیرۃ ابن ہشام میں ہے کہ جب آپ تبوک سے تشریف لے آئے تو شاہان حمیر نے ملک یمن سے عرائض مشعر اپنے اسلام کے قاصدوں کے ہاتھ بھیجے ان کے نام یہ ہیں : (۱) حارث بن عبد کلال۔ (۲) نعیم بن عبد کلال۔ (۳) نعمان حاکم ذورعین و معافر و ہمدان۔ (۴) زرعہ ذویزن یہ سب ملوک یمن ہیں اور (۵) فروہ بن عمرو نے جو کہ سلطنت روم کی جانب سے عامل تھا اپنے اسلام کی خبر قاصد کے ہاتھ بھیجی۔ اہل روم نے اول اس کو قید کیا اور پھر قتل کر دیا۔ (کذا فی سیرۃ ابن ہشام) (۶) باذان صوبہ دار یمن از جانب کسریٰ مع اپنے دونوں بیٹوں اور ان لوگوں کے جو اہل فارس اور اہل یمن سے اس کے پاس تھے' اسلام لایا اور اپنے اسلام کی خبر آپ ﷺ کے پاس بھیج دی۔ (کذا فی تواریخ حبیب الہ مع قصہ سبب اسلامہ) یہ سب مکتوب الیہ اور کاتب مل کر پندرہ ہوئے اور سیرۃ ابن ہشام میں رفاعہ بن زید جذامی کے ہاتھ کہ وہ مسلمان ہو گئے تھے ان کی قوم کی طرف ایک فرمان لکھ دینا اور ان لوگوں کا مسلمان ہو جانا مذکور ہے اور بخاری کی شرح کرمانی میں ملوک یمن میں سے ذوالکلاع الحمیری اور ذو عمرو کا مسلمان ہو کر حضور میں حاضر ہونے کے لیے روانہ ہونا مگر آپ ﷺ کی حیات میں نہ پہنچ سکنا لکھا ہے۔

مِنَ الْقَصِیْدَۃِ

اٰیَاتُہُ الْغُرُّ لَا یَخْفٰی عَلٰی اَحَدٍ ۔۔۔ بِدُوْنِھَا الْعَدْلُ بَیْنَ النَّاسِ لَمْ یَقُمِ

---

(۱) یہ آخر ملوک شام ہے' کذا فی القاموس۔

مُحَکَّمَاتٌ فَمَا یُنْقِیْنَ مِنْ شُبَہٍ لِذِیْ شِقَاقٍ وَّلَا یَبْغِیْنَ مِنْ حَکَمٍ
مَا حُوْرِبَتْ قَطُّ اِلَّا عَادَ مِنْ حَرَبٍ اَعْدَی الْاَعَادِیْ اِلَیْھَا مُلْقِیَ السَّلَمِ

(ترجمہ) (۱) آپ کے روشن احکام کسی پر مخفی نہیں (چنانچہ ان سلاطین پر ظاہر ہو گئے کہ قبول کیا یا مغلوب ہوئے) بدون ان احکام کے لوگوں میں عدل قائم نہیں ہوا۔ (۲) وہ احکام (امور متنازع فیہا میں) حکم اور فیصل کنندہ قرار دیئے جاتے ہیں سو وہ شبہات کو باقی نہیں چھوڑتے کسی مخالف کے لیے اور نہ وہ احکام اپنے سوا کسی اور فیصلہ کنندہ کے طالب ہیں (کیونکہ وہ خود اس کے لیے کافی ہیں) (۳) ان احکام سے کبھی لڑائی یعنی مقابلہ نہیں کیا گیا مگر اس کا انجام یہی ہوا کہ دشمن سے دشمن بھی لڑائی سے باز آکر ان کی طرف صلح کی سپر ڈالتا ہوا نظر آیا (جیسا ان سلاطین نے عجز کا اقرار کیا) (عطر الوردہ مع تغیر ما)

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

فصل نمبر۲۱

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض شمائل واخلاق اور عادات کا بیان

اس میں رسالہ شیم الحبیب مصنف حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی خاتم مثنوی کے (جس کا ملحقۃ المقدمہ میں ذکر آیا ہے بسبب اس کے کہ شمائل میں کافی مقدار پر مشتمل ہے) ترجمہ مع الاصل کے ایراد کو کافی سمجھا گیا اور نام اس کا شم الطیب ترجمہ شیم الحبیب ہے۔ اس فصل کے اجزاء کو بلفظ وصل تعبیر کیا جائے گا۔ ومن اللہ التوفیق۔

شیم الحبیب

شم الطیب

(ترجمہ شیم الحبیب)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَرْسَلَ اِلَیْنَا رَسُوْلًا عَرَبِیًّا هَاشِمِیًّا مَکِّیًّا مَدَنِیًّا سَیِّدًا اَمِیْنًا صَادِقًا مَّصْدُوْقًا قَرَشِیًّا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ کَانُوْا لَہٗ حَفِیًّا نَجِیًّا۔

میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں جس نے ہماری طرف ایک رسول کو بھیجا جو عربی ہاشمی مکی مدنی سردار امین سچی خبریں دینے والے سچی خبریں دیئے گئے قریشی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی آل و اصحاب پر جو کہ آپ کے محب خاص اور رازدار بااختصاص تھے رحمت نازل فرمائے۔

وَبَعْدُ فَاِنَّ الْعُلَمَآءَ قَدْ جَمَعُوْا شَمَائِلَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَسَلَکُوْا فِیْہِ مَسْلَکًا طَرِیًّا وَّنَهَجُوْا مَنْهَجًا سَوِیًّا وَّلٰکِنَّ بَعْضَهُمْ قَدْ اَطْنَبُوْا اِطْنَابًا مُّمِلًّا وَبَعْضَهُمْ اَوْجَزُوْا اِیْجَازًا مُّخِلًّا فَالنَّاسُ بَیْنَ هَارِبٍ وَشَائِقٍ وَطَالِبٍ وَّتَائِقٍ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَذْکُرَ نُبْذًا مِّنْ مَّحَاسِنِہٖ وَمَکَارِمِہٖ وَشَطْرًا مِّنْ شَمَائِلِہٖ وَخِصَالِہٖ مُخْتَصَرًا وَافِیًا وَمُوْجَزًا شَافِیًا فَاِنَّ الْعَاشِقَ الْهَائِمَ الْمَهْجُوْرَ اِذَا فَقَدَ الْوِصَالَ یَتَسَلّٰی بِذِکْرِ الدَّارِ وَالْخَالِ وَیَتَعَلَّلُ بِوَصْفِ الْجَمَالِ

بعد حمد و صلوٰۃ کے مدعا یہ ہے کہ علماء (ہمیشہ سے) نبی ﷺ کے شمائل کو جمع کرتے رہے اور اس باب میں نو بنو مسلک اور اعتدال طریق پر چلتے رہے لیکن بعض نے اس قدر تطویل کی جس سے دل اکتا جائے اور بعض نے اس قدر اختصار کیا کہ فہم مطلب ہی میں خلل پڑ جائے اور لوگ مختلف ہوتے ہیں۔ بعض (تطویل یا ایجاز سے) بھاگتے ہیں اور بعض اس کے شائق اور طالب ہوتے ہیں (سو تطویل و اختصار سے نفع عالم نہیں ہوتا بخلاف مقدار اوسط مناسب کے کہ وہ ہر شخص کے مذاق کے موافق ہوتا ہے) اس لیے میں نے ارادہ کیا کہ آپ کے محاسن اوصاف و مکارم اخلاق اور شمائل اور خصال میں سے ایک مختصر حصہ مگر کافی شافی قلمبند کروں۔ کیونکہ عاشق سرگشتہ و مہجور جب

لَمْ یَتَأَمَّلْهُ اَشَمَّ [1] کَثُّ اللِّحْیَةِ اَدْعَجُ سَهْلُ الْخَدَّیْنِ ضَلِیْعُ الْفَمِ اَشْنَبُ مُفْلَجُ الْاَسْنَانِ دَقِیْقُ الْمَسْرُبَةِ [2] کَانَ عُنُقَهٗ جِیْدَ دُمْیَةَ فِیْ صَفَاءِ الْفِضَّةِ مُعْتَدِلُ الْخَلْقِ بَادِنًا مُتَمَاسِکًا سَوَاءُ الْبَطْنِ وَالصَّدْرِ مَشِیْحُ الصَّدْرِ بَعِیْدُ مَا بَیْنَ الْمَنْکِبَیْنِ ضَخِمَ الْکَرَادِیْسِ اَنْوَرُ الْمُتَجَرَّدِ مَوْصُوْلُ مَا بَیْنَ اللَّبَّةِ وَالسُّرَّةِ بِشَعْرٍ یَّجْرِیْ کَالْخَطِّ عَارِی الثَّدْیَیْنِ مَا سِوٰی ذٰلِکَ اَشْعَرُ الذِّرَاعَیْنِ وَالْمَنْکِبَیْنِ وَاَعَالِی الصَّدْرِ طَوِیْلُ الزَّنْدَیْنِ رَحْبُ الرَّاحَةِ شِثْنُ الْکَفَّیْنِ وَالْقَدَمَیْنِ سَائِلُ الْاَطْرَافِ اَوْقَالَ شَائِلُ الْاَطْرَافِ سَبْطُ الْعَصَبِ خِمْصَانُ الْاَخْمَصَیْنِ [3] مَسِیْحُ الْقَدَمَیْنِ یَنْبُوْ [4] عَنْهُمَا

تھا' پیشانی فراخ تھی اور ابرو خم دار بالوں سے پر تھی اور باہم پیوستہ نہ تھیں ان دونوں کے درمیان میں ایک رگ تھی کہ وہ غصہ میں اُبھر جاتی تھی' بلند بینی تھی بینی مبارک پر ایک نور نمایاں تھا کہ جو شخص تامل نہ کرے آپ کو دراز بینی سمجھے' ریش مبارک بھری ہوئی تھی' پتلی خوب سیاہ تھی' رخسار مبارک سبک تھے' دہن مبارک (اعتدال کے ساتھ) فراخ تھا (یعنی تنگ نہ تھا نہ یہ کہ زیادہ فراخ تھا) دندان مبارک باریک آبدار تھے اور ان میں (ذرا ذرا) ریخیں تھیں' سینہ سے ناف تک بالوں کا ایک باریک خط تھا' گردن مبارک ایسی (خوبصورت) تھی جیسی تصویر کی گردن (خوبصورت تراشی جاتی ہے) صفائی میں چاندی جیسی تھی۔ بدن جسامت میں معتدل اور پر گوشت اور کسا ہوا تھا' شکم اور سینہ مبارک ہموار تھا اور سینہ قدرے اُبھرا ہوا تھا' آپ کے شانوں کے درمیان قدرے (اوروں سے زائد) فاصلہ تھا جوڑ پر کی ہڈیاں کلاں تھیں' کپڑا اتارنے کی حالت میں آپ کا بدن روشن تھا' سینہ اور ناف کے درمیان لکیر کی طرح بالوں کی

---

(۱) قال الجوهری الشم ارتفاع قصبة الانف مع استواء اعلاه فان کان فیه احدید اب فهو القنی۔

(۲) بفتح المیم وسکون السین المهملة والراء المضمومة الشعر الذی فی وسط الصدر الی السرة۔

(۳) فی الصحاح الاخمص ما دخل فی باطن القدم فلم یصب الارض والمراد اعتداله والا فهو غیر محمود ولم یکن خمصه مرتفعا جدا فافهم وفی حدیث هریرة ولیس الاخمص واذا وطی بقدمه وطی بکلها شفا۔ وهذا یوافق قوله مسیح القدمین۔

(۴) دور میشد ازاں قدمها آب یعنی انهما ملسان لیس فیهما وسخ والاشقاق ولا تکسر فاذا اصابهما لم یتعلق بهما وزال کذا فسره الهروی۔

الْمَآءَ اِذَا زَالَ زَالَ تَقَلُّعًا وَيَخْطُوْ تَكَفُّؤًا وَيَمْشِيْ هَوْنًا وَزَيْعُ الْمَشْيَةِ اِذَا مَشٰى كَاَنَّمَا يَحُطُّ مِنْ صَبَبٍ اِذَا الْتَفَتَ اِلْتَفَتَ جَمِيْعًا خَافِضُ الطَّرْفِ نَظْرُهٗ اِلَى الْاَرْضِ اَطْوَلُ مِنْ نَظْرِهٖ اِلَى السَّمَآءِ جُلُّ نَظْرِهِ الْمُلَاحَظَةُ يَسُوْقُ [۲] اَصْحَابَهٗ وَيَبْدَأُ مَنْ لَقِيَهٗ بِالسَّلَامِ قُلْتُ صِفْ لِيْ مَنْطِقَهٗ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَاصِلَ الْاَحْزَانِ دَائِمَ الْفِكْرَةِ لَيْسَتْ لَهٗ رَاحَةٌ وَلَا يَتَكَلَّمُ فِيْ غَيْرِ حَاجَةٍ

ایک متصل دھاری چلی جاتی تھی اور ان بالوں کے سوا ثدیین (وغیرہ) پر بال نہ تھے (البتہ دونوں[۱] بازو اور شانوں سینہ کے بالائی حصہ پر (مناسب مقدار سے) بال تھے' کلائیاں دراز تھیں' ہتھیلی فراخ تھی' کفین اور قدمین پر گوشت تھے (ہاتھ پاؤں کی) انگلیاں لمبی تھیں یا راوی نے بلند کہا ہے (کہ اس کا بھی وہی حاصل ہے) اعصاب آپ کے برابر تھے' آپ کے تلوے (قدرے) گہرے تھے (کہ چلنے میں زمین کو نہ لگتے) قدم مبارک ہموار اور ایسے صاف تھے کہ پانی ان پر سے (بالکل) ڈھل جاتا (یعنی میل کچیل خشونت وغیرہ سے پاک تھے چکنے ہونے سے پانی ان کو ذرا نہ لگا رہتا) جب چلنے کے لیے پاؤں اٹھاتے تو قوت سے پاؤں اکھڑتا تھا اور قدم اس طرح رکھتے کہ آگے کو جھک پڑتا اور تواضع کے ساتھ قدم بڑھا کر چلتے۔ چلنے میں ایسا معلوم ہوتا گویا (کسی بلندی سے) پستی میں اتر رہے ہیں' جب کسی (کروٹ کی) طرف (کی چیز) کو دیکھنا چاہتے تو پورے پھر کر دیکھتے (یعنی کن انکھیوں سے دیکھنے کی عادت نہ تھی) نگاہ نیچی رکھتے' آسمان کی طرف نگاہ کرنے کی نسبت زمین کی طرف آپ کی نگاہ زیادہ رہتی' عموماً عادت آپ کی گوشہ چشم سے دیکھنے کی تھی (مطلب یہ کہ غایت حیا سے پورا سر اٹھا کر نگاہ بھر کر نہ دیکھتے) اپنے اصحاب کو چلنے میں آگے کر دیتے جس سے ملتے خود ابتداء بسلام فرماتے پھر میں نے (یعنی امام حسن رضی اللہ عنہ نے ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے) کہا کہ آپ کی گفتگو کے متعلق مجھ سے بیان کیجئے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت (آخرت کے) غم میں اور ہمیشہ (امور آخرت کے) سوچ میں رہتے' کسی وقت آپ کو چین نہیں ہوتا تھا اور بلا ضرورت کلام نہ فرماتے تھے۔

---

(۱) ارید بالذراعین العضدان تسمیة للجزء باسم الکل۔

(۲) ای لم یکن یاذن احدًا ان یمشی خلفه ولکن یقدمهم ویمشی خلفهم تواضعًا (کذا قال الهروی)

طَوِيْلَ السُّكُوْتِ يَفْتَتِحُ الْكَلَامَ وَيَخْتِمُهٗ بِاَشْدَاقِهٖ وَيَتَكَلَّمُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ فَصْلاً لَا فُضُوْلَ فِيْهِ وَلَا تَقْصِيْرَ دَمِثًا لَيْسَ بِالْجَافِيْ وَلَا الْمُهِيْنِ (۱) يُعَظِّمُ النِّعْمَةَ وَاِنْ دَقَّتْ لَا يَذُمُّ مِنْهَا شَيْئًا غَيْرَ اَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ يَذُمُّ ذَوَاقًا (۲) وَلَا يَمْدَحُهٗ وَلَا يُقَامُ لِغَضَبِهٖ (۳) اِذَا تُعُرِّضَ لِلْحَقِّ بِشَيْئٍ حَتّٰى يَنْتَصِرَ لَهٗ وَلَا يَغْضَبُ لِنَفْسِهٖ وَلَا يَنْتَصِرُ لَهَا وَاِذَا اَشَارَ اَشَارَ بِكَفِّهٖ كُلِّهَا (۴) وَاِذَا تَعَجَّبَ قَلَّبَهَا وَاِذَا تَحَدَّثَ اِتَّصَلَ بِهَا (۵) فَضَرَبَ بِاِبْهَامِهِ الْيُمْنٰى رَاحَةَ الْيُسْرٰى وَاِذَا غَضِبَ اَعْرَضَ وَاَشَاحَ وَاِذَا فَرِحَ غَضَّ طَرْفَهٗ جُلُّ ضِحْكِهِ التَّبَسُّمُ وَيَفْتَرُّ عَنْ مِثْلِ حَبِّ الْغَمَامِ۔

آپ کا سکوت طویل ہوتا تھا۔ کلام کو شروع اور ختم منہ بھر کر فرماتے (یعنی گفتگو اول سے آخر تک نہایت صاف ہوتی) کلام جامع فرماتے (جس کے الفاظ مختصر ہوں مگر پر مغز ہوں) آپ کا کلام (حق و باطل میں) فیصل کن ہوتا جو نہ حشو و زائد ہوتا اور نہ تنگ ہوتا۔ آپ نرم مزاج تھے نہ مزاج میں سختی اور نہ مخاطب کی اہانت فرماتے۔ نعمت اگر قلیل بھی ہوتی تب بھی اس کی تعظیم فرماتے اور کسی نعمت کی مذمت نہ فرماتے مگر کھانے کی چیز کی مذمت اور مدح دونوں نہ فرماتے (مذمت تو اس لیے نہ فرماتے کہ وہ نعمت تھی اور مدح زیادہ اس لیے نہ فرماتے کہ اکثر اس کا سبب حرص اور طلب لذت ہوتی ہے) جب امر حق کی کوئی شخص ذرا مخالفت کرتا تو اس وقت آپ کے غصہ کی کوئی تاب نہ لا سکتا تھا جب تک کہ اس حق کو غالب نہ کر لیتے اور اپنے نفس کے لیے غضبناک نہ ہوتے تھے اور نہ نفس کے لیے انتقام لیتے اور (گفتگو کے وقت) جب آپ اشارہ کرتے تو پورے ہاتھ سے اشارہ کرتے اور جب کسی امر پر تعجب فرماتے تو ہاتھ کو لوٹتے اور جب آپ بات کرتے تو اس کو یعنی داہنے انگوٹھے کو بائیں ہتھیلی

---

(۱) بفتح المیم من المھانۃ ای الحقارۃ بضم المیم من الاھانۃ ای لا یھین احدا من الناس۔

(۲) بفتح الذال المعجمۃ المراد بہ المذوق المطعوم۔

(۳) یعنی کسے در حالت غضب او بجہت شفاعت نمی استاد چوں کسے بے آمد پیش او بجہت طلب حق تا آنکہ انصاف او میداد۔

(۴) قال ابن الاثیر اراد ان اشارتہ مختلفۃ فکان للتوحید والتشھد بالمسبحۃ ولغیرہ بالکف۔

(۵) اشار الی ان الباء فی بھا للتعدیۃ والی ان الضمیر فی بھا مبھم تفسیرہ قولہ بابھامہ والی ان اتصل تفسیرہ ضرب فافھم۔

سے متصل کرتے یعنی اس پر مارتے اور جب آپ کو غصہ آتا تو آپ ﷺ ادھر سے منہ پھیر لیتے اور کروٹ بدل لیتے اور جب خوش ہوتے تو نظر نیچی کر لیتے (یہ دونوں امر ناشی حیا سے ہیں) اکثر ہنسنا آپ کا تبسم ہوتا اور اس میں دندان مبارک جو ظاہر ہوتے تو ایسے معلوم ہوتے جیسے بارش کے اولے۔

(وصل دوم' آپ کے تقسیم اوقات و طرز معاشرت میں)

قَالَ الْحَسَنُ فَكَتَمْتُهَا عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ زَمَانًا ثُمَّ حَدَّثْتُهُ فَوَجَدْتُهُ قَدْ سَبَقَنِيْ اِلَيْهِ [1] فَسَاَلَ اَبَاهُ عَنْ مَدْخَلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَخْرَجِهِ وَمَجْلِسِهِ وَشَكْلِهِ فَلَمْ يَدَعْ [2] مِنْهُ شَيْئًا قَالَ الْحُسَيْنُ سَاَلْتُ اَبِيْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ دُخُوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ دُخُوْلُهُ لِنَفْسِهِ مَاذُوْنًا لَهُ فِيْ ذٰلِكَ [3] فَكَانَ اِذَا اَوٰى اِلٰى مَنْزِلِهِ جَزَّاَ دُخُوْلَهُ ثَلٰثَةَ اَجْزَاءٍ جُزْءً لِلّٰهِ تَعَالٰى وَجُزْءً لِاَهْلِهِ وَجُزْءً لِنَفْسِهِ ثُمَّ جَزَّاَ جُزْئَهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ

حضرت حسن ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک زمانہ تک حسین بن علی ؓ سے اس کو چھپائے رکھا پھر جو میں نے ان سے بیان کیا تو معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے پہلے اپنے والد سے رسول اللہ ﷺ کا گھر میں جانا' باہر آنا' نشست و برخاست' طرز طریق سب پوچھ چکے ہیں اور کوئی بات بھی (بے تحقیق کیے ہوئے) نہیں چھوڑی۔ غرض امام حسین ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد سے جناب رسول اللہ ﷺ کے گھر میں تشریف رکھنے کے متعلق پوچھا' انہوں نے فرمایا کہ آپ کا گھر میں اپنے ذاتی حوائج (طعام و منام وغیرہ) کے لیے تشریف لے جانا آپ اس باب میں (منجانب اللہ) ماذون تھے سو آپ اپنے گھر میں تشریف لاتے تو اپنے اندر رہنے کے وقت کو تین حصوں پر تقسیم فرماتے۔ ایک حصہ اللہ تعالیٰ (کی عبادت) کے لیے اور ایک حصہ اپنے گھر والوں (کے حقوق ادا کرنے) کے لیے

---

(1) ای الی الحدیث المشتمل علی الصفات۔

(2) ای مما سمعت من شمائله المذکورة یعنی وافق بیان علی و هند۔

(3) یعنی اذن پروردگار می طلبید برا نے حاجات خود اما برا نے حاجات دینی حاجت استیذان الٰہی هنود۔

النَّاسِ فَيَرُدُّ [1] ذٰلِكَ عَلَى الْعَامَّةِ بِالْخَاصَّةِ وَلَا يَدَّخِرُ عَنْهُمْ شَيْئًا وَكَانَتْ مِنْ سِيْرَتِهٖ فِيْ جُزْءِ الْاُمَّةِ اِيْثَارُ اَهْلِ الْفَضْلِ بِاِذْنِهٖ وَقِسْمَتُهٗ عَلٰى قَدْرِ فَضْلِهِمْ فِي الدِّيْنِ فَمِنْهُمْ ذُوالْحَاجَةِ وَمِنْهُمْ ذُوالْحَاجَتَيْنِ وَمِنْهُمْ ذُوالْحَوَائِجِ فَيَتَشَاغَلُ بِهِمْ وَيَشْغَلُهُمْ فِيْمَا اَصْلَحَهُمْ وَالْاُمَّةَ مِنْ مَّسْأَلَتِهٖ عَنْهُمْ وَاِخْبَارُهُمْ بِالَّذِيْ يَنْبَغِيْ لَهُمْ وَيَقُوْلُ لِيُبَلِّغَ الشَّاهِدُ مِنْكُمْ

(جیسے ان سے ہنسنا بولنا) اور ایک حصہ اپنے نفس (کی راحت) کے لیے پھر اپنے حصہ کو اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم فرما دیتے (یعنی اس میں سے بھی بہت سا وقت امت کے کام میں صرف فرماتے) اور اس حصہ وقت کو خاص اصحاب کے واسطے سے عام لوگوں کے کام میں لگا دیتے (یعنی اس حصہ میں عام لوگ تو نہیں آسکتے تھے مگر خواص حاضر ہوتے اور دین کی باتیں سن کر عوام کو پہنچاتے اس طرح سے عام لوگ بھی ان منافع میں شریک ہو جاتے) اور لوگوں سے کسی چیز کا اخفاء نہ فرماتے (یعنی نہ احکام دینیہ کا اور نہ متاع دنیوی کا بلکہ ہر طرح کا نفع بلا دریغ پہنچاتے) اور اس حصہ امت میں آپ کا طرز یہ تھا کہ اہل فضل (یعنی اہل علم و عمل) کو آپ اس امر میں اوروں پر ترجیح دیتے کہ ان کو حاضر ہونے کی اجازت دیتے اور اس وقت کو ان لوگوں پر بقدر ان کے فضیلت دینیہ کے تقسیم فرماتے سو ان میں سے کسی کو ایک ضرورت ہوتی کسی کو دو ضرورتیں ہوتیں کسی کو زیادہ ضرورتیں ہوتیں سو ان کی حاجت میں مشغول ہوتے اور ان کو ایسے شغل میں لگاتے جس میں ان کی اور بقیہ امت کی اصلاح ہو وہ شغل یہ کہ وہ لوگ آپ سے پوچھتے اور ان کے مناسب حال امور کی ان کو اطلاع دیتے۔ اور آپ یہ فرمایا کرتے کہ جو تم میں حاضر ہے وہ غیر حاضر کو بھی خبر کر دیا کرے۔

الْغَآئِبَ وَاَبْلِغُوْنِيْ حَاجَةَ مَنْ لَّا يَسْتَطِيْعُ اِبْلَاغِيْ حَاجَتَهٗ فَاِنَّهٗ مَنْ اَبْلَغَ سُلْطَانًا حَاجَةَ مَنْ لَّا

اور (یہ بھی فرماتے کہ) جو شخص اپنی حاجت مجھ تک (کسی وجہ سے مثلاً پردہ یا ضعف یا بعد وغیرہ ذالک) نہ پہنچا سکے تم لوگ اس کی حاجت مجھ تک پہنچا دیا کرو

---

(۱) قال ابن الاثیر اراد ان العامة لا تصل الیه فی هذا الوقت فكانت الخاصة تخبر العامة بما سمعت منه فكانه اوصل الفوائد الى العامة بسبب الخاصة وقيل ان الباء بمعنى عن اى جعل وقت العامة بعد وقت الخاصة بدلا منهم۔

يَسْتَطِيْعُ اِبْلاَغَهَا ثَبَّتَ اللّٰهُ قَدَمَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى الصِّرَاطِ لاَ يُذْكَرُ عِنْدَهٗ اِلاَّ ذٰلِكَ وَلاَ يَقْبَلُ مِنْ اَحَدٍ غَيْرَهٗ وَفِيْ حَدِيْثِ سُفْيَانَ بْنِ وَكِيْعٍ قَالَ عَلِيٌّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ يَدْخُلُوْنَ رُوَّادًا [1] وَلاَ يَنْصَرِفُوْنَ عَنْهُ اِلاَّ عَنْ ذَوَاقٍ [2] وَيَخْرُجُوْنَ اَدِلَّةً يَعْنِىْ فُقَهَآءَ قُلْتُ فَاَخْبِرْنِىْ عَنْ مَخْرَجِهٖ كَيْفَ يَصْنَعُ فِيْهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْزُنُ لِسَانَهٗ اِلاَّ مِمَّا يَعْنِيْهِمْ

کیونکہ جو شخص ایسے شخص کی حاجت کسی ذی اختیار تک پہنچا دے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کو پل صراط پر ثابت قدم رکھے گا۔ حضور ﷺ کی خدمت میں انہی باتوں کا ذکر ہوتا تھا اور اس کے خلاف دوسری بات کو قبول نہ فرماتے (مطلب یہ کہ لوگوں کے حوائج و منافع کے سوا دوسری لایعنی یا مضر باتوں کی سماعت بھی نہ فرماتے) اور سفیان بن وکیع کی حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی ہے کہ لوگ آپ کے پاس طالب ہو کر آتے اور کچھ نہ کچھ کھا کر واپس ہوتے (یعنی آپ علاوہ نفع علمی کے کچھ نہ کچھ کھلاتے تھے) اور ہادی یعنی فقیہ ہو کر آپ کے پاس سے باہر نکلتے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے (اپنے والد سے) عرض کیا کہ آپ کے باہر تشریف رکھنے کے حالات بھی مجھ سے بیان کیجئے کہ اس وقت میں کیا کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ آپ اپنی زبان کو لایعنی باتوں سے محفوظ رکھتے تھے۔

وَيُؤَلِّفُهُمْ وَلاَ يُفَرِّقُهُمْ وَيُكْرِمُ كَرِيْمَ كُلِّ قَوْمٍ وَّيُوَلِّيْهِ عَلَيْهِمْ وَيُحَذِّرُ النَّاسَ وَيَحْتَرِسُ مِنْهُمْ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّطْوِىَ عَنْ اَحَدٍ بِشْرَهٗ وَخُلُقَهٗ وَيَتَفَقَّدُ اَصْحَابَهٗ وَيَسْأَلُ النَّاسَ عَمَّا فِى النَّاسِ

اور لوگوں کی تالیف قلب فرماتے تھے اور ان میں تفریق نہ ہونے دیتے تھے اور ہر قوم کے آبرودار آدمی کی آبرو کرتے تھے اور ایسے آدمی کو اس قوم پر سردار مقرر فرما دیتے تھے اور لوگوں کو (امور مضرہ سے) حذر رکھنے کی تاکید فرماتے رہتے تھے اور ان (کے شر) سے اپنا بھی بچاؤ رکھتے تھے مگر کسی شخص سے

---

(۱) یعنی در می آمدند صحابہ در مجلس پیغمبر دراں حالت کہ طالب و محتاج علم بودند ہمچوں احتیاج ایشاں بطعام و متفرق نمیشدند مگر از چشیدن علم یا گویم کہ با تعلم علم میخوردند شراب بالطعام و بیروں می آمدند بالفقہ والسلام۔

وَيُحَسِّنُ الْحَسَنَ وَيُصَوِّبُهٗ وَيُقَبِّحُ الْقَبِيْحَ وَيُوَهِّنُهٗ مُعْتَدِلُ الْاَمْرِ غَيْرُ مُخْتَلِفٍ لَا يَغْفَلُ مَخَافَةَ اَنْ يَغْفُلُوْا اَوْ يَمَلُّوْا لِكُلِّ حَالٍ عِنْدَهٗ عَتَادٌ [1] لَا يَقْصُرُ عَنِ الْحَقِّ وَلَا يُجَاوِزُهٗ اِلٰى غَيْرِهٖ اَلَّذِيْنَ يَلُوْنَهٗ مِنَ النَّاسِ خِيَارُهُمْ اَفْضَلُهُمْ عِنْدَهٗ اَعَمُّهُمْ نَصِيْحَةً وَّاَعْظَمُهُمْ عِنْدَهٗ مَنْزِلَةً اَحْسَنُهُمْ مُوَاسَاةً وَّمُوَازَرَةً۔

کشادہ روی اور خوش خوئی میں کمی نہ کرتے تھے' اپنے ملنے والوں کی حالت کا استفسار رکھتے تھے اور لوگوں میں جو واقعات ہوتے تھے آپ ان کو پوچھتے رہتے (تاکہ مظلوم کی نصرت اور مفسدوں کا انسداد ہو سکے) اور اچھی بات کی تحسین اور تصویب اور بری بات کی تقبیح اور تحقیر فرماتے' آپ کا ہر معمول نہایت اعتدال کے ساتھ ہوتا تھا اس میں بے انتظامی نہیں ہوتی تھی (کہ کبھی کسی طرح کر لیا کبھی کسی طرح کر لیا لوگوں کی تعلیم مصلحت سے) غفلت نہ فرماتے بوجہ اس احتمال کے کہ (اگر ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے تو بعض تو خود دین سے) غافل ہو جائیں گے یا (بعض امور دین میں اعتدال سے زیادہ مشغول ہو کر دین سے) اکتا جائیں گے ہر حالت کا آپ کے یہاں ایک خاص انتظام تھا (بندھا ہوا قاعدہ تھا) حق سے کبھی کوتاہی نہ کرتے اور ناحق کی طرف کبھی تجاوز کر کے نہ جاتے' لوگوں میں سے آپ کے مقرب بہترین لوگ ہوتے۔ سب میں افضل آپ کے نزدیک وہ شخص ہوتا جو عام طور سے سب کا خیر خواہ ہوتا اور سب سے بڑا رتبہ اس شخص کا ہوتا جو لوگوں کی غمخواری و اعانت بخوبی کرتا۔

فَسَاَلْتُهٗ عَنْ مَجْلِسِهٖ عَمَّا كَانَ يَصْنَعُ فِيْهِ فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَجْلِسُ وَلَا يَقُوْمُ اِلَّا عَلٰى ذِكْرٍ وَلَا يُوَطِّنُ الْاَمَاكِنَ وَيَنْهٰى [2]

پھر میں نے ان سے آپ کی مجلس کے بارہ میں پوچھا کہ اس میں آپ کا کیا معمول تھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا بیٹھنا اور اٹھنا سب ذکر اللہ کے ساتھ ہوتا اور اپنے لیے کوئی جگہ بیٹھنے کی (ایسی) معین نہ فرماتے (کہ خواہ مخواہ اسی جگہ بیٹھیں اور اگر اور

---

(۱) بفتح عین مهمله وتاء مثناة فوقانيه وآخره دال مهملة اى يصلح كل ما يقع من الامور۔

(۲) قال النووى انما ورد النهى عن ايطان موضع فى المسجد لخوف الرياء والا فلا بأس بملازمة الصلوٰة فى موضع معين من البيت لحديث عسان بن مالك۔

عَنْ اِيْطَانِهَا وَاِذَا انْتَهٰى اِلَى الْقَوْمِ جَلَسَ حَيْثُ يَنْتَهِىْ بِهِ الْمَجْلِسُ وَيَاْمُرُ بِذٰلِكَ وَيُعْطِىْ كُلَّ جُلَسَآئِهٖ نَصِيْبَهٗ حَتّٰى لَا يَحْسَبُ جَلِيْسُهٗ اَنَّ اَحَدًا اَكْرَمُ عَلَيْهِ مِنْهُ مَنْ جَالَسَهٗ اَوْ قَاوَمَهٗ لِحَاجَةٍ صَابَرَهٗ حَتّٰى يَكُوْنَ هُوَ الْمُنْصَرِفُ مَنْ سَاَلَهٗ حَاجَةً لَمْ يَرُدَّهٗ اِلَّا بِهَا اَوْ بِمَيْسُوْرٍ مِنَ الْقَوْلِ قَدْ وَسِعَ النَّاسَ بَسْطُهٗ وَخُلُقُهٗ فَصَارَ لَهُمْ اَبًا	کوئی بیٹھ جائے تو اس کو اٹھادیں) اور دوسروں کو بھی (اس طرح) جگہ معین کرنے سے منع فرماتے اور جب کسی مجمع میں تشریف لے جاتے تو جس جگہ مجلس ختم ہوتی وہاں ہی بیٹھ جاتے اور دوسروں کو بھی یہی حکم فرماتے اور اپنے جلیسوں میں سے ہر شخص کو اس کا حصہ (اپنے خطاب و توجہ سے) دیتے (یعنی سب پر جدا جدا متوجہ ہو کر خطاب فرماتے) یہاں تک کہ آپ کا ہر جلیس یوں سمجھتا کہ مجھ سے زیادہ آپ کو کسی کی خاطر عزیز نہیں۔ جو شخص کسی ضرورت کے لیے آپ کو لے کر بیٹھ جاتا یا کھڑا رکھتا تو جب تک وہی شخص نہ ہٹ جاتا آپ اس کے ساتھ مقید رہتے۔ جو

شخص آپ سے کچھ حاجت چاہتا تو بدون اس کے کہ اس کی حاجت پوری فرماتے یا نرمی سے جواب دیتے اس کو واپس نہ کرتے۔ آپ ﷺ کی کشادہ روئی اور خوش خوئی تمام لوگوں کے لیے عام تھی گویا بجائے ان کے باپ کے ہو گئے تھے۔

وَصَارُوْا عِنْدَهٗ فِى الْحَقِّ مُتَقَارِبِيْنَ مُتَفَاضِلِيْنَ فِيْهِ بِالتَّقْوٰى وَفِىْ رِوَايَةٍ اُخْرٰى صَارُوْا عِنْدَهٗ فِى الْحَقِّ سَوَاءً مَجْلِسُهٗ مَجْلِسُ حِلْمٍ وَّعِلْمٍ وَّحَيَاءٍ وَّصَبْرٍ وَّاَمَانَةٍ لَا تُرْفَعُ فِيْهِ الْاَصْوَاتُ وَلَا تُؤْبَنُ [1] فِيْهِ الْحُرَمُ وَلَا تُنْثٰى فِيْهِ فَلَتَاتُهٗ [2]	اور تمام لوگ آپ کے نزدیک حق میں (فی نفسہ) مساوی تھے (البتہ) تقویٰ کی وجہ سے متفاوت تھے (یعنی تقویٰ کی زیادتی سے تو ایک کو دوسرے پر ترجیح دیتے تھے اور امور میں سب باہم متساوی تھے) اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ حق میں سب آپ کے نزدیک برابر تھے۔ آپ کی مجلس حلم اور علم اور حیا اور صبر اور امانت کی مجلس ہوتی تھی اس میں آوازیں بلند نہ کی جاتی تھیں اور کسی کی حرمت پر

---

(۱) ابینت الرجل اذا رمیته نحلة سوء فهو مابون ای مفعول فی دبره والمراد تذکر فیه الامور المحرمة یقال فلان یوبن بکذا ای یذکر بقبیح۔

(۲) ای هفواته وزلاته والضمیر للقائل ای لم یکن فی مجلسه فلتة وان کانت من احد سترت۔

يَتَعَاطَفُوْنَ بِالتَّقْوٰى مُتَوَاضِعِيْنَ يُوَقِّرُوْنَ فِيْهِ الْكَبِيْرَ وَيَرْحَمُوْنَ الصَّغِيْرَ وَيَرْفِدُوْنَ ذَاالْحَاجَةِ وَيَرْحَمُوْنَ الْغَرِيْبَ فَسَاَلْتُهٗ عَنْ سِيْرَتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جُلَسَائِهٖ فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَائِمَ الْبِشْرِ سَهْلَ الْخُلُقِ لَيِّنَ الْجَانِبِ لَيْسَ بِفَظٍّ وَّلَا غَلِيْظٍ وَّلَا صَخَّابٍ وَّلَا فَحَّاشٍ وَّلَا عَيَّابٍ [1] وَّلَا مَدَّاحٍ يَتَغَافَلُ عَمَّا لَا يَشْتَهِيْ وَلَا يُؤْيِسُ مِنْهُ قَدْ تَرَكَ نَفْسَهٗ عَنْ ثَلَاثٍ اَلرِّيَاءِ وَالْاِكْثَارِ وَمَا لَا يَعْنِيْهِ وَتَرَكَ النَّاسَ عَنْ ثَلَاثٍ كَانَ لَا يَذُمُّ اَحَدًا وَّلَا يُعَيِّرُهٗ وَلَا يَطْلُبُ عَوْرَتَهٗ وَلَا يَتَكَلَّمُ اِلَّا فِيْمَا يَرْجُوْ ثَوَابَهٗ وَاِذَا تَكَلَّمَ اَطْرَقَ جُلَسَائُهٗ كَاَنَّمَا عَلٰى رُؤُوْسِهِمُ الطَّيْرُ وَاِذَا سَكَتَ تَكَلَّمُوْا لَا يَتَنَازَعُوْنَ عِنْدَهُ الْحَدِيْثَ مَنْ تَكَلَّمَ عِنْدَهٗ اَنْصَتُوْا لَهٗ حَتّٰى يَفْرُغَ حَدِيْثُهُمْ حَدِيْثُ اَوَّلِهِمْ

کوئی داغ نہ لگایا جاتا تھا اور کسی کی غلطیوں کی اشاعت نہ کی جاتی تھی۔ آپ کے اہل مجلس ایک دوسرے کی طرف تقویٰ کے سبب متواضعانہ مائل ہوتے تھے' اس میں بڑوں کی توقیر کرتے تھے اور چھوٹوں پر مہربانی کرتے تھے اور صاحب حاجت کی اعانت کرتے تھے اور بے وطن پر رحم کرتے تھے پھر میں نے ان سے آپ کی سیرت اپنے اہل مجلس کے ساتھ دریافت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ہمہ وقت کشادہ رو رہتے' نرم اخلاق تھے' آسانی سے موافق ہو جاتے تھے۔ نہ سخت خو تھے نہ درشت گو تھے' نہ چلا کر بولتے اور نہ نامناسب بات فرماتے' نہ کسی کا عیب بیان رکھتے اور نہ (مبالغہ کے ساتھ) کسی کی مدح فرماتے جو بات (یعنی خواہش کسی شخص کی) آپ کی طبیعت کے خلاف ہوتی اس سے تغافل فرما جاتے (یعنی اس پر گرفت نہ فرماتے) اور (تصریحاً) اس سے مایوس (بھی) نہ فرماتے (بلکہ خاموش ہو جاتے) آپ ﷺ نے تین چیزوں سے تو اپنے کو بچا رکھا تھا۔ ریا سے اور کثرت کلام سے اور بے سود بات سے اور تین چیزوں سے دوسرے آدمیوں کو بچا رکھا تھا۔ کسی کی مذمت نہ فرماتے' کسی کو عار نہ دلاتے اور نہ کسی کا عیب تلاش کرتے اور وہی کلام فرماتے جس میں امید ثواب کی ہوتی اور جب آپ کلام فرماتے تھے آپ کے تمام جلیس اس طرح سر جھکا کر بیٹھ جاتے جیسے ان کے سروں پر پرندے آکر بیٹھ گئے ہوں اور جب آپ ساکت ہوتے تب وہ لوگ

بولتے۔ آپ کے سامنے کسی بات میں نزاع نہ کرتے۔ آپ کے پاس جو شخص بولتا اس کے فارغ ہونے تک سب خاموش رہتے (یعنی بات کے بیچ میں کوئی نہ بولتا) اہل مجلس (میں سے ہر شخص) کی بات ایسی ہی ہوتی ہے جیسے سب میں پہلے شخص کی بات تھی (یعنی کسی کے کلام کی بے قدری نہ کی جاتی)

يَضْحَكُ مِمَّا يَضْحَكُوْنَ وَيَتَعَجَّبُ مِمَّا يَعْجَبُوْنَ وَيَصْبِرُ لِلْغَرِيْبِ عَلَى الْجَفْوَةِ فِي الْمَنْطِقِ وَيَقُوْلُ اِذَا رَاَيْتُمْ صَاحِبَ الْحَاجَةِ يَطْلُبُهَا فَارْفِدُوْهُ وَلَا يَطْلُبُ الثَّنَاءَ اِلَّا مِنْ مُّكَافِئٍ وَلَا يَقْطَعُ عَلٰى اَحَدٍ حَدِيْثَهٗ حَتّٰى يَتَجَوَّزَهٗ فَيَقْطَعُهٗ بِاِنْتِهَاءٍ اَوْ قِيَامٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ قُلْتُ كَيْفَ كَانَ سُكُوْتُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ سُكُوْتُهٗ عَلٰى اَرْبَعٍ عَلَى الْحِلْمِ وَالْحَذَرِ وَالتَّقْدِيْرِ وَالتَّفَكُّرِ فَاَمَّا تَقْدِيْرُهٗ فَفِيْ تَسْوِيَةِ النَّظْرِ وَالْاِسْتِمَاعِ بَيْنَ النَّاسِ وَاَمَّا تَفَكُّرُهٗ فَفِيْمَا يَبْقٰى وَيَفْنٰى وَجُمِعَ لَهُ الْحِلْمُ فِي الصَّبْرِ فَكَانَ لَا يُغْضِبُهٗ شَيْئٌ يَسْتَفِزُّهٗ وَجُمِعَ لَهٗ فِي الْحَذَرِ اَرْبَعٌ اَخْذُهٗ بِالْحَسَنِ لِيُقْتَدٰى بِهٖ وَتَرْكُهُ الْقَبِيْحَ لِيُنْتَهٰى عَنْهُ

جس بات سے سب ہنستے آپ بھی ہنستے' جس سے سب تعجب کرتے آپ بھی تعجب فرماتے (یعنی حد اباحت تک اپنے جلیسوں کے ساتھ شریک رہتے) اور پردیسی آدمی کی بے تمیزی کی گفتگو پر تحمل فرماتے اور فرمایا کرتے کہ جب کسی صاحب حاجت کو طلب حاجت میں دیکھو تو اس کی اعانت کرو اور کوئی آپ کی ثنا کرتا تو آپ اس کو جائز نہ رکھتے البتہ اگر کوئی (احسان کی) مکافات کے طور پر کرتا تو خیر (بوجہ مشروع ہونے اس ثناء کے بشرط عدم تجاوز حد کے اس کو گوارا فرما لیتے) اور کسی کی بات کو نہ کاٹتے یہاں تک کہ وہ حد سے بڑھنے لگتا اس وقت اس کو ختم کرا دینے سے یا اُٹھ کھڑے ہو جانے سے قطع فرما دیتے اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے کہا کہ آپ کا سکوت کس کیفیت کا تھا؟ انہوں نے کہا کہ آپ کا سکوت چار امر پر مشتمل ہوتا تھا۔ حلم اور بیدار مغزی اور انداز کی رعایت اور فکر (آگے ہر ایک کا بیان ہے) سو انداز کی رعایت تو یہ کہ حاضرین کی طرف نظر کرنے میں اور ان کی عرض معروض سننے میں برابری فرماتے تھے اور فکر باقی اور فانی میں فرماتے تھے (یعنی دنیا کے فنا اور عقبیٰ کے بقا کو سوچا کرتے) اور حلم آپ کا صبر یعنی ضبط کے ساتھ جمع کر دیا گیا تھا (آگے اس ضبط کا بیان ہے) سو

وَاجْتِهَادُ الرَّاْیِ بِمَا اَصْلَحَ اُمَّتَهٗ وَالْقِیَامُ لَهُمْ بِمَا جَمَعَ لَهُمْ اَمْرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ۔	آپ کو کوئی چیز ایسا غضبناک نہ کرتی تھی کہ آپ کو ازجارفتہ کردے اور بیدار مغزی آپ کی چار امر کی جامع ہوتی تھی۔ ایک نیک بات کو اختیار کرنا تاکہ

اور لوگ آپ کا اقتداء کریں۔ دوسرے بری بات کو ترک کرنا تاکہ اور لوگ بھی باز رہیں۔ تیسرے رائے کو ان امور میں صرف کرنا جو آپ کی امت کے لیے مصلحت ہو۔ چوتھے امت کے لیے ان امور کا اہتمام کرنا جن میں ان کی دنیا اور آخرت دونوں کے کاموں کی درستی ہو۔

(وصل سوم، تتمہ وصل اول میں)

اِعْلَمْ اَنَّ مِثْلَ هٰذِهِ الشَّمَائِلِ وَرَدَ فِیْ اَحَادِیْثَ شَتّٰی عَنْ اَنَسٍ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ وَبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ وَعَائِشَةَ وَاَبِیْ جُحَیْفَةَ وَجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ وَاُمِّ مَعْبَدٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَمُعَرِّضِ [1] بْنِ مُعَیْقِیْبٍ وَاَبِی الطُّفَیْلِ وَعَدَّاءِ بْنِ خَالِدٍ وَخُرَیْمِ بْنِ فَاتِكٍ وَحَكِیْمِ بْنِ حِزَامٍ وَلْنَحْتَسِبْ بِذِكْرِ نُبَذٍ مِّنْهَا اَیْضًا فَقَالُوْا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَزْهَرَ اللَّوْنِ اَدْعَجَ اَنْجَلَ اَشْكَلَ اَهْدَبَ الْاَشْفَارِ اَبْلَجَ اَزَجَّ اَقْنٰی اَفْلَجَ مُدَوَّرَ الْوَجْهِ	جاننا چاہیے کہ اسی طرح کے شمائل متفرق احادیث میں ان حضرات سے وارد ہوئے ہیں۔ حضرت انس، حضرت ابوہریرہ، حضرت براء بن عازب، حضرت عائشہ، حضرت ابو جحیفہ، حضرت جابر بن سمرہ، حضرت ام معبد، حضرت ابن عباس، حضرت معرض بن معیقیب، حضرت ابو الطفیل، حضرت عداء بن خالد، حضرت خریم بن فاتک، حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ہم بھی ثواب حاصل کرنے کی غرض سے مختصر سا اس میں سے ذکر کرتے ہیں پس ان سب حضرات نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کا رنگ مبارک چمکتا ہوا تھا، آپ کی پتلی نہایت سیاہ تھی بڑی بڑی آنکھیں تھیں، آنکھوں میں سرخ ڈورے تھے، مژگانیں آپ کی دراز تھیں، دونوں ابروؤں کے درمیان قدرے کشادگی تھی، ابرو خمدار تھی، بینی مبارک بلند تھی، دندان

---

[1] وقال صاحب القاموس والصواب معیقیب بن معرض۔

كَاَنَّهٗ قِطْعَةُ قَمَرٍ كَثُّ اللِّحْيَةِ تَمْلَاءُ صَدْرُهٗ سَوَاءَ الْبَطْنِ وَالصَّدْرِ وَاسِعَ الصَّدْرِ عَظِيْمَ الْمَنْكِبَيْنِ ضَخْمَ الْعِظَامِ عَبْلَ الذِّرَاعَيْنِ وَالْعَضُدَيْنِ وَالْاَسَافِلِ رَحْبَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ دَقِيْقَ الْمَسْرُبَةِ رَبْعَةَ الْقَدِ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَآئِنِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ الْمُتَرَدِّدِ وَلَمْ يَكُنْ يُمَاشِيْهِ اَحَدٌ يُنْسَبُ اِلَى الطُّوْلِ رَجِلَ الشَّعْرِ وَاِذَا افْتَرَ ضَاحِكًا اِفْتَرَّ عَنْ مِثْلِ سَنَا الْبَرْقِ وَعَنْ مِثْلِ حَبِّ الْغَمَامِ وَاِذَا تَكَلَّمَ رُاِىَ كَالنُّوْرِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ ثَنَايَاهُ اَحْسَنَ النَّاسِ عُنُقًا لَيْسَ بِمُطَهَّمٍ وَّلَا مُكَلْثَمٍ مُتَمَاسِكَ الْبَدَنِ ضَرِبَ اللَّحْمِ وَفِيْ رِوَايَاتٍ اُخَرَ سَجَرَ الْعَيْنِ ضَخْمَ الْمُشَاشِ اِذَا وَطِئَ بِقَدَمِهٖ وَطِئَ بِكُلِّهَا لَيْسَ لَهٗ اَخْمَصُ هٰذَا كُلُّهٗ خُلَاصَةُ مَا فِى الشِّفَاءِ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ فِيْ شَمَائِلِهٖ عَنْ اَنَسٍ كَانَ حَبِيْبُنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَثْنَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ ضَخْمَ الرَّأْسِ ضَخْمَ الْكَرَادِيْسِ لَمْ يَكُنْ

مبارک میں کچھ ریخیں تھیں (یعنی بالکل اوپر تلے چڑھے ہوئے نہ تھے) چہرۂ مبارک گول تھا جیسا چاند کا ٹکڑا' ریش مبارک گنجان تھی کہ سینہ مبارک کو بھر دیتی تھی' شکم اور سینہ ہموار تھا' سینہ چوڑا تھا' دونوں شانے کلاں تھے' استخواں بھاری تھیں' دونوں کلائیاں اور بازو اور اسفل بدن (ساق وغیرہ) بھرے ہوئے تھے' دونوں کف دست اور قدم کشادہ تھے' سینہ سے ناف تک بالوں کا ایک باریک خط تھا' قد مبارک میانہ تھا نہ تو زیادہ دراز اور نہ بہت کوتاہ کہ اعضا ایک دوسرے میں دھسے ہوئے ہوں اور رفتار میں کوئی آپ کے ساتھ نہ رہ سکتا تھا (یعنی رفتار میں ایک گونہ سرعت تھے مگر بے تکلف) آپ کا قامت قدرے درازی کی طرف نسبت کیا جاتا تھا (یعنی طویل تو نہ تھے مگر دیکھنے میں قد اونچا معلوم ہوتا تھا) بال قدرے بل دار تھے' جب ہنستے میں دندان مبارک ظاہر ہوتے تو جیسے برق کی روشنی نمودار ہوتی ہے اور جیسے اولے بارش کے ہوتے ہیں' جب آپ کلام فرماتے تو سامنے کے دانتوں کے بیچ میں سے ایک نور سا نکلتا معلوم ہوتا تھا' گردن نہایت خوبصورت تھی' چہرۂ مبارک پھولا ہوا نہ تھا اور نہ بالکل گول تھا (بلکہ مائل بتدویر تھا) بدن گٹھا ہوا' گوشت ہلکا تھا اور دوسری روایتوں میں ہے کہ آنکھوں میں سفیدی کے ساتھ سرخی تھی' جوڑ بند کلاں تھے' جب زمین پر پاؤں رکھتے تو پورا پاؤں رکھتے تھے' تلوے میں زیادہ گڑھا نہ تھا۔ یہ تمام کتاب شفا کے مضمون کا خلاصہ ہے۔ اور

بِالطَّوِیْلِ الْمُمَغَّطِ وَلَا بِالْقَصِیْرِ الْمُتَرَدِّدِ کَانَ فِیْ وَجْهِهٖ تَدْوِیْرٌ اَبْیَضُ مُشْرَبٌ اَدْعَجُ الْعَیْنَیْنِ اَهْدَبُ الْاَشْفَارِ جَلِیْلُ الْمُشَاشِ وَالْکَتَدِ اَجْرَدُ ذُوْ مَسْرُبَةٍ اِذَا الْتَفَتَ اِلْتَفَتَ مَعًا بَیْنَ کَتِفَیْهِ وَفِیْ رِوَایَةِ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ کَانَ ضَلِیْعَ الْفَمِ مَنْهُوْسَ الْعَقِبِ اَشْکَلَ الْعَیْنَیْنِ اِذَا نَظَرْتَ اِلَیْهِ قُلْتَ اَکْحَلُ الْعَیْنَیْنِ وَلَیْسَ بِاَکْحَلَ اَیْ لَیْسَ بِمُکْتَحِلٍ وَقَالَ اَبُو الطُّفَیْلِ اللَّیْثِیُّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ کَانَ اَبْیَضَ مَلِیْحًا مُقْتَصِدًا عَنْ اَنَسٍ کَانَ رَبْعَةً حَسَنَ الْجِسْمِ اَسْمَرَ اللَّوْنِ عَظِیْمَ الْجُمَّةِ اِلٰی شَحْمَةِ اُذُنَیْهِ عَلَیْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ وَرُوِیَ فِی الشَّمَآئِلِ لِلتِّرْمِذِیِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ لَمْ یَکُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالطَّوِیْلِ الْبَآئِنِ وَلَا بِالْقَصِیْرِ وَلَا بِالْاَبْیَضِ الْاَمْهَقِ وَلَا بِالْاٰدَمِ وَلَا بِالْجَعْدِ الْقَطِطِ وَلَا بِالسَّبِطِ بَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی رَاْسِ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً فَاَقَامَ بِمَکَّةَ عَشَرَ

ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شمائل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کف دست اور دونوں قدم پرگوشت تھے' سر مبارک کلاں تھا' جوڑ کی ہڈیاں بڑی تھیں' نہ تو بہت طویل القامت تھے اور نہ کوتاہ قامت تھے کہ بدن کا گوشت ایک دوسرے میں دھساہوا ہو' آپ کے چہرۂ مبارک میں ایک گونہ گولائی تھی' رنگ گورا تھا اس میں سرخی دمکتی تھی۔ سیاہ آنکھیں تھیں' مژگاں دراز تھیں' شانے کی ہڈیاں اور شانے بڑے بڑے تھے' بدن مبارک بے مو تھا (یعنی بدن بھر پر بال نہ تھے البتہ) سینہ سے ناف تک بالوں کی باریک دھاری تھی۔ جب کسی (کروٹ کی) طرف (کی چیز) کو دیکھنا چاہتے تو پورا پھر کر دیکھتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ خاتم النبیین تھے اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ کا دہن مبارک (اعتدال کے ساتھ) فراخ تھا۔ ایڑیوں کا گوشت ہلکا تھا' آنکھوں میں سرخ ڈورے تھے جب آپ کی طرف نظر کرو تو یوں سمجھو کہ آپ کی آنکھوں میں سرمہ پڑا ہے حالانکہ سرمہ پڑا نہ ہوتا تھا اور حضرت ابو الطفیل لیثی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ آپ گورے ملیح میانہ قد تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میانہ قامت خوش اندام گندمی رنگ تھے' موئے سر دراز تھے بُنِ گوش تک' آپ پر ایک سرخ (دھاری دار) جوڑا تھا اور شمائل ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

سِنِيْنَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ثَلٰثَ عَشَرَةَ يُوْحٰى اِلَيْهِ وَبِالْمَدِيْنَةِ عَشَرَ سِنِيْنَ فَتَوَفَّاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى رَأْسِ سِتِّيْنَ سَنَةً وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَّسِتِّيْنَ سَنَةً وَقَالَ الْبُخَارِيُّ ثَلٰثٍ وَّسِتِّيْنَ اَكْثَرُ اَيْ فِي الرِّوَايَةِ وَلَيْسَ فِيْ رَأْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ عِشْرُوْنَ شَعْرَةً بَيْضَآءَ وَقَالَ الْمُحَقِّقُوْنَ اِنَّ الشُّعُوْرَ الْاَبْيَضَ فِيْ رَأْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ كَانَ سَبْعَةَ عَشَرَ وَقَالَ جَابِرُ بْنُ سَمُرَةَ رَاَيْتُ الْخَاتَمَ بَيْنَ كَتِفَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُدَّةً حَمْرَآءَ مِثْلَ بَيْضَةِ الْحَمَامِ وَعَنِ السَّآئِبِ بْنِ يَزِيْدَ مِثْلُ زِرِّ الْحِجْلَةِ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ اَخْطَبَ الْاَنْصَارِيِّ شَعَرَاتٌ مُّجْتَمِعَةٌ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ كَانَ فِيْ ظَهْرِهٖ بِضْعَةٌ نَّاشِزَةٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ مِثْلُ الْجُمْعِ حَوْلَهَا خِيْلَانٌ كَاَنَّهَا ثَآلِيْلُ۔

کہ رسول اللہ ﷺ نہ بہت دراز تھے اور نہ کوتاہ قامت تھے اور نہ بالکل گورے بھبوکا تھے اور نہ سانولے تھے اور موئے مبارک آپ کے نہ بالکل خمدار تھے اور نہ بالکل سیدھے (بلکہ کچھ بلدار تھے) اللہ تعالیٰ نے آپ کو چالیس برس کے ختم پر نبی بنایا پھر مکہ میں دس برس مقیم رہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول پر تیرہ برس رہے کہ آپ پر وحی ہوتی تھی (دس برس کی روایت میں کسر کو حساب میں نہیں لیا پس دونوں روایتیں متطابق ہیں) اور مدینہ میں دس سال رہے۔ پھر ساٹھ سال کی عمر میں اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول پر تریسٹھ سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دی اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تریسٹھ سال کی روایتیں زیادہ ہیں اور (باوجود اتنی عمر کے) آپ کے سر اور ریش مبارک میں سفید بال بیس بھی نہ تھے اور محققین نے کہا ہے کہ آپ کے سر اور داڑھی میں سفید بال کل سترہ تھے اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے مہر نبوت کو آپ کے دونوں شانوں کے درمیان میں ایک سرخ اور ابھرا ہوا گوشت مثل بیضہ کبوتر کے دیکھا اور حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ مثل چھپر کھٹ (مسہری) کی گھنڈی کے تھی اور عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ بال جمع تھے اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کی کمر پر ایک ابھرا ہوا گوشت کا ٹکڑا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ مثل مٹھی کے تھی اس کے گرداگرد تل تھے جیسے مسے ہوتے ہیں (اور

ان روایات میں کچھ تنافی نہیں سب اوصاف کا جمع ہونا ممکن ہے)

قَالَ الْبَرَآءُ مَا رَاَيْتُ مِنْ ذِیْ لَمَّةٍ فِیْ حُلَّةٍ حَمْرَاءَ اَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ مَا رَاَيْتُ شَيْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْهِهٖ وَاِذَا ضَحِكَ يَتَلَأْلَأُ نُوْرُهٗ فِی الْجُدُرِ وَقِيْلَ لِجَابِرٍ كَانَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَالسَّيْفِ قَالَ لَا بَلْ كَالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَكَانَ مُسْتَدِيْرًا وَقَالَتْ اُمُّ مَعْبَدٍ كَانَ اَجْمَلَ النَّاسِ مِنْ بَعِيْدٍ وَاَحْلَاهُ وَاَحْسَنَهٗ مِنْ قَرِيْبٍ وَقَالَ عَلِیٌّ مَنْ رَاٰهُ بَدَاهَةً هَابَهٗ وَمَنْ خَالَطَهٗ مَعْرِفَةً اَحَبَّهٗ لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کوئی بالوں والا سرخ جوڑا (یعنی مخطط لنگی چادر) پہنے ہوئے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے کسی کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا گویا آپ کے چہرہ میں آفتاب چل رہا ہے اور جب آپ ہنستے تھے تو دیواروں پر چمک پڑتی تھی اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ مبارک مثل تلوار کے (شفاف) تھا؟ انہوں نے کہا کہ نہیں بلکہ مثل آفتاب اور ماہتاب کے مدور تھا (تلوار کی تشبیہ میں یہ کمی تھی کہ وہ مدور نہیں ہوتی) اور حضرت ام معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ آپ ﷺ دور سے سب سے زیادہ جمیل اور نزدیک سے سب سے زیادہ شیریں اور حسین معلوم ہوتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص آپ کو اول وہلہ میں دیکھتا تھا مرعوب ہو جاتا تھا اور جو شخص شناسائی کے ساتھ ملتا جلتا تھا آپ سے محبت کرتا تھا میں نے آپ جیسا (صاحب جمال و صاحب کمال) نہ آپ سے پہلے کسی کو دیکھا اور نہ آپ کے بعد کسی کو دیکھا۔

(وصل چہارم' آپ کے طیب و مطیب ہونے میں)

قَالَ اَنَسٌ مَا شَمِمْتُ عَنْبَرًا قَطُّ وَلَا مِسْكًا وَّلَا شَيْئًا اَطْيَبَ مِنْ رِيْحِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ يُصَافِحُ الْمُصَافِحَ فَيَظَلُّ يَوْمَهُ يَجِدُ رِيْحَهَا فَيَضَعُ يَدَهُ عَلٰى رَأْسِ الصَّبِيِّ فَيُعْرَفُ مِنْ بَيْنِ الصِّبْيَانِ بِرِيْحِهَا وَنَامَ فِيْ دَارِ اَنَسٍ فَعَرِقَ فَجَاءَتْ اُمُّهُ بِقَارُوْرَةٍ تَجْمَعُ فِيْهَا عَرَقَهُ فَسَأَلَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَتْ نَجْعَلُهُ فِيْ طِيْبِنَا وَهُوَ اَطْيَبُ الطِّيْبِ وَذَكَرَ الْاِمَامُ الْبُخَارِيُّ فِي التَّارِيْخِ الْكَبِيْرِ عَنْ جَابِرٍ لَمْ يَكُنْ يَمُرُّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ طَرِيْقٍ فَيَتْبَعُهُ اَحَدٌ اِلَّا عَرَفَ اَنَّهُ سَلَكَهُ مِنْ طِيْبِهٖ قَالَ اِسْحَاقُ بْنُ رَاهُوْيَهِ اِنَّ تِلْكَ كَانَتْ رَائِحَتَهُ بِلَا طِيْبٍ وَرَوٰى اِبْرَاهِيْمُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ الْمُزَنِيِّ عَنْ جَابِرٍ اَنَّهُ اَرْدَفَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَالْتَقَمْتُ خَاتَمَ النُّبُوَّةِ بِفِيَّ فَكَانَ يَنِمُّ عَلَيَّ مِسْكًا

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں نے کوئی عنبر اور کوئی مشک اور کوئی (خوشبودار) چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہک سے زیادہ خوشبودار نہیں دیکھی اور آپ کسی سے مصافحہ فرماتے تو تمام تمام دن اس شخص کو مصافحہ کی خوشبو آتی رہتی اور کبھی کسی بچہ کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے تو وہ خوشبو کے سبب دوسرے لڑکوں میں پہچانا جاتا اور آپ ایک بار حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں سوئے تھے اور آپ کو پسینہ آیا تھا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ایک شیشی لا کر آپ کے پسینہ کو جمع کرنے لگیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس بارہ میں پوچھا۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم اس کو اپنی خوشبو میں ملائیں گے اور یہ پسینہ اعلیٰ درجہ کی خوشبو ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ کبیر میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس رستہ سے گذرتے اور کوئی شخص آپ کی تلاش میں جاتا تو وہ خوشبو سے پہچان لیتا کہ آپ اس رستہ سے تشریف لے گئے ہیں۔ اسحاق بن راہویہ نے کہا ہے کہ یہ خوشبو بدون خوشبو لگائے ہوئے (خود آپ کے بدن مبارک میں) تھی اور ابراہیم بن اسماعیل مزنی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ مجھ کو (ایک بار) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے سواری پر بٹھلا لیا' میں نے مہر نبوت کو اپنے منہ میں لے لیا سو اس

وَرُوِیَ اَنَّہٗ اِذَا تَغَوَّطَ اِنْشَقَّتِ الْاَرْضُ فَابْتَلَعَتْ غَائِطَہٗ وَبَوْلَہٗ وَفَاحَتْ لِذٰلِكَ رَائِحَۃٌ طَیِّبَۃٌ كَذَا رَوَتْ عَآئِشَۃُ وَلِذَاقِیْلَ بِطَھَارَۃِ الْحَدَثَیْنِ مِنْہُ حَکَاہُ اَبُوْ بَكْرِ بْنِ سَابِقٍ الْمَالِکِیُّ وَاَبُوْ نَصْرٍ وَشَرِبَ مَالِكُ بْنُ سَنَانٍ دَمَہٗ یَوْمَ اُحُدٍ وَمَصَّہٗ فَقَالَ لَنْ تُصِیْبَہُ النَّارُ وَشَرِبَ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ زُبَیْرٍ دَمَ حِجَامَتِہٖ وَشَرِبَتْ بَرَكَۃُ بَوْلَہٗ وَاُمُّ اَیْمَنَ خَادِمَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمْ تَجِدَاہُ اِلَّا كَمَاءٍ عَذْبٍ طَیِّبٍ وَقَدْ وُلِدَ مَخْتُوْنًا مَقْطُوْعَ السُّرَّۃِ مُکْحَلًا قَالَتْ اٰمِنَۃُ اُمُّہٗ وَلَدْتُّہٗ نَظِیْفًا مَا بِہٖ قَذَرٌ وَكَانَ یَنَامُ حَتّٰی یَکُوْنَ لَہٗ غَطِیْطٌ فَیُصَلِّیْ وَلَا یَتَوَضَّأُ رَوَاہُ عِکْرِمَۃُ وَكَانَ مَحْرُوْسًا عَنْ حَدَثِ الْمَنَامِ۔

میں سے مشک کی لپٹ آ رہی تھی اور مروی ہے کہ آپ جب بیت الخلاء میں جاتے تھے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ کے بول و براز کو نگل جاتی اور اس جگہ نہایت پاکیزہ خوشبو آتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسی طرح روایت کیا ہے اور اسی لیے علماء آپ کے بول و براز کے طاہر ہونے کے قائل ہوئے ہیں۔ ابوبکر بن سابق مالکی اور ابونصر نے اس کو نقل کیا ہے اور مالک بن سنان یوم اُحد میں آپ کا خون (زخم کا) چوس کر پی گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کو کبھی دوزخ کی آگ نہ لگے گی اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ کا خون جو پچھنے لگانے سے نکلا تھا پی لیا تھا اور برکت رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آپ کی خادمہ اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کا بول پی لیا تھا سو ان کو ایسا معلوم ہوا جیسا شیریں نفیس پانی ہوتا ہے اور آپ (قدرتی) مختون آوِن نال کٹے ہوئے سرمہ لگے ہوئے پیدا ہوئے تھے۔ حضرت آمنہ آپ کی والدہ کہتی ہیں کہ میں نے آپ کو پاک صاف جنا کہ کوئی آلودگی آپ کو لگی ہوئی نہ تھی اور آپ باوجودیکہ ایسا سوتے تھے کہ خراٹے [1] بھی لینے لگتے تھے مگر بدون وضو کئے ہوئے نماز پڑھ لیتے تھے (یعنی سونے سے آپ کا وضو نہیں ٹوٹتا تھا) روایت کیا اس کو عکرمہ نے اور (وجہ اس کی یہ تھی کہ) آپ سونے میں حدث سے محفوظ تھے۔

---

(۱) لیکن وہ ایسے نہ تھے جو سننے والے کو ناگوار ہوں۔

(وصل پنجم' آپ کی قوت بصرو بصیرت میں)

قَالَ وَهْبُ بْنُ مُنَبِّهٍ قَرَأْتُ فِيْ اَحَدٍ وَّسَبْعِيْنَ كِتَابًا فَوَجَدْتُّ فِيْ جَمِيْعِهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْجَحُ النَّاسِ عَقْلاً وَاَفْضَلُهُمْ رَأْيًا وَكَانَ يَرٰى فِي الظُّلْمَةِ كَمَا يَرٰى فِي الضَّوْءِ كَمَا رَوَتْ عَآئِشَةُ وَكَانَ يَرٰى مِنْ بَعِيْدٍ كَمَا يَرٰى مِنْ قَرِيْبٍ وَكَانَ يَرٰى مِنْ خَلْفِهٖ كَمَا يَرٰى مِنْ اَمَامِهٖ وَكَانَ رَاٰى جَنَازَةَ النَّجَاشِيِّ وَصَلّٰى عَلَيْهِ وَرَاٰى بَيْتَ الْمُقَدَّسِ مِنْ مَّكَّةَ حِيْنَ وَصَفَهٗ لِقُرَيْشٍ وَالْكَعْبَةَ حِيْنَ بَنٰى مَسْجِدَهٗ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ يَرٰى فِي الثُّرَيَّا اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا۔

وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ میں نے اکہتر(۷۱) کتابوں میں پڑھا ہے اور سب میں یہ مضمون پایا ہے کہ نبی اکرم ﷺ عقل میں سب پر ترجیح رکھتے ہیں' رائے میں سب سے افضل تھے اور آپ ظلمت (اندھیرے) میں بھی اس طرح دیکھتے تھے جس طرح روشنی میں دیکھتے تھے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روایت کیا ہے اور آپ دور سے ایسا ہی دیکھتے تھے جیسا نزدیک سے دیکھتے تھے اور اپنے پیچھے سے بھی ایسا ہی دیکھتے تھے جس طرح سامنے سے دیکھتے تھے اور آپ نے نجاشی کا جنازہ (حبشہ میں) دیکھ لیا تھا اور اس پر نماز پڑھی اور آپ نے بیت المقدس کو مکہ مکرمہ سے دیکھ لیا تھا جب کہ قریش کے سامنے اس کا نقشہ بیان فرمایا (یہ سب معراج کی صبح کو قصہ ہوا تھا) اور جب آپ نے مدینہ منورہ میں اپنی مسجد کی تعمیر شروع کی اس وقت خانہ کعبہ کو دیکھ لیا تھا اور آپ کو ثریا میں گیارہ ستارے نظر آیا کرتے تھے۔

(وصل ششم' آپ کی قوت بدنیہ وغیرہ میں)

وَصَرَعَ رُكَانَةَ اَشَدَّ اَهْلِ زَمَانِهٖ حِيْنَ دَعَاهُ اِلَى الْاِسْلَامِ وَصَارَعَ اَبَا رُكَانَةَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَعَاوَدَهٗ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ كُلُّ ذٰلِكَ يَصْرَعُهٗ وَكَانَ اَسْرَعَ فِي الْمَشْيِ كَاَنَّمَا

اور آپ (کی قوت کی یہ کیفیت تھی کہ آپ) نے رکانہ کو جو اپنے اہل زمانہ میں بہت قوی (مشہور) تھے کشتی میں گرا دیا جب کہ ان کو اسلام کی دعوت دی (اور انہوں نے اپنے اسلام کو اس پر معلق کیا کہ مجھ کو کشتی میں گرا دیجئے) اور قبل زمانہ اسلام

اَلْاَرْضُ تُطْوٰی لَهٗ قَالَ اَبُوْهُرَیْرَةَ اِنَّا لَنَجْهَدُ اَنْفُسَنَا وَاِنَّهٗ غَیْرُ مُكْتَرِثٍ وَكَانَ ضِحْكُهٗ مُتَبَسِّمًا وَاِذَا الْتَفَتَ اِلْتَفَتَ مَعًا۔

کے آپ نے ابو رکانہ کو کشتی میں گرا دیا تھا۔ وہ دوسری تیسری بار پھر آپ سے مقابل ہوا، آپ ہر بار میں اس کو پچھاڑ پچھاڑ دیتے تھے اور آپ تیز چلتے تھے کہ جیسے زمین لپٹی چلی آ رہی ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم بڑی کوشش کرتے تھے (کہ آپ کے ساتھ چل سکیں) اور آپ کچھ اہتمام بھی نہ فرماتے تھے (پھر بھی ہم تھک جاتے تھے) اور آپ کا ہنسا تبسم ہوتا تھا اور جب (گوشہ کی) کسی چیز کو دیکھتے تھے تو پورے اس طرف مڑ کر دیکھتے (یعنی دز دیدہ نظر سے نہ دیکھتے)

(وصل ہفتم، آپ کے بعض خصائص میں)

وَاُوْتِیَ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَجُعِلَتْ لَهٗ كُلُّ الْاَرْضِ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا وَاُحِلَّتْ لَهُ الْغَنَائِمُ وَاُعِدَّتْ لَهٗ الشَّفَاعَةُ الْكُبْرٰی وَالْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ وَبُعِثَ اِلَی الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَكَافَّةِ الْمَخْلُوْقَاتِ۔

اور آپ کو کلمات جامعہ عطا کیے گئے اور تمام زمین آپ کے لیے مسجد اور آلہ طہارت بنائی گئی (یعنی یہ نہیں کہ خاص مسجد ہی میں نماز درست ہو اور جگہ درست نہ ہو اور اسی طرح ہر جگہ کی مٹی سے بشرط پاک ہونے کے تیمم درست ہے) اور آپ کے لیے غنیمت کو حلال کیا گیا (اور پہلی شریعتوں میں مال غنیمت کا کھانا حلال نہ تھا) اور آپ کے لیے شفاعت کبریٰ اور مقام محمود مخصوص کیا گیا اور آپ جن و انس اور تمام خلائق کی طرف مبعوث ہوئے۔

(وصل ہشتم، آپ کے کلام و طعام و منام و قعود و قیام میں)

وَعَلِمَ اَلْسِنَةَ الْعَرَبِ كُلَّهَا اَقُوْلُ بَلِ الْاَلْسِنَةَ كُلَّهَا قَالَتْ اُمُّ مَعْبَدٍ كَانَ حُلْوَ الْمَنْطِقِ فَصِلًا لَا نَذَرَ وَلَا هَذَرَ كَاَنَّ مَنْطِقَهٗ خَرَزَاتٌ نُظِمْنَ وَكَانَ قَلِیْلَ الْاَكْلِ وَالنَّوْمِ

اور عرب کی سب زبانیں جانتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ بلکہ تمام زبانیں (یہ بعض کا قول ہے) اُم معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ آپ شیریں کلام اور واضح بیان تھے نہ بہت کم گو تھے (کہ ضروری بات میں بھی سکوت فرمائیں) اور نہ زیادہ گو تھے (کہ

وَكَانَ لَا يَتَّكِئُ فِي الْاَكْلِ وَمَعْنَاهُ عِنْدَ الْمُحَقِّقِيْنَ اَنَّهُ لَا يَعْتَمِدُ عَلٰى شَيْئٍ مَّا تَحْتَهُ وَلَا مَائِلًا اِلٰى شِقٍّ اِنَّمَا كَانَ جُلُوْسُهُ لِلْاَكْلِ جُلُوْسَ الْمُسْتَوْفِزِ مُقْعِيًا وَكَانَ يَقُوْلُ اٰكُلُ كَمَا يَاْكُلُ الْعَبْدُ وَاَجْلِسُ كَمَا يَجْلِسُ الْعَبْدُ وَكَانَ نَوْمُهُ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ اِسْتِظْهَارًا عَلٰى قِلَّةِ الْمَنَامِ۔

غیر ضروری امور میں مشغول ہوں) آپ کی گفتگو ایسی تھی جیسے موتی کے دانے پرو دیئے گئے ہوں اور آپ کھاتے اور سوتے بہت کم تھے۔ کھاتے ہوئے سہارا لگا کر نہیں بیٹھتے تھے اور معنی اس کے اہل تحقیق کے نزدیک یہ ہیں کہ نہ ایسی چیز کا سہارا لیتے جو آپ کے نیچے ہوتی (جیسے گدا وغیرہ) اور نہ کسی کروٹ پر (ہاتھ یا تکیہ کے سہارے) بوجھ دے کر بیٹھتے۔ آپ کی نشست کھانے کے لیے ایسی ہوتی جیسے کھڑے ہونے کے لیے کوئی تیار ہو کر بیٹھتا ہے یعنی اوکڑو بیٹھتے تھے اور آپ فرمایا کرتے کہ میں غلام کی طرح کھاتا ہوں اور غلام کی طرح بیٹھتا ہوں اور آپ کا سونا داہنی کروٹ پر ہوتا تھا تا کہ قلت منام میں معین ہو۔

(وصل نہم' آپ کی بعض صفات و مکارم اخلاق شجاعت و سخاوت و ہیبت و جاہ و بے نفسی و ایثار وغیرہ)

قَالَ اَنَسٌ اُعْطِيَ قُوَّةَ ثَلٰثِيْنَ رَجُلًا اَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ وَرُوِيَ قُوَّةَ اَرْبَعِيْنَ رَجُلًا فِي الْجِمَاعِ وَرُوِيَ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُضِّلْتُ عَلَى النَّاسِ بِاَرْبَعٍ بِالسَّخَاءِ وَالشَّجَاعَةِ وَكَثْرَةِ الْجِمَاعِ وَقُوَّةِ الْبَطْشِ وَكَانَ ذَا وَجَاهَةٍ قَبْلَ النُّبُوَّةِ وَبَعْدَهَا رُوِيَ عَنْ قَيْلَةَ اَنَّهَا لَمَّا رَاَتْهُ اُرْعِدَتْ مِنَ الْفَرَقِ فَقَالَ يَامِسْكِيْنَةُ عَلَيْكِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کو تیس مردوں کی قوت دی گئی تھی' روایت کیا اس کو نسائی نے۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ کو ہم بستری میں چالیس مردوں کی قوت دی گئی تھی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ مجھ کو اور لوگوں پر چار چیزوں میں فضیلت دی گئی۔ سخاوت اور شجاعت اور قوت مردمی اور مقابل پر غلبہ اور آپ نبوت کے قبل بھی اور بعد میں بھی صاحب وجاہت تھے۔ حضرت قیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے جب آپ کو دیکھا تو ہیبت کے

السَّكِيْنَةَ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ قَامَ بَيْنَ يَدَيْهِ عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو فَاُرْعِدَ فَقَالَ هَوِّنْ عَلَيْكَ فَاِنِّیْ لَسْتُ بِمَلِكٍ جَبَّارٍ وَلَقَدْ اُوْتِیَ خَزَائِنَ الْاَرْضِ وَمَفَاتِيْحَ الْبِلَادِ وَفُتِحَ عَلَيْهِ فِیْ حَيٰوتِهٖ بِلَادُ الْحِجَازِ وَالْيَمَنِ وَجَمِيْعُ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَحَوَالِی الشَّامِ وَالْعِرَاقِ وَجُلِبَتْ اِلَيْهِ الْاَخْمَاسُ وَالصَّدَقَاتُ وَالْاَعْشَارُ وَاُهْدِيَتْ مِنَ الْمُلُوْكِ هَدَايَا فَصَرَفَ كُلَّهَا لِوَجْهِ اللّٰهِ وَاَغْنٰی بِهِ الْمُسْلِمِيْنَ وَقَالَ مَا يَسُرُّنِیْ اَنَّ لِیْ اُحُدًا ذَهَبًا يَبِيْتُ عِنْدِیْ مِنْهُ دِيْنَارٌ اِلَّا دِيْنَارًا اُرْصِدُهٗ لِدَيْنِیْ وَهٰذَا مِنْ كَمَالِ سَخَائِهٖ وَجُوْدِهٖ وَعَطَائِهٖ فَاِنَّهٗ مَاتَ وَدِرْعُهٗ مَرْهُوْنَةٌ فِیْ نَفَقَةِ عِيَالِهٖ وَكَانَ مُقْتَصِرًا فِیْ نَفَقَتِهٖ وَمَلْبَسِهٖ وَمَسْكَنِهٖ عَلٰی مَا تَدْعُوْهُ الضَّرُوْرَةُ اِلَيْهِ وَكَانَ يَلْبَسُ فِی الْغَالِبِ الشَّمْلَةَ وَالْكِسَاءَ الْخَشِنَ وَالْبُرْدَ الْغَلِيْظَ وَيَقْسِمُ عَلٰی اَصْحَابِهٖ اَقْبِيَةَ الدِّيْبَاجِ الْمَنْسُوْخِ بِالذَّهَبِ وَيَرْفَعُ لِمَنْ لَمْ يَحْضُرْهُ عَنْ عَائِشَةَ كَانَ

مارے کانپنے لگیں۔ آپ نے فرمایا کہ اے غریب دل کو برقرار رکھ (یعنی ڈر مت) اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کے روبرو عقبہ بن عمرو کھڑے ہوئے تو خوف سے کانپنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طبیعت پر آسانی کرو میں کوئی جابر بادشاہ نہیں ہوں اور آپ کو تمام خزائن روئے زمین کے اور تمام شہروں کی کنجیاں (عالم کشف میں) عطا کی گئی تھیں اور آپ کی حیات میں بلاد حجاز اور یمن اور تمام جزیرۂ عرب اور نواحی شام و عراق فتح ہو گئے تھے اور آپ کے حضور میں خمس اور صدقات اور عشر حاضر کئے جاتے تھے اور سلاطین کی طرف سے ہدایا بھی پیش ہوتے تھے۔ ان سب کو آپ نے لوجہ اللہ صرف فرمایا اور مسلمانوں کو غنی کر دیا اور فرمایا کہ مجھ کو یہ بات خوش نہیں آتی کہ میرے لیے کوہ اُحد سونا بن جائے اور پھر رات کو اس میں سے ایک دینار بھی میرے پاس رہے بجز ایسے دینار کے جس کو کسی واجب مطالبہ کے لیے تھام لوں اور یہ آپ کی کمال سخاوت جود و عطا ہے۔ چنانچہ (اسی کمال سخاوت کے سبب آپ مقروض رہتے تھے حتیٰ کہ) آپ نے جس وقت وفات فرمائی ہے تو آپ کی زرہ اہل و عیال کے اخراجات میں رہن رکھی ہوئی تھی اور آپ اپنے ذاتی خرچ اور پوشاک اور مسکن میں صرف قدر ضرورت پر اکتفا فرماتے تھے اور غالب اوقات آپ کمبل اور موٹا کھیس اور گاڑھی چادر پہنتے تھے اور (بعض اوقات)

خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ یَرْضٰی بِرِضَاهُ وَیَسْخَطُ بِسَخَطِهٖ حَتّٰی قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ جَبَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ اَصْلِ فِطْرَتِهٖ عَلٰی مَکَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَرَزَانَةِ الطَّبْعِ وَاعْتِدَالِ الْمِزَاجِ وَقَالَتْ اٰمِنَةُ بِنْتُ وَهْبٍ اِنَّ نَبِیَّنَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وُلِدَ بَاسِطًا یَدَیْهِ اِلَی الْاَرْضِ رَافِعًا رَأْسَهٗ اِلَی السَّمَاءِ۔

اپنے اصحاب کو دیبا کی قبائیں جس میں سونے کے تار بنے ہوتے تھے تقسیم فرماتے تھے اور جو اُن میں موجود نہ ہوتے ان کے لیے اٹھا کر رکھتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہے کہ آپ کا خلق قرآن تھا اس کی خوشی کی بات سے آپ خوش ہوتے تھے اور اس کی ناخوشی کی بات سے آپ ناخوش ہوتے تھے (یعنی قرآن سے جو بات حق تعالیٰ کے خوش یا ناخوش ہونے کی ثابت ہوتی ہے آپ کی خوشی و ناخوشی اسی کے تابع تھی) حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ آپ خلق عظیم پر قائم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اصل فطرت میں مکارم اخلاق اور متانت طبع اور اعتدال مزاج پر پیدا کیا تھا۔ اور حضرت آمنہ بنت وہب کہتی ہیں کہ آپ جس وقت پیدا ہوئے تو آپ کے دونوں ہاتھ زمین کی طرف کھلے ہوئے تھے اور سر آسمان کی طرف اُٹھائے ہوئے تھے۔

(وصل دہم ' آپ ﷺ کی عصمت میں)

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا نَشَأْتُ بُغِّضَ اِلَیَّ الْاَوْثَانُ وَالشِّعْرُ وَلَمْ اَهُمَّ بِشَیْءٍ مِّنْ اُمُوْرِ الْجَاهِلِیَّةِ اِلَّا مَرَّتَیْنِ فَعَصَمَنِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی مِنْهُمَا ثُمَّ لَمْ اَعُدْ۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب مجھ کو ہوش آیا بتوں سے اور شعر گوئی سے مجھ کو نفرت تھی اور کبھی کسی امر جاہلیت (یعنی امر غیر مشروع) کا مجھ کو خیال تک بھی نہیں آیا بجز دو بار کے اور اس سے بھی اللہ تعالیٰ نے مجھ کو محفوظ رکھا پھر اس (خیال) کی بھی نوبت نہیں آئی۔

(وصل یازدہم ' تتمہ وصل نہم میں)

وَکَانَ اَصْبَرَ النَّاسِ عَلٰی اَذَاهُمْ

اور آپ ﷺ لوگوں کے ایذا دینے پر سب سے

وَاَحْلَمَهُمْ يَعْفُوْ عَنْ مُسِيْئِهِمْ وَيَصِلُ مَنْ قَطَعَهٗ وَيُعْطِيْ مَنْ حَرَمَهٗ وَيَعْفُوْ عَمَّنْ ظَلَمَهٗ وَكَانَ يَخْتَارُ اَيْسَرَ الْاَمْرَيْنِ مَالَمْ يَكُنْ اِثْمًا وَمَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ حَتّٰى رُوِیَ فِيْ سِيْرَةِ ابْنِ هِشَامٍ اَنَّ عُتْبَةَ بْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ اَخَا سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَمٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ فَكَسَرَ رُبَاعِيَّتَهُ الْيُمْنَى السُّفْلٰى وَشَجَّ وَجْهَهٗ فَقَالُوْا لَوْ دَعَوْتَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ وَمَا ضَرَبَ بِيَدِهٖ شَيْئًا قَطُّ اِلَّا اَنْ يُّجَاهِدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَرَبَ امْرَاَةً وَلَا خَادِمًا وَرُوِیَ عَنْ جَابِرٍ مَا سُئِلَ شَيْئًا فَقَالَ لَا وَلَنِعْمَ مَا قِيْلَ شعر

زیادہ صابر تھے اور سب سے بڑھ کر حلیم تھے۔ برائی کرنے والے سے درگذر فرماتے تھے اور جو شخص آپ سے بدسلوکی کرتا تھا آپ اس سے سلوک کرتے تھے اور جو شخص آپ کو نہ دیتا آپ اس کو دیتے اور جو شخص آپ پر ظلم کرتا آپ اس سے درگذر فرماتے اور کسی کام کے دو پہلوؤں میں جو آسان ہوتا آپ اس کو اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہوتا اس میں اپنے متبعین کے لیے آسانی کی رعایت فرمائی (نیز تجربہ ہے کہ آسانی پسند طبیعت دوسروں کے لیے بھی آسانی تجویز کرتی ہے) اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کے لیے کبھی انتقام نہیں لیا حتیٰ کہ سیرت ابن ہشام میں مروی ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھائی عتبہ بن ابی وقاص نے اُحد کے روز آپ پر پتھر چلایا، اس سے آپ کا دندان رباعیہ زیریں جانب راست کا شکستہ ہوگیا (یعنی جھڑ گیا اور رباعیہ کہتے ہیں سامنے کے چار دانتوں کے دونوں کروٹوں کی طرف کے چار دانتوں کے دو اوپر اور دو نیچے) اور آپ کا چہرۂ مبارک زخمی ہوگیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ان پر بددعا کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے میرے اللہ میری قوم کو ہدایت کیجئے کیونکہ ان کو خبر نہیں اور آپ نے کبھی کسی چیز کو (یعنی آدمی یا جانور کو) اپنے ہاتھ سے نہیں مارا البتہ اللہ کی راہ میں جو جہاد کیا وہ اور بات ہے اور نہ کسی عورت کو مارا نہ کسی خادم کو مارا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ سے کبھی کوئی چیز نہیں مانگی گئی جس پر آپ نے انکار فرما دیا ہو۔ کسی نے خوب کہا ہے (یہ فرزدق کا عربی شعر تھا جس کا ترجمہ فارسی میں یہ ہے)

مَا قَالَ لاَ قَطُّ اِلاَّ فِیْ تَشَهُّدِہٖ لَوْلا التَّشَهُّدُ کَانَتْ لَاؤُہٗ نَعَمْ	زفت لا بزبان مبارکش ہرگز مگر در اشہد ان لا الہ الا اللہ
وَکَانَ یَحْمِلُ الْکَلَّ وَیَکْسِبُ لِلْمَعْدُوْمِ وَیَقْرِی الضَّیْفَ وَیُعِیْنُ فِیْ نَوَائِبِ الْحَقِّ کَمَا فِیْ صَحِیْحِ الْبُخَارِیِّ وَرَوَی التِّرْمِذِیُّ اَنَّهٗ اُتِیَ اِلَیْهِ بِتِسْعِیْنَ اَلْفَ دِرْهَمٍ فَوُضِعَتْ عَلٰی حَصِیْرٍ فَمَا رَدَّ سَائِلاً حَتّٰی فَرَغَ مِنْهَا فَجَاءَہٗ رَجُلٌ فَسَأَلَهٗ فَقَالَ لَیْسَ عِنْدِیْ شَیْئٌ وَلٰکِنْ اِبْتَعْ عَلَیَّ فَاِذَا جَآءَنَا شَیْئٌ قَضَیْنَا فَقَالَ عُمَرَ مَا کَلَّفَکَ اللّٰهُ مَالاَ تَقْدِرُ عَلَیْهِ فَکَرِہَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِکَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْفِقْ وَلاَ تَخَفْ مِنْ ذِی الْعَرْشِ اِقْلاَلاً فَتَبَسَّمَ وَرُأِیَ الْبِشْرُ فِیْ وَجْهِهٖ وَکَانَ لاَ یَدَّخِرُ شَیْئًا لِغَدٍ کَمَا رَوَاہُ اَنَسٌ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ بِالْخَیْرِ مِنَ الرِّیْحِ الْمُرْسَلَةِ۔	اور آپ درماندوں کا بار اٹھا لیتے تھے اور نادار آدمی کو مال دے دیتے یا دلوا دیتے اور مہمان کی مہمانی کرتے اور حق معاملات میں آپ اعانت فرماتے جیسا صحیح بخاری میں ہے اور امام ترمذی نے روایت کیا کہ آپ کے پاس ایک بار نوے ہزار درہم آئے (تقریباً پچیس ہزار روپیہ ہوتا ہے) اور ایک بوریے پر رکھے گئے سو آپ نے کسی سائل سے عذر نہیں کیا یہاں تک کہ سب ختم کر کے فارغ ہو گئے پھر آپ کے پاس ایک شخص آیا اور کچھ مانگا آپ نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ باقی نہیں رہا (جو تجھ کو دے سکوں) لیکن تو میرے نام سے (ضرورت کی چیز) خرید لے جب ہمارے پاس کچھ آئے گا ہم ادا کر دیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ جو چیز آپ کی قدرت میں نہ ہو حق تعالیٰ نے آپ کو اس کا مکلف نہیں فرمایا (پھر آپ اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات خوش نہیں معلوم ہوئی پھر انصار میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ خوب خرچ کیجئے اور مالک عرش (یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ) سے کمی کا اندیشہ نہ کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور آپ کے چہرہ مبارک پر بشاشت نمایاں ہوئی اور آپ اگلے دن کے لیے

کوئی چیز اٹھا کر نہ رکھتے تھے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر میں ہوائے بارش خیز سے بھی زیادہ فیاض تھے۔

(وصل دوازدہم ٗ دوسرے بعض اخلاق جمیلہ و طرز معاشرت)

قَالَ ابْنُ عُمَرَ مَا رَاَيْتُ اَشْجَعَ
وَلاَ اَنْجَدَ وَلاَ اَجْوَدَ وَلاَ اَرْضٰى
مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَكُنَّا يَوْمَ بَدْرٍ نَلُوْذُ بِالنَّبِيِّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ
الشُّجَاعُ مَنْ يَقْرُبُ مِنْهُ اِذَا دَنَى
الْعَدُوَّ لِقُرْبِهٖ مِنْهُ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ
الْخُدْرِيِّ كَانَ اَشَدَّ حَيَاءً مِّنَ
الْعَذْرَاءِ فِيْ خِدْرِهَا وَكَانَ لَطِيْفَ
الْبَشْرَةِ رَقِيْقَ الظَّاهِرِ لاَ يُشَافِهُ
اَحَدًا بِمَا يَكْرَهُهٗ وَعَنْ عَآئِشَةَ لَمْ
يَكُنْ فَاحِشًا وَلاَ مُتَفَحِّشًا وَلاَ
سَخَّابًا بِالْاَسْوَاقِ وَلاَ يَجْزِى
السَّيِّئَةَ بِالسَّيِّئَةِ وَلٰكِنْ يَّعْفُوْ عَنْ
عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو كَانَ مِنْ حَيَائِهٖ
لاَ يُثْبِتُ بَصَرَهٗ فِيْ وَجْهِ اَحَدٍ
وَكَانَ يَكْنِيْ عَمَّا اُضْطُرَّ اِلَيْهِ مِنَ
الْمَكْرُوْهَاتِ وَعَنْ عَلِيٍّ كَانَ
اَوْسَعَ النَّاسِ صَدْرًا وَاَصْدَقَهُمْ
لَهْجَةً وَاَلْيَنَهُمْ عَرِيْكَةً وَاَكْرَمَهُمْ
عَشِيْرَةً وَكَانَ يُجِيْبُ مَنْ دَعَاهُ
وَيَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَلَوْ كَانَتْ كُرَاعًا
وَيُجِيْبُ دَعْوَةَ الْعَبْدِ وَالْحُرِّ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ہے کہ
میں نے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر نہ کوئی شجاع
دیکھا اور نہ مضبوط دیکھا اور نہ فیاض دیکھا اور نہ
(دوسرے اخلاق کے اعتبار سے) پسندیدہ دیکھا اور
ہم جنگ بدر کے دن رسول اللہ ﷺ کی آڑ میں پناہ
لیتے تھے اور بڑا شجاع وہ شخص سمجھا جاتا تھا جو
(میدان جنگ میں) آپ سے نزدیک رہتا جب آپ
غنیم کے قریب ہوتے تھے کیونکہ اس شخص کو بھی
(اس صورت میں) غنیم کے قریب رہنا پڑتا تھا اور
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
آپ شرم و حیا میں اس سے بھی بڑھ کر تھے جیسے
کنواری لڑکی پردہ میں ہوتی ہے اور آپ نہایت
لطیف الجلد نرم اندام تھے اور کسی شخص کے روبرو
ناگوار بات نہ فرماتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نہ آپ بروئے عادت
سخت گو تھے اور نہ بہ تکلف سخت گو بنتے تھے اور نہ
بازاروں میں خلاف وقار باتیں کرنے والے تھے اور
برائی کا عوض برائی سے نہ دیتے تھے بلکہ معاف فرما
دیتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ
تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ غایت حیاء سے آپ
کی نگاہ کسی شخص کے چہرہ پر نہیں ٹھہرتی تھی (یعنی
آنکھوں میں آنکھیں نہیں ڈالتے تھے) اور کسی
نامناسب چیز کا اگر کسی ضرورت سے ذکر کرنا ہی پڑتا

وَالْاَمَةِ وَالْمِسْكِيْنِ وَيَعُوْدُ الْمَرْضٰى فِيْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ وَيَقْبَلُ عُذْرَ الْمُعْتَذِرِ وَيَبْدَأُ اَصْحَابَهٗ بِالْمُصَافَحَةِ وَلَمْ يُرَ قَطُّ مَادًّا رِجْلَيْهِ بَيْنَ اَصْحَابِهٖ حَتّٰى يَضِيْقَ بِهِمَا عَلٰى اَحَدٍ وَّيُكْرِمُ مَنْ يَدْخُلُ عَلَيْهِ وَرُبَمَا بَسَطَ ثَوْبَهٗ وَيُؤْثِرُهٗ بِالْوِسَادَةِ وَلَا يَقْطَعُ عَلٰى اَحَدٍ حَدِيْثَهٗ وَكَانَ اَكْثَرَ النَّاسِ تَبَسُّمًا وَاَطْيَبَهُمْ نَفْسًا مَا لَمْ يَنْزِلْ عَلَيْهِ اَوْ يَعِظْ اَوْ يَخْطُبْ وَكَانَ يَخْدِمُ الْوُفُوْدَ بِنَفْسِهٖ اَحْيَانًا كَوُفُوْدِ النَّجَاشِيِّ وَاَنَّهٗ سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَّمُشَفَّعٍ وَكَانَ يَرْكَبُ الْحِمَارَ وَيُرْدِفُ خَلْفَهٗ وَيَعُوْدُ الْمَسَاكِيْنَ وَيُجَالِسُ الْفُقَرَآءَ وَيُفَلِّيْ ثَوْبَهٗ وَيَحْلِبُ شَاتَهٗ وَيُرَقِّعُ ثَوْبَهٗ وَيَخْصِفُ نَعْلَهٗ وَيَخْدِمُ لِنَفْسِهٖ وَاَهْلِهٖ وَيَقُمُّ الْبَيْتَ وَيَاْكُلُ مَعَ الْخَادِمِ وَيَعْجِنُ مَعَهٗ وَيَحْمِلُ بِضَاعَتَهٗ مِنَ السُّوْقِ وَكَانَ مِنْ اٰمَنِ النَّاسِ وَاَعْدَلِ النَّاسِ وَاَعَفِّ النَّاسِ وَاَصْدَقِهِمْ قَوْلًا حَتّٰى اَنَّ اَبَا جَهْلِ ابْنِ هِشَامٍ

تو کنایہ میں فرماتے اور حضرت علی ہنٹنہ سے روایت ہے کہ آپ سب سے بڑھ کر دل کے کشادہ تھے‘ بات کے سچے تھے‘ طبیعت کے نرم تھے‘ معاشرت میں نہایت کریم تھے اور جو شخص آپ کی دعوت کرتا اس کی دعوت منظور فرماتے اور ہدیہ قبول فرماتے اگرچہ وہ (ہدیہ یا طعام دعوت) گائے یا بکری کا پایہ ہی ہوتا اور ہدیہ کا بدل بھی دیتے تھے اور دعوت غلام کی اور آزاد کی اور لونڈی کی اور غریب کی سب کی قبول فرمالیتے اور مدینہ کی انتہا آبادی پر بھی (اگر) مریض (ہوتا اس) کی عیادت فرماتے اور معذرت کرنے والے کا عذر قبول فرماتے اور اپنے اصحاب سے ابتداء مصافحہ کی فرماتے اور کبھی اپنے اصحاب میں پاؤں پھیلائے ہوئے نہیں دیکھے گئے جس سے اوروں پر جگہ تنگ ہو جائے اور جو آپ کے پاس آتا اس کی خاطر کرتے اور بعض اوقات اپنا کپڑا (اس کے بیٹھنے کے لیے) بچھا دیتے اور گدہ تکیہ خود چھوڑ کر اس کو دے دیتے اور کسی شخص کی بات بیچ میں نہ کاٹتے اور تبسم فرمانے میں اور خوش مزاجی میں سب سے بڑھ کر تھے جب تک کہ حالت نزول وحی یا وعظ یا خطبہ کی نہ ہوتی (کیونکہ ان حالتوں میں آپ کو ایک جوش ہوتا تھا جس میں تبسم و خوش مزاجی ظاہر نہ ہوتی تھی) اور بعض اوقات فرستادوں کی خود خدمت فرماتے جیسے نجاشی بادشاہ کے فرستادے آئے تھے اور آپ قیامت میں تمام اولاد آدم کے سردار ہوں گے اور سب سے اول آپ

لَعنَهُ اللّٰهُ مَعَ كَمَالِ عَدَاوَتِهٖ لَمَّا سَاَلَهٗ اَخْنَسُ بْنُ شَرِيْقٍ يَوْمَ بَدْرٍ فَقَالَ اَبَا الْحَكَمِ لَيْسَ هُنَا غَيْرِيْ وَغَيْرُكَ يَسْمَعُ كَلَامَنَا تُخْبِرُنِيْ عَنْ مُحَمَّدٍ صَادِقٌ اَمْ كَاذِبٌ فَقَالَ اَبُوْ جَهْلٍ وَاللّٰهِ اَنَّ مُحَمَّدًا لَصَادِقٌ وَمَا كَذَبَ مُحَمَّدٌ قَطُّ۔

ہی کی قبر شریف کی زمین شق ہو گی (اور آپ باہر تشریف لائیں گے) اور سب سے اول آپ ہی شفاعت کریں گے اور سب سے اول آپ ہی کی شفاعت قبول ہو گی اور آپ (غایت تواضع سے) دراز گوش (گدھے) پر بھی سوار ہوتے تھے اور (کبھی) اپنے پیچھے بھی کسی کو بٹھلا لیتے اور غریبوں کی عیادت فرماتے تھے اور محتاجوں کے پاس بیٹھا کرتے تھے اور اپنے کپڑے میں (خود) جوں دیکھ لیتے (کسی خادم پر موقوف نہ رکھتے اور یہ دیکھنا اس خیال سے تھا کہ کسی اور کی نہ چڑھ گئی ہو) اور اپنی بکری کا دودھ دوہ لیتے اور اپنے کپڑے میں خود پیوند لگا لیتے اور اپنی پاپوش کو خود (وقت حاجت کے) سی لیا کرتے اور اپنا اور گھر والوں کا کام کر لیا کرتے اور گھر میں جھاڑو دے لیا کرتے اور خدمتگار کے ساتھ کھانا کھا لیتے اور اس کے ساتھ آٹا گندھوا لیتے' اپنا سودا بازار سے خود لے آتے اور سب سے بڑھ کر احسان کرنے والے اور عدل کرنے والے اور عفیف اور سچ بولنے والے تھے حتیٰ کہ ابو جہل بن ہشام باوجود اس کے کہ آپ کا کامل دشمن تھا مگر اخنس بن شریق نے بدر کے روز جب اس سے پوچھا کہ اے ابو الحکم یہاں تو میرے اور تیرے سوا اور کوئی موجود نہیں جو ہماری بات کو سن لے گا تو مجھ کو یہ بتلا کہ محمد (ﷺ) سچے ہیں یا جھوٹے ہیں؟ ابو جہل نے کہا کہ واللہ محمد (ﷺ) سچے ہیں اور محمد (ﷺ) نے کبھی جھوٹ بولا ہی نہیں۔

(وصل سیزدہم' تتمہ وصل ہشتم میں)

عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْقَرَ النَّاسِ فِيْ مَجْلِسِهٖ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ اِذَا جَلَسَ فِيْ مَجْلِسٍ اِحْتَبٰى بِيَدِهٖ وَكَانَ اَكْثَرُ جُلُوْسِهٖ

حضرت خارجہ بن زید سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی مجلس میں سب سے زیادہ باوقار ہوتے اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مجلس میں بیٹھتے تو دونوں پاؤں کھڑے کر کے ملا کر ان کے گرد ہاتھوں کا حلقہ بنا کر بیٹھتے اور ویسے بھی اکثر

مُحْتَبِيًا وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ اَنَّهٗ تَرَبَّعَ وَرُبَمَا جَلَسَ الْقُرْفُصَاءَ وَكَانَ اِذَا مَشٰى مَشٰى مُجْتَمِعًا يُعْرَفُ فِيْ مَشْيِهٖ اَنَّهٗ غَيْرُ غَرِضٍ وَلَا وَكِلٌ اَىْ غَيْرُ ضَجِرٍ وَلَا كَسْلَانُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ كَانَ فِيْ كَلَامِهٖ تَرْتِيْلٌ اَوْ تَرْسِيْلٌ عَنْ عَآئِشَةَ كَانَ يُحَدِّثُ حَدِيْثًا لَوْ عَدَّهُ الْعَادُّ لَاَحْصَاهُ وَيُحِبُّ الطِّيْبَ وَالرَّائِحَةَ الْحَسَنَةَ وَيَسْتَعْمِلُهَا كَثِيْرًا وَيَحُضُّ عَلَيْهَا وَلَا يَنْفُخُ فِيْ طَعَامٍ وَلَا فِيْ شَرَابٍ وَيُحِبُّ اِنْقَاءَ الْبَرَاجِمِ وَالرَّوَاجِبِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ مَا شَبِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ تِبَاعًا مِنْ خُبْزٍ حَتّٰى مَضٰى لِسَبِيْلِهٖ عَنْ حَفْصَةَ كَانَ فِرَاشُهٗ مِسْحًا وَكَانَ يَنَامُ اَحْيَانًا عَلٰى سَرِيْرٍ مَرْمُوْلٍ بِشَرِيْطٍ حَتّٰى يُؤَثِّرَ فِيْ جَنْبِهٖ۔

نشست آپ کی اسی ہیئت سے ہوتی (اس کو احتباء کہتے ہیں اور یہ تواضع اور سادگی کی وضع ہے) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ چار زانو بھی بیٹھے ہیں اور بعض اوقات اکڑو [(1)] بغل میں ہاتھ دے کر بیٹھ جاتے اور جب آپ چلتے تو جمعیت خاطر (یعنی طمانیت کے ساتھ چلتے) آپ کی چال سے یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ نہ آپ کے دل میں تنگی ہے (کہ گھبرائے ہوئے چلیں) اور نہ طبیعت میں سستی ہے (کہ پاؤں نہ اٹھتا ہو غرض نہ بہت تیز چلتے تھے اور نہ سست رفتار تھے) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کے کلمات میں نہایت وضاحت ہوتی تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ اس طرح کلام فرماتے تھے کہ اگر کوئی شمار کرنے والا (الفاظ کو) شمار کرنا چاہتا تو شمار کر سکتا تھا اور آپ خوشبو کی چیز اور خوشبو کو بہت پسند فرماتے اور کثرت سے اس کا استعمال فرماتے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے اور کھانے پینے کی چیزوں میں پھونک نہیں مارتے تھے اور انگلیوں اور ہڈیوں کے جوڑوں کے صاف رکھنے کو پسند فرماتے (کیونکہ یہ موقعے میل جمع ہونے کے ہیں) اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی متواتر تین روز بھی روٹی سے پیٹ نہیں بھرا یہاں تک کہ آخرت کو روانہ ہو گئے اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ کا بستر ایک ٹاٹ تھا اور کبھی کبھی آپ چارپائی پر آرام فرماتے جو کھجوروں کے بان سے بنی ہوتی حتیٰ کہ آپ کے پہلو مبارک میں اس کا نشان پڑ جاتا۔

---

(1) فسر في القاموس القرفصاء بهذا وبالاحتباء واخترت الاول بقرينة مقابلة الاحتباء۔

(وصل چہاردہم' آپ کے تنگی معیشت کو اختیار کرنے میں)

عَنْ عَآئِشَةَ لَمْ یَمْتَلِیئْ جَوْفُ النَّبِیِّ شَبْعًا قَطُّ وَلَمْ یَبُثَّ الشَّکْوٰی اِلٰی اَحَدٍ وَکَانَتِ الْفَاقَةُ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنَ الْغِنٰی وَکَانَ یَظَلُّ جَائِعًا یَلْتَوِیْ طُوْلَ لَیْلَتِهٖ مِنَ الْجُوْعِ وَلَوْ شَآءَ سَاَلَ رَبَّهٗ جَمِیْعَ کُنُوْزِ الْاَرْضِ وَثِمَارِهَا وَرَغَدَ عَیْشِهَا وَلٰکِنَّهٗ یَقُوْلُ مَالِیْ وَلِلدُّنْیَا اِخْوَانِیْ مِنْ اُولِی الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ صَبَرُوْا عَلٰی مَا هُوَ اَشَدُّ مِنْ هٰذَا فَمَضَوْا عَلٰی حَالِهِمْ۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا شکم کبھی پیٹ بھرائی غذا سے پر نہیں ہوا اور کسی سے شکوہ کا اظہار نہیں کیا اور فاقہ آپ کی بہ نسبت تونگری کے زیادہ محبوب تھا اور دن' دن بھر بھوکے گذار دیتے اور رات' رات بھر بھوک سے کروٹیں بدلتے رہتے اور اگر آپ چاہتے تو اپنے رب سے تمام روئے زمین کے خزائن اور اس کی پیداوار اور اس کی فراخ عیشی کا سامان مانگ لیتے لیکن آپ یہی فرمایا کرتے کہ مجھ کو دنیا سے کیا علاقہ میرے اولوالعزم پیغمبر بھائیوں نے اس سے زیادہ سخت حالت پر صبر کیا اور اپنی اسی حالت پر گذر گئے۔

(وصل پانزدہم' آپ کی خشیت و مجاہدہ میں)

وَکَانَ شَدِیْدَ الرَّهْبَةِ فِیْ ذَاتِ اللّٰهِ حَتّٰی قَالَ لَوَدِدْتُّ اَنِّیْ لَشَجَرَةٌ تُعْضَدُ وَکَانَ یُصَلِّیْ حَتّٰی یَرِمَ قَدَمَاهُ فَقَالَ رَبُّهٗ تَعَالٰی وَتَقَدَّسَ رَحْمَةً لَهٗ طٰهٰ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰی اَیْ لِتُتْعِبَ نَفْسَكَ وَکَانَ یُصَلِّیْ وَلِجَوْفِهٖ اَزِیْزٌ کَاَزِیْزِ

اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرتے تھے یہاں تک کہ آپ نے فرمایا[1] کہ کاش میں ایک درخت ہو جاتا جو کاٹ دیا جاتا اور آپ اس قدر (نفل) نماز پڑھتے تھے کہ قدم مبارک ورم کر جاتے اس پر حق تعالیٰ و تقدس نے براہ ترحم فرمایا طٰهٰ الخ یعنی ہم نے آپ پر قرآن مجید اس لیے نازل نہیں فرمایا کہ آپ مشقت میں پڑیں' اور آپ نماز پڑھتے اور آپ کے

---

(۱) راجح یہ ہے کہ یہ قول ابوذر رضی اللہ عنہ کا ہے حضور ﷺ کا نہیں ہے مگر مدعا کچھ اسی روایت پر موقوف نہیں' دوسری احادیث میں نص ہے انی اخشاکم للّٰہ واتقاکم للّٰہ ونحو ذٰلک۔

الْمِرْجَلِ کَذَا رَوَاہُ عَبْدُ اللّٰہِ بْنَ الشِّخِّیْرِ وَکَانَ مُتَوَاصِلَ الْاَحْزَانِ لَیْسَ لَہٗ رَاحَۃٌ وَیَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ تَعَالٰی فِی الْیَوْمِ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً اَوْ مِائَۃَ مَرَّۃٍ اَقُوْلُ کَانَ تَعْلِیْمًا لِاُمَّتِہٖ اَوْ لِطَلَبِ مَغْفِرَۃٍ لِاُمَّتِہٖ اَوْ لِاَنَّہٗ کَانَ خَائِضًا فِیْ بَحْرِ الْقُرْبِ وَالْعِرْفَانِ وَکَانَ یَتَرَقّٰی سَاعَۃً فَسَاعَۃً لِاَنَّہٗ لَا تَکْرَارَ لِلتَّجَلِّیْ وَالتَّجَلِّیْ عَلٰی حَسْبِ اِسْتِعْدَادِ الْمُتَجَلّٰی لَہٗ وَاِسْتِعْدَادُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ مُتَزَائِدًا اٰنًا فَاٰنًا فَاِذَا رَاٰی الْمَرْتَبَۃَ اللَّاحِقَۃَ عَالِیًا یَعُدُّ نَفْسَہٗ فِی التَّقْصِیْرِ فِی الْمَرْتَبَۃِ السَّابِقَۃِ اَلَمْ تَسْمَعْ اَنَّ حَسَنَاتِ الْاَبْرَارِ سَیِّاٰتُ الْمُقَرَّبِیْنَ۔

سینہ میں ہنڈیا کا سا جوش (مسموع) ہوتا تھا اسی طرح عبداللہ بن شخیر نے روایت کیا ہے اور آپ برابر مغموم رہتے تھے کسی وقت آپ کو چین نہ تھا (یہ کیفیت فکر آخرت سے تھی) اور دن بھر میں ستر بار یا سو بار استغفار فرماتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ یا تو تعلیم امت کے لیے تھا یا خود امت کے لیے مغفرت طلب کرنا مقصود تھا یا یہ وجہ تھی کہ آپ دریائے قرب و عرفان میں مستغرق تھے اور آناً فاناً ترقی فرماتے رہتے تھے کیونکہ تجلیات متجدد ہوتی رہتی ہیں اور تجلی حسب استعداد محل تجلی کے ہوتی ہے اور آپ کی استعداد برابر متزاید ہوتی جاتی تھی (اس لیے تجلیات بھی لا تقف عند حد فائض ہوتی تھیں) پس جب مرتبہ مابعد کو عالی دیکھتے تھے تو اپنے کو مرتبہ ماقبل کے اعتبار سے تقصیر کی طرف منسوب فرماتے تھے کیا تم نے سنا نہیں کہ نیکوں کے حسنات مقربین کی سیئات ہوتی ہیں۔

(وصل شانزدہم' آپ کے حسن و جمال میں)

وَرَوَی التِّرْمِذِیُّ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی مَا بَعَثَ نَبِیًّا اِلَّا حَسَنَ الصَّوْتِ حَسَنَ الْوَجْہِ وَکَانَ نَبِیُّکُمْ اَحْسَنَہُمْ وَجْھًا وَاَحْسَنَہُمْ صَوْتًا اَقُوْلُ وَاَمَّا عَدَمُ تَعَشُّقِ الْعَوَامِّ عَلَیْہِ کَمَا کَانَ عَلٰی

اور ترمذی نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے' انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا جو خوش آواز اور خوش رُو نہ ہو اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم صورت شکل میں بھی اور آواز میں ان سب سے احسن تھے۔ میں کہتا ہوں کہ (باوجود ایسے حسن و جمال کے) عام لوگوں کا

يُوْسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَلِغَيْرَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى حَتّٰى لَمْ يُظْهِرْ جَمَالَهٗ كَمَا هُوَ عَلٰى غَيْرِهٖ كَمَا اَنَّهٗ لَمْ يُظْهِرْ جَمَالَ يُوْسُفَ كَمَا هُوَ اِلَّا عَلٰى يَعْقُوْبَ اَوْ زَلِيْخَا۔

آپ پر اس طور پر عاشق نہ ہوتا جیسا حضرت یوسف علیہ السلام پر عاشق ہوا کرتے تھے بسبب غیرت الٰہی کے ہے کہ آپ کا جمال جیسا تھا غیروں پر ظاہر نہیں کیا جیسا خود حضرت یوسف علیہ السلام کا جمال بھی جس درجہ کا تھا وہ بجز حضرت یعقوب علیہ السلام یا زلیخا کے اوروں پر ظاہر نہیں کیا۔

(وصل ہفدہم' آپ کے رفق و تواضع و پاکیزگی طبیعت میں)

وَكَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلِيْمًا وَلَمْ يَكُنْ سَابًّا وَّلَا فَحَّاشًا وَلَا لَعَّانًا وَّكَانَ يَرْكَبُ الْحِمَارَ فِيْ سَيْرٍ قَرِيْبٍ وَالرَّاحِلَةَ فِيْ بَعِيْدٍ وَالْبَغْلَةَ فِيْ مَعَارِكِ الْحَرْبِ وَالْخَيْلَ لِاِجَابَةِ الصَّارِخِ وَكَانَ يَبْسُطُ وَجْهَهٗ لِلْكَافِرِ وَالْعَدُوِّ رِجَاءَ ائْتِلَافِهٖ وَيَصْبِرُ لِلْجَاهِلِ وَيَتَوَلّٰى فِيْ مَنْزِلِهٖ مَهْنَةَ اَهْلِهٖ وَيَتَسَمَّتُ فِيْ مَلَائِهٖ حَتّٰى لَا يَبْدُوَ مِنْهُ شَيْءٌ مِّنْ اَطْرَافِهٖ وَقَدْ وَسِعَ النَّاسَ بِشْرُهٗ وَعَدْلُهٗ وَلَا يَسْتَفِزُّهُ الْغَضَبُ وَلَا يُبْطِنُ عَلٰى جُلَسَائِهٖ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَائِنَةُ الْاَعْيُنِ فَكَيْفَ بِخَائِنَةِ الْقَلْبِ وَكَانَ حَبِيْبُنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعْصُوْمًا فِيْ

اور آپ نہایت حلیم تھے اور نہ کسی کو دشنام دیتے تھے نہ سخت بات فرماتے تھے نہ لعنت کی بددعا دیتے تھے اور نزدیک جگہ جانے میں دراز گوش (گدھے) پر سوار ہوتے تھے اور دور جانے میں ناقہ پر اور معرکہ حرب میں خچر پر اور کسی مدد چاہنے والے کی پکار پر گھوڑے پر سوار ہوتے (تاکہ جلدی پہنچ جائیں اور معرکہ میں کمال ہے ثابت قدم رہنا اس لیے گھوڑے کی ضرورت نہیں سمجھی بلکہ ایسا جانور اختیار کیا کہ وہ بھاگنے میں کم ہو یعنی خچر اور باقی معمولی حالات میں تواضع کی صورت اختیار فرمائی یعنی دراز گوش کی سواری اور سفر دراز میں جفاکش جانور کی ضرورت تھی (وہ شتر ہے) اور آپ کافر اور دشمن سے بھی اس کی تالیف قلب کی توقع پر کشادہ روئی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ اور جاہل کی (بے تمیزی کی) بات پر صبر فرماتے اور اپنے گھر میں آکر گھر والوں کے کام کا انتظام فرماتے اور چادر اوڑھنے میں بہت اہتمام فرماتے کہ اس میں سے ہاتھ پاؤں کچھ

اَحْوَالِهٖ وَاَقْوَالِهٖ وَاَفْعَالِهٖ عَنِ الْكَبَائِرِ وَالصَّغَائِرِ عِنْدَ الْمُحَقِّقِيْنَ وَلَا يَصِحُّ مِنْهُ خُلْفٌ وَاضْطِرَابٌ لَا فِيْ عَمَدٍ وَلَا فِيْ سَهْوٍ وَلَا صِحَّةٍ وَلَا مَرَضٍ وَلَا جِدٍّ وَلَا مَزْحٍ وَلَا رِضًى وَلَا غَضَبٍ۔

ظاہر نہ ہو (غالباً بیٹھنے کی حالت میں ایسا ہوتا ہوگا) اور آپ کی کشادہ روئی اور انصاف سب کے لیے عام تھا اور غصہ آپ کو بیتاب نہیں کرتا تھا اور اپنے جلیسوں سے کوئی بات (خلاف ظاہر) دل میں نہ رکھتے تھے اور آنکھوں کی خیانت (یعنی وزدیدہ نظر) آپ میں نہ تھی تو قلب کی خیانت کا تو کیا احتمال ہے اور آپ تمام احوال و اقوال و افعال میں کبائر سے اور محققین کے نزدیک صغائر سے بھی معصوم تھے اور آپ سے کسی قسم کی وعدہ خلافی یا حق سے جنبش کا صدور ممکن ہی نہ تھا نہ قصداً نہ سہواً نہ صحت میں نہ مرض میں نہ واقعی مراد لینے میں نہ خوش طبعی میں نہ خوشی میں نہ غضب میں۔

(وصل ہشدہم' آپ کے اعتدال تزئین میں)

وَكَانَ لِحَبِيْبِنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ قَدِمَ مَكَّةَ اَرْبَعُ غَدَائِرَ رَوَاهُ اُمُّ هَانِئٍ فَكَانَ يَسْدُلُ شَعْرَهٗ اَوَّلًا ثُمَّ فَرَقَ رَأْسَهٗ وَفِيْ رِوَايَةٍ كَانَ يَتَرَجَّلُ غِبًّا وَسُئِلَ اَنَسٌ عَنْ خِضَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَمْ يَبْلُغْ ذٰلِكَ اِنَّمَا كَانَ شَيْئًا فِيْ صُدْغَيْهِ وَلٰكِنْ اَبُوْ بَكْرٍ خَضَبَ بِالْحِنَا وَالْكَتَمِ وَفِيْ رِوَايَةٍ كَانَ شَيْبُهٗ اَحْمَرَ وَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُقَيْلٍ رَاَيْتُ شَعْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

اور آپ ﷺ جس روز مکہ مکرمہ میں تشریف لائے ہیں (یعنی یوم فتح مکہ میں) اس روز آپ کے سر کے بال چار حصے ہو رہے تھے روایت کیا اس کو ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اور آپ شروع میں اپنے بالوں کو بے مانگ نکالے جمع کر لیا کرتے تھے پھر آپ مانگ نکالنے لگے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ایک روز ناغہ کر کے کنگھا کیا کرتے تھے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آپ کے خضاب کے متعلق پوچھا گیا' انہوں نے کہا کہ آپ حد خضاب تک ہی نہ پہنچے تھے (یعنی آپ کے اتنے بال سفید ہی نہ ہوئے تھے) بس تھوڑی سی سفیدی دونوں کنپٹیوں (یعنی ہر دو جانب راس) میں ہوئی تھی لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مہندی اور نیل کا خضاب کیا ہے (یعنی

مَخْضُوْبًا عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ كَانَ
يَكْتَحِلُ قَبْلَ اَنْ يَنَامَ ثَلَاثًا فِيْ
كُلِّ عَيْنٍ وَكَانَ يُحِبُّ الثَّوْبَ
الْاَبْيَضَ وَالْقَمِيْصَ وَكُمُّهٗ اِلَى
الرُّسْغِ وَكَانَ يُحِبُّ الْحِبَرَ وَكَانَ
يَلْبَسُ مِرْطَ شَعْرٍ اَسْوَدَ وَقَدْ لَبِسَ
جُبَّةً رُوْمِيَّةً ضَيِّقَةَ الْكُمَّيْنِ وَلَبِسَ
خُفَّيْنِ اَسْوَدَيْنِ سَاذَجَيْنِ وَمَسَحَ
عَلَيْهِمَا وَكَانَ فِيْ نَعْلَيْهِ قِبَالَانِ
مُثَنًّى شِرَاكُهُمَا وَكَانَ يَلْبَسُ
النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ الَّتِيْ لَيْسَ فِيْهَا
شَعْرٌ وَيَتَوَضَّأُ فِيْهَا رَوَاهُ ابْنُ عُمَرَ
وَكَانَ يُصَلِّيْ فِيْ نَعْلَيْنِ
مَخْصُوْفَتَيْنِ وَاتَّخَذَ خَاتِمًا مِّنْ
فِضَّةٍ وَكَانَ يَخْتِمُ بِهٖ وَلَا يَلْبَسُهٗ
كَمَا رَوَاهُ ابْنُ عُمَرَ وَقَالَ اَنَسٌ
كَانَ فَصُّهٗ حَبَشِيًّا وَقَدْ ذُكِرَ فِيْ
شُرُوْحِ الْبُخَارِيِّ اَنَّهٗ كَانَ حَجَرًا
مِّنْ بِلَادِ الْحَبَشَةِ اَوْ عَلٰى لَوْنِ
الْحَبَشَةِ وَكَانَ جَزْعًا اَوْ عَقِيْقًا
وَرُوِيَ عَنْهُ اَيْضًا اَنَّ خَاتَمَ رَسُوْلِ
اللّٰهِ كَانَ مِنْ فِضَّةٍ وَفَصُّهٗ مِنْهُ
وَفِيْ رِوَايَةٍ مِنْهُ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى
بَيَاضِهٖ فِيْ كَفِّهٖ اَقُوْلُ اِخْتِلَافُ
الرِّوَايَاتِ بِحَسَبِ اِخْتِلَافِ

ایسی ترکیب سے کہ بال سیاہ نہ ہوں) اور ایک
روایت میں ہے کہ آپ کے بالوں کا پکنا سرخ رنگ
کا تھا (یعنی سیاہ سے سرخ ہو گئے تھے سفید نہ ہوئے
تھے) اور عبداللہ بن عقیل ؓ کہتے ہیں کہ میں نے
رسول اللہ ﷺ کا موئے مبارک حضرت انس ؓ
کے پاس خضاب کیا ہوا دیکھا (محققین کے نزدیک
ان روایات میں تطبیق یہ ہے کہ آپ کے بال پکنے
تو لگے تھے مگر بہت کم پکے تھے سو بعضے سرخ ہوں
گے اور بعض سفید لیکن آپ نے قصداً ان کو
خضاب نہیں لگایا لیکن آپ کی عادت اکثر اوجاع
وغیرہ میں مہندی رکھ دینے کی تھی ایسا اتفاق ہوا ہو
گا اس سے وہ سفید بال رنگین ہو گئے اب سب
روایات جمع ہو گئیں، واللہ اعلم) اور حضرت ابن
عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ
سونے سے قبل ہر آنکھ میں تین تین سلائی سرمہ کی
ڈالتے تھے اور آپ سفید کپڑے کو اور کرتہ کو پسند
کرتے تھے اور آپ کی آستین گٹے تک ہوتی تھی
اور آپ چادر یمانی کو پسند فرماتے تھے اور (کبھی)
بالوں کی سیاہ چادر (بھی) پہنتے تھے اور (ایکبار) رومی
جبہ تنگ آستین کا (بھی) پہنا ہے (اس سے تشبہ
ممنوع لازم نہیں آتا کیونکہ یہ ثابت نہیں کہ وہ
لباس اہل روم کا خاص تھا، رومی ہونا باعتبار ساخت
کے ہے) اور آپ نے سیاہ سادہ چرمی موزے (بھی)
پہنے ہیں اور ان پر (وضو میں) مسح فرمایا ہے اور آپ
کے نعلین شریفین میں انگلیوں میں پہننے کے دو دو

الْحالَاتِ فَتَدَرَّبْ دَعِ الْخِلَافَ وَكَانَ نَقْشُهٗ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ مُحَمَّدٌ سَطْرٌ وَرَسُوْلٌ سَطْرٌ وَاللّٰهِ سَطْرٌ رَوَاهُ اَنَسٌ وَاِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ نَزَعَ خَاتَمَهٗ وَكَانَ يَلْبَسُهٗ فِيْ يَمِيْنِهٖ صَحَّحَهُ الْبُخَارِيُّ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ وَقَالَ اَنَسٌ وَجَابِرٌ وَابْنُ عَبَّاسٍ كَانَ يَتَخَتَّمُ فِيْ يَمِيْنِهٖ وَكَانَ سَيْفُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَنَفِيًّا وَقَبِيْعَتُهٗ فِضَّةٌ وَّلَبِسَ دِرْعَيْنِ يَوْمَ اُحُدٍ وَمِغْفَرًا يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَكَانَ اِذَا اعْتَمَّ سَدَلَ عِمَامَتَهٗ بَيْنَ كَتِفَيْهِ وَثَبَتَ فِيْ كُتُبِ السِّيَرِ بِرِوَايَاتٍ صَحِيْحَةٍ اَنَّهٗ كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرْخِيْ عِلَاقَتَهٗ اَحْيَانًا بَيْنَ كَتِفَيْهِ وَاَحْيَانًا يَلْبَسُ الْعِمَامَةَ بِغَيْرِ عِلَاقَةٍ وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ كَانَ يَلْبَسُ الْقَلَانِسَ تَحْتَ الْعِمَامَةِ وَيَلْبَسُ الْعِمَامَةَ بِغَيْرِ الْقَلَانِسِ وَكَانَ لَهٗ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ وَكَانَ يَأْتَزِرُ اِلٰى اَنْصَافِ سَاقَيْهِ وَرَخَّصَ اِلٰى اَسْفَلَ وَلٰكِنْ قَالَ لَا حَقَّ لِلْاِزَارِ فِي الْكَعْبَيْنِ وَاِذَا جَلَسَ اِحْتَبٰى

تسمے تھے (ایک انگوٹھے اور سبابہ کے درمیان میں اور ایک وسطی اور اس کی پاس والی کے درمیان میں) اور ایک پشت پر کا تسمہ بھی دوہرا تھا اور آپ بالوں سے صاف کئے ہوئے چمڑے کے نعلین پہنتے تھے اور وضو کر کے ان میں پاؤں بھی رکھ لیتے۔ روایت کیا اس کو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اور آپ (گاہ گاہ) گٹھے ہوئے نعلین میں نماز (بھی) پڑھ لیتے (کیونکہ وہ پاک ہوتے تھے اور اس وقت عرف میں یہ خلاف ادب نہ ہو گا) اور آپ نے چاندی کی انگشتری بنوائی تھی اور اس سے مہر لگاتے تھے۔ اور (التزام و دوام کے ساتھ) پہنتے نہ تھے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کیا ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ اس کا نگین حبشہ کا تھا۔ شروح بخاری میں مذکور ہے کہ ملک حبشہ کا ایک پتھر تھا یا اس کا رنگ حبشیوں کا سا (یعنی سیاہ) تھا اور وہ مہرۂ یمانی یا عقیق تھا اور ان سے یہ بھی روایت ہے کہ آپ کی انگشتری چاندی کی تھی اور اس کا نگین اسی کا تھا (میرے نزدیک نگین سے مراد خانہ نگین ہے یعنی نگین رکھنے کا حلقہ اور کسی چیز سونے وغیرہ کا نہ تھا جیسا کہ بعض بنوا لیتے ہیں) اور ان ہی سے ایک روایت میں ہے گویا اس کی سفیدی (اور چمک) آپ کے ہاتھ میں اس وقت میری نظر میں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ان روایات کا اختلاف باعتبار اختلاف حالات کے ہے۔ خوب بصیرت حاصل کر لو اور خلاف کو چھوڑ دو اور

بِیَدِہٖ وَاسْتَلْقٰی فِی الْمَسْجِدِ وَاضِعًا اِحْدٰی رِجْلَیْہِ عَلَی الْاُخْرٰی عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ رَاَیْتُہٗ مُتَّکِئًا عَلٰی وِسَادَۃٍ عَلٰی یَسَارِہٖ وَرَوَاہُ اَنَسٌ وَعَلَیْہِ ثَوْبٌ قُطْرِیٌّ قَدْ تَوَشَّحَ بِہٖ فَصَلّٰی بِھِمْ۔

اس انگشتری پر یہ منقوش تھا محمد رسول اللہ' اس طرح سے کہ محمد (ﷺ) ایک سطر اور رسول ایک سطر اور اللہ ایک سطر' روایت کیا اس کو حضرت انس بڑائتہ نے اور جب آپ بیت الخلا میں جاتے تو انگشتری نکال دیتے اور اس کو (جب پہنتے تو) داہنے ہاتھ میں پہنتے۔ امام بخاری رحمتہ نے اپنی صحیح میں اس کو حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے اور حضرت انس اور حضرت جابر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا ہے کہ آپ داہنے ہاتھ میں انگشتری پہنتے تھے اور آپ کی تلوار قبیلہ بنی حنیفہ کی ساخت کی تھی اور اس کی موٹھ کی گھنڈی (یعنی تلوار پکڑنے میں جس جگہ پر ہاتھ رہتا ہے اس کے سرے پر جو روک ہوتی ہے وہ) چاندی کی تھی (چونکہ وہ ہاتھ سے جدا رہتی ہے اس لیے چاندی کی درست ہے) اور جنگ اُحد میں آپ دو زرہیں اور فتح مکہ کے روز آپ خود (یعنی آہنی کلاہ) پہنے ہوئے تھے اور آپ جب عمامہ باندھتے تھے تو اس کو دونوں شانوں کے درمیان میں چھوڑ لیتے تھے اور کتب سیر میں بروایات صحیحہ ثابت ہے کہ آپ کبھی شملہ دونوں شانوں کے درمیان چھوڑتے تھے اور کبھی بے شملہ عمامہ باندھتے تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ کبھی کلاہ بدون عمامہ کے اور کبھی عمامہ بدون[1] کلاہ کے پہن لیتے اور آپ کے پاس ایک سیاہ عمامہ تھا اور آپ نصف ساق تک لنگی باندھتے تھے اور اجازت اس سے نیچے بھی دی ہے مگر یہ فرما دیا ہے کہ ازار کا ٹخنوں میں کچھ حق نہیں (یعنی ٹخنے سے نہ لگنا چاہیے) اور آپ جب بیٹھتے تھے تو زانو کے گرد ہاتھوں کا حلقہ بنا لیتے اور آپ مسجد میں ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھ کر چت لیٹے تھے۔ حضرت جابر بن سمرہ بڑائتہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ کو بائیں کروٹ پر ایک تکیہ کا سہارا لگائے ہوئے بیٹھے دیکھا ہے اور حضرت انس

---

(۱) اور چونکہ ایک روایت میں اس کی ممانعت آئی ہے اس لیے اس کو کسی خاص حالت عذر وغیرہ پر محمول کیا جائے گا۔

ﷺ نے آپ کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ پر ایک کپڑا قطری تھا کہ اس کو بغل کے نیچے سے نکال کر کندھے پر ڈال رکھا تھا اور لوگوں کو (اسی طرح) نماز پڑھائی۔ (قطر ایک قریہ ہے بحرین کے علاقہ میں وہاں سے چادریں آتی ہیں' ان کا کپڑا موٹا ہوتا ہے)

(وصل نوزدہم' تتمہ وصل ہشتم و سیزدہم میں)

وَعَنْهُ اِذَا اَكَلَ طَعَامًا لَعِقَ اَصَابِعَهُ الثَّلٰثَ عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ اَنَّهٗ قَالَ اَمَّا اَنَا فَلَا اٰكُلُ مُتَّكِئًا وَكَانَ یَاْكُلُ بِاَصَابِعِهِ الثَّلٰثِ وَیَلْعَقُهُنَّ وَكَانَ اَكْثَرُ خُبْزِهٖ خُبْزَ الشَّعِیْرِ وَمَا اَكَلَ عَلٰی خِوَانٍ قَطُّ وَلَا سُكُرُّجَةٍ بَلْ عَلَی السُّفَرِ وَلَا خُبِزَ لَهٗ مُرَقَّقٌ وَعَنْ عَائِشَةَ كَانَ یُحِبُّ الْخَلَّ وَالزَّیْتَ وَالْحَلْوَاءَ وَالْعَسَلَ وَالدُّبَّاءَ وَاَكَلَ لَحْمَ الدُّجَاجِ وَالْحُبَارٰی وَالشَّاةِ وَالْاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَیُحِبُّ الثَّرِیْدَ وَیَاْكُلُ الْفِلْفِلَ وَالتَّوَابِلَ وَاَكَلَ الْبُسْرَ وَالرُّطَبَ وَالتَّمْرَ وَالسِّلْقَ وَالْحَیْسَ وَكَانَ یُعْجِبُهُ الثُّفْلُ یَعْنِیْ مَا بَقِیَ مِنَ الطَّعَامِ وَقَالَ بَرَكَةُ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ قَبْلَهٗ وَالْوُضُوْءُ بَعْدَهٗ اَیْ غَسْلُ الْاَیْدِیْ اِطْلَاقًا لِلْكُلِّ عَلَی الْجُزْءِ كَذَا قَالُوْا وَكَانَ یَاْكُلُ

اور انہیں سے روایت ہے کہ جب آپ کھانا کھاتے تھے تو اپنی تینوں انگلیوں سے کھاتے تھے اور ان کو (کھانے کے بعد) چاٹ لیتے تھے اور اکثر آپ ﷺ کی غذا جو کی روٹی ہوتی تھی اور آپ نے چوکی (میز) پر کبھی کھانا نہیں کھایا اور نہ کبھی تشتری میں کھایا بلکہ دسترخوان پر کھاتے تھے اور کبھی آپ کے لیے چپاتی نہیں پکائی گئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ سرکہ کو اور روغن زیتون کو اور شیریں چیز کو اور شہد کو اور کدو کو پسند کرتے تھے اور آپ نے مرغ کا اور سرخاب کا اور بکری کا اور اونٹ کا اور گائے کا گوشت کھایا ہے اور آپ ثرید کو (یعنی شوربے میں توڑی ہوئی روٹی کو) پسند کرتے تھے اور آپ فلفل اور مصالح بھی کھاتے تھے اور آپ نے خرمائے نیم پختہ تازہ اور خرمائے خشک اور چقندر اور حیس (یعنی کھجور اور گھی اور پنیر کا مالیدہ بھی) کھایا ہے اور آپ کو کھرچن خوش معلوم ہوتی تھی اور آپ نے فرمایا ہے کہ برکت طعام کی اس میں ہے کہ کھانے سے پہلے بھی ہاتھ دھوئے اور کھانے کے بعد بھی دھوئے

الْقِثَّاءَ بِالرُّطَبِ كَمَا رَوَاهُ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ وَرَوَتْ عَائِشَةُ اَنَّهٗ كَانَ يَاْكُلُ الْبِطِّيْخَ بِالرُّطَبِ وَيَقُوْلُ يُكْسَرُ حَرُّ هٰذَا بِبَرْدِ هٰذَا وَكَانَ اَحَبُّ الشَّرَابِ اِلَيْهِ الْحُلْوَ الْبَارِدَ وَيَشْرَبُ النَّبِيْذَ وَاللَّبَنَ وَالْمَاءَ فِيْ قَدَحٍ كَانَ لَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَشَبٍ غَلِيْظًا مُضَبَّبًا بِحَدِيْدٍ وَقَالَ لَيْسَ شَيْئٌ يُجْزِئُ مَكَانَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ غَيْرَ اللَّبَنِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ شَرِبَ مَاءَ زَمْزَمَ قَائِمًا وَرَوٰى عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدًا وَقَائِمًا وَاِذَا شَرِبَ تَنَفَّسَ مَرَّتَيْنِ وَزَادَ الْبُخَارِيُّ اَوْ ثَلَاثًا وَكَانَ اِذَا اَخَذَ مَضْجِعَهٗ وَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنٰى تَحْتَ خَدِّهِ الْاَيْمَنِ رَوَاهُ بَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ وَاِذَا نَامَ نَفَخَ رَوَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعَنْ عَائِشَةَ كَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ يَنَامُ عَلَيْهِ مِنْ اَدَمٍ حَشْوُهٗ لِيْفٌ وَقَالَتْ حَفْصَةُ كَانَ فِرَاشُهٗ مِسْحًا نَثْنِيْهِ ثَنْتَيْنِ فَيَنَامُ عَلَيْهِ وَعَنْ اَنَسٍ كَانَ

اور آپ ککڑی خرما کے ساتھ کھاتے تھے جیسا کہ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روایت کیا ہے کہ آپ تربوز خرمے کے ساتھ کھاتے اور فرماتے کہ اس کی گرمی کا اس کی سردی سے تدارک ہو جاتا ہے اور پانی آپ کو وہ پسند تھا جو شیریں ہو اور سرد ہو اور آپ خرما تر کر کے اس کا زلال اور دودھ اور پانی سب ایک ہی پیالہ میں پیا کرتے تھے جو لکڑی کا موٹا سا بنا ہوا تھا اور اس میں لوہے کے پترے لگے تھے اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ دودھ کے سوا کوئی ایسی چیز نہیں جو کھانے اور پینے دونوں کا کام دے سکے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے کہ آپ نے زمزم کا پانی کھڑے ہو کر نوش فرمایا اور عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے جد سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو کھڑے اور بیٹھے دونوں طرح پانی پیتے ہوئے دیکھا ہے اور جب آپ پانی پیتے تھے تو (درمیان میں) دو بار سانس لیتے تھے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی روایت میں اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ یا تین بار سانس لیتے تھے اور آپ جب اپنی خوابگاہ پر جاتے اپنا داہنا ہاتھ اپنے رخسارہ کے نیچے رکھتے' روایت کیا اس کو براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے اور جب آپ سوتے تو آواز سے سوتے' روایت کیا اس کو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے

يَعُوْدُ الْمَرِيْضَ وَيَشْهَدُ الْجَنَازَةَ وَيَرْكَبُ الْحِمَارَ وَيُجِيْبُ دَعْوَةَ الْعَبْدِ وَكَانَ يَوْمَ بَنِيْ قُرَيْظَةَ عَلٰى حِمَارٍ مَخْطُوْمٍ بِحَبْلٍ مِّنْ لِيْفٍ عَلَيْهِ اِكَافٌ يَقْعُدُ عَلَى الْاَرْضِ وَيَحْلِبُ شَاتَهٗ وَيَقُوْلُ لَوْ دُعِيْتُ اِلٰى ذِرَاعٍ لَاَجَبْتُ وَحَجَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَحْلٍ رَثٍّ وَعَلَيْهِ قَطِيْفَةٌ لَا تُسَاوِيْ اَرْبَعَةَ دَرَاهِمَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا لَا رِيَاءَ فِيْهِ وَلَا سُمْعَةَ عَنْ عَائِشَةَ وَكَانَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَيُثِيْبُ عَلَيْهَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ اَتَتْ عَلَيَّ ثَلٰثُوْنَ مِنْ بَيْنِ لَيْلَةٍ وَيَوْمٍ وَمَالِيْ طَعَامٌ يَّاْكُلُهٗ ذُوْكَبِدٍ اِلَّا شَيْئٌ يُّوَارِيْهِ اِبْطُ بِلَالٍ رَوَاهُ اَنَسٌ وَقَالَ لَمْ يَجْتَمِعْ عِنْدَهٗ غَدَاءٌ وَلَا عَشَاءٌ مِّنْ خُبْزٍ وَلَحْمٍ اِلَّا عَلٰى ضَفَفٍ۔

مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا بستر جس پر آپ سوتے تھے چمڑے کا تھا اس کے اندر پوست خرما بھرا تھا اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہے کہ آپ کا بستر ایک کمبل تھا ہم اس کو دوہرا کر دیا کرتے اور آپ اس پر سویا کرتے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ مریضوں کی عیادت فرماتے تھے اور جنازہ میں شریک ہوتے تھے اور دراز گوش (گدھے) پر سوار ہوتے تھے اور غلام تک کی دعوت قبول کر لیتے تھے اور غزوہ بنی قریظہ میں آپ ایک دراز گوش پر سوار تھے جس کا لگام پوست خرما کی رسی کا تھا اور پوست خرما ہی کا بنا ہوا اس کا پالان تھا اور ان سے ایک روایت ہے کہ آپ زمین پر بیٹھ جایا کرتے تھے اور اپنی بکری کا دودھ نکال لیا کرتے اور فرمایا کرتے تھے کہ اگر بکری کا دست کھلانے کے لیے میری دعوت کی جائے تو منظور کر لوں اور رسول اللہ ﷺ نے ایک پرانے پالان پر حج کیا ہے اور اس پالان پر ایک کملی تھی جو چار درہم (ایک روپیہ) کی بھی نہ تھی اس پر یہ دعا کرتے تھے کہ اے اللہ اس کو ایسا حج (مبرور) بنایئے جس میں نمائش اور قصد شہرت نہ ہو اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ہدیہ قبول فرماتے اور اس پر عوض (بدلہ) بھی دیتے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجھ پر (ایک بار) تیس رات دن اس حالت میں گذرے ہیں کہ میرے پاس کوئی کھانے کی چیز نہ تھی جس کو کوئی جاندار کھا سکے بجز اتنی مقدار قلیل کے جو بلال رضی اللہ عنہ کی بغل میں آجاتا تھا' روایت کیا اس کو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا کہ

آپ کے پاس کبھی گوشت روٹی کی قسم سے صبح کا یا شام کا کھانا جمع نہیں ہوا بجز اس کے کہ کھانے سے کھانے والے ہی زیادہ ہوئے۔

(وصل بستم' آپ کی وفات شریف میں)

وَعَنْهُ قَالَ اٰخِرُ نَظْرَةٍ نَظَرْتُهَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَالَ كَشْفِ السِّتَارَةِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ فَنَظَرْتُ اِلٰی وَجْهِهٖ كَاَنَّهٗ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ وَاَنَّ اَبَا بَكْرٍ قَبَّلَ النَّبِيَّ بَعْدَ مَا مَاتَ فَوَضَعَ فَمَهٗ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰی سَاعِدَيْهِ وَقَالَ وَانَبِيَّاهُ وَاصَفِيَّاهُ وَاخَلِيْلَاهُ وَرَوٰی سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ فَمَكَثَ ذٰلِكَ الْيَوْمَ وَلَيْلَةَ الثُّلَاثَاءِ وَيَوْمَ الثُّلَاثَاءِ وَدُفِنَ مِنَ اللَّيْلِ يُسْمَعُ صَوْتُ الْمَسَاحِيْ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ وَقَالَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَدُفِنَ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ اَقُوْلُ الصَّحِيْحُ اَنَّهٗ دُفِنَ لَيْلَةَ الْاَرْبَعَاءِ۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ آخری زیارت جو مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوئی وہ اس طرح کہ آپ نے (مرض وفات میں) دو شنبہ کے دن پردہ اٹھا کر دیکھا اس وقت میں نے آپ کا چہرۂ مبارک دیکھا جیسے قرآن مجید کا ورق (پاک صاف) ہوتا ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کا بوسہ لیا' اپنا منہ تو آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان رکھا اور ہاتھوں کو آپ کی کلائیوں پر رکھا اور یہ الفاظ کہے ہائے نبی ہائے صفی ہائے خلیل اور سفیان بن عیینہ جعفر بن محمد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شنبہ کے روز وفات فرمائی سو اس دن اور سہ شنبہ کی شب اور سہ شنبہ کے دن آپ کے دفن میں (بوجہ غلبہ غم و حیرت در بعضے امور و انتظام اجتماع مسلمین) توقف ہوا پھر شب کو آپ دفن کیے گئے کہ آخر شب میں پھاوڑوں کی آوازیں کھودنے کی حالت میں سنی جاتی تھیں اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ دو شنبہ کو وفات ہوئی اور شب سہ شنبہ میں دفن کیے گئے اور ابو عیسیٰ ترمذی نے اس روایت کو غریب (یعنی متفرد) کہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ صحیح یہی ہے کہ آپ شب چہار شنبہ میں دفن ہوئے۔

(وصل بست و یکم، تتمہ وصل ہفتم میں)

قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنِيْ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ وَاِنِّيْ اَبِيْتُ يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ وَيَسْقِيْنِيْ وَاِنِّيْ لَا اَنْسٰى وَلٰكِنْ اُنَسّٰى وَاِنِّيْ اَرٰى مِنْ خَلْفِيْ كَمَا اَرٰى مِنْ اَمَامِيْ وَاِنَّهٗ كَانَ يَقْظَانَ الْقَلْبِ دَائِمًا وَفَوْتُ الْفَجْرِ لَيْلَةَ التَّعْرِيْسِ لِحِكْمَةٍ اِلٰهِيَّةٍ اِقْتَضَتْ اِظْهَارَ حُكْمِ الْقَضَاءِ عَلٰى اُمَّتِهٖ۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری آنکھیں سو جاتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا اور یہ بھی فرمایا کہ میں شب اس حالت میں بسر کرتا ہوں کہ میرا رب مجھ کو کھلا پلا دیتا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ مجھ کو نسیان نہیں ہوتا لیکن نسیان کرا دیا جاتا ہے (تاکہ اس کے متعلق احکام سنت قرار پائیں) اور یہ بھی فرمایا ہے کہ میں اپنے پیچھے سے بھی ایسا ہی دیکھتا ہوں جیسا اپنے آگے سے دیکھتا ہوں اور آپ ہمیشہ دل سے بیدار رہتے تھے اور (باوجود اس بیدار دلی کے) آپ کی نماز فجر کا قضا ہو جانا ایک حکمت الٰہی کے سبب سے تھا جو اس امر کو مقتضی ہوئی کہ قضا کا حکم امت پر ظاہر ہو جائے۔

(وصل بست و دوم، آپ کے مزاح میں)

قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَمْزَحُ وَلَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا فَكَانَ يُمَازِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَحْيَانًا لِتَطْيِيْبِ قُلُوْبِهِمْ كَقَوْلِهٖ لَاَحْمِلَنَّكَ عَلٰى ابْنِ النَّاقَةِ لِاَعْرَابِيٍّ وَلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَجُوْزٌ لِامْرَاَةٍ۔

اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں خوش طبعی تو کرتا ہوں مگر (اس میں بھی) بات سچ ہی کہتا ہوں سو آپ مومنین سے ان کا دل خوش کرنے کے لیے کبھی کبھی خوش طبعی بھی فرمایا کرتے تھے جیسے آپ نے ایک اعرابی سے (جس نے سواری کے لیے جانور مانگا تھا) فرمایا تھا کہ میں تجھ کو اونٹنی کے بچہ پر سوار کروں گا (وہ یہ سمجھا کہ تکلم کے وقت جو بچہ ہے اس پر سوار کرنا مراد ہے اسی لیے کہا کہ میں بچہ کو کیا کروں گا، آپ کے جواب سے معلوم ہو گیا کہ باعتبار ماضی کے جو بچہ تھا وہ مراد ہے) اور جیسے آپ نے ایک (بڑھیا) عورت سے فرمایا تھا کہ

جنت میں کوئی بڑھیا نہ جائے گی (اور وہ جب گھبرائی تب آپ کے جواب سے ظاہر ہو گیا کہ مطلب یہ ہے کہ جانے کے وقت کوئی بڑھیا نہ رہے گی سب جوان ہوں گی)۔

(وصل بست و سوم' تتمہ وصل ہفتم و بست و دوم میں)

وَكَانَ حَبِيْبُنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلَ الْاَنْبِيَاءِ وَخَتْمَ الْمُرْسَلِيْنَ وَمُنْتَهَى النَّبِيِّيْنَ وَعِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقْتَدِيْ بِهٖ فِي الْاَحْكَامِ۔

اور آپ ﷺ افضل الانبیاء اور خاتم المرسلین اور منتہی النبیین تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام احکام شرعیہ میں آپ کا اقتداء کریں گے۔

(وصل بست و چہارم' آپ کے بعض عوارض بشریت کے ظہور اور اس کی حکمت میں)

وَاَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاسٰى مِنَ الشَّدَائِدِ مَا يُقَاسِيْهِ الْاِنْسَانُ لِتَضَاعُفِ ثَوَابِهٖ وَتَصَاعُدِ دَرَجَاتِهٖ فَمَرِضَ وَاشْتَكٰى وَاَصَابَهُ الْحَرُّ وَالْقَرُّ وَاَدْرَكَهُ الْجُوْعُ وَالْعَطَشُ وَلَحِقَهُ الْغَضَبُ وَالضَّجَرُ وَنَالَهُ الْاِعْيَاءُ وَالتَّعَبُ وَالضَّعْفُ وَالْكِبَرُ وَسَقَطَ فَجُحِشَ وَشَجَّهُ الْكُفَّارُ يَوْمَ اُحُدٍ وَاَدْمَوْا قَدَمَيْهِ فِي الطَّائِفِ وَسُقِيَ السَّمُّ وَسُحِرَ وَتَدَاوٰى وَاحْتَجَمَ وَتَنَشَّرَ وَتَعَوَّذَ

اور آپ کو بھی مثل دوسرے انسانوں کے شدائد جھیلنے کا اتفاق ہوا ہے تاکہ آپ کا ثواب مضاعف ہو اور درجات بلند ہوں پس آپ کو مرض بھی ہوا درد وغیرہ کی شکایت بھی ہوئی اور آپ کو گرمی اور سردی کا بھی اثر ہوا اور بھوک پیاس بھی لگی اور آپ کو (موقع پر) غصہ اور انقباض بھی ہوا اور آپ کو ماندگی اور خستگی بھی ہوتی تھی اور کمزوری اور پیری بھی ہوئی اور سواری پر سے گر کر آپ کے خراش بھی ہو گیا اور جنگ اُحد کے دن کفار کے ہاتھ سے آپ کے چہرہ اور سر میں زخم بھی ہوا اور کفار طائف نے آپ کے قدم مبارک کو خون آلود بھی کیا اور آپ کو زہر بھی کھلایا گیا اور آپ پر جادو

وَقَضٰى نَحْبَهٗ وَلَحِقَ بِالرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى وَتَخَلَّصَ مِنْ دَارِ الْاِمْتِحَانِ وَالْبَلْوٰى وَلَقَدْ عَصَمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنِ الْاَعْدَاءِ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ حَتّٰى عَنْ بَدْرِ بْنِ قَمَّةَ يَوْمَ اُحُدٍ حِيْنَ رَمٰى بِحَجَرٍ فَشَجَّ وَجْنَتَهٗ وَدَخَلَتْ حَلْقَتَانِ مِنَ الْمِغْفَرِ فِيْهَا وَاَخَذَ عَلٰى اَبْصَارِ قُرَيْشٍ عِنْدَ خُرُوْجِهٖ اِلَى الثَّوْرِ وَاَمْسَكَ عَنْهُ سَيْفَ غُوْرِثَ وَحَجَرَ اَبِيْ جَهْلٍ وَفَرَسَ سُرَاقَةَ ابْنِ مَالِكٍ وَسِحْرَ لَبِيْدِ بْنِ اَعْصَمَ وَسَمَّ يَهُوْدِيَّةٍ وَفِي الْعِصْمَةِ وَالْاَذِيَّةِ اِظْهَارٌ لِشَرَفِهٖ وَاِيْصَالُ ثَوَابِهٖ وَكَيْلَا يَضِلَّ فِيْهِ النَّاسُ بِاِظْهَارِ الْعَجَائِبِ وَالْمُعْجِزَاتِ كَمَا ضَلُّوْا فِيْ عِيْسٰى وَعُزَيْرٍ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَلِيَكُوْنَ تَسْلِيَةً لِاُمَّتِهٖ فِي الْمَصَائِبِ۔

بھی کیا گیا اور آپ نے دوا بھی کی پچھنے بھی لگوائے جھاڑ پھونک کا بھی استعمال کیا اور اپنا وقت پورا کر کے عالم بالا میں ملحق ہو گئے اور اس دارالامتحان والابتلا سے آزاد ہو گئے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے مواقع میں دشمنوں (کے قتل و ہلاک کی تدبیر کرنے) سے محفوظ رکھا حتیٰ کہ یوم اُحد میں جب بدر بن قمہ نے آپ پر پتھر چلایا اور اس سے آپ کا رخسارۂ مبارک زخمی ہو گیا اور خود آہنی کے دو حلقے رخسارہ میں گھس گئے اس وقت آپ کو اللہ تعالیٰ نے بچایا اور جب آپ جبل ثور کی طرف (پوشیدہ) تشریف لے گئے اس وقت قریش کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور غورث (بن حارث) کی تلوار کو اور ابو جہل کے پتھر کو اور سراقہ بن مالک کے گھوڑے کو اور لبید بن اعصم کے سحر (کے اثر مقصود) کو اور (اسی طرح) یہودی عورت کے زہر (کے اثر مقصود) کو آپ سے دور رکھا اور (ہلاکت سے) آپ کے محفوظ رہنے میں اور (معمولی) تکلیف ہو جانے میں آپ کے شرف کا اظہار ہے۔ (یہ حکمت تو محفوظ رہنے کی ہے) اور آپ کو ثواب دینا ہے (یہ حکمت تکلیف ہونے میں ہے) اور (نیز اس لیے بھی تکلیف ہوئی) تاکہ آپ کے بارہ میں معجزات و عجائب کے ظاہر فرمانے کے سبب لوگ ضلالت میں نہ پڑ جائیں (یعنی اگر جسمانی تکلیف نہ ہوتی تو شاید کسی کو آپ پر الوہیت کا شبہ ہو جاتا) جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام کے بارہ میں (خاص عجائب کے سبب ضلالت میں پڑ گئے) اور تاکہ مصائب میں آپ کی امت کے لیے تسلی کا سبب ہو (کہ جب سید الانبیاء کو بھی تکالیف پہنچی ہیں تو ہم کیا چیز ہیں)

(وصل بست و پنجم، آپ کی روح پر ان عوارض کے اثر نہ ہونے میں)

وَهٰذِهِ الطَّوَارِئُ اِنَّمَا كَانَتْ عَلٰى جَسَدِهِ الْمُطَهَّرِ الْبَشَرِيِّ لِمُشَاكَلَةِ النَّوْعِ وَاَمَّا قَلْبُهٗ فَمُنَزَّهٌ مُقَدَّسٌ عَنِ التَّعَلُّقِ بِالْخَلْقِ مَشْغُوْلٌ بِمُشَاهَدَةِ الْحَقِّ فَاِنَّهٗ ﷺ كَانَ بِاللّٰهِ وَلِلّٰهِ وَفِي اللّٰهِ وَمَعَ اللّٰهِ فِيْ كُلِّ لَحْظَةٍ وَاٰنٍ حَتّٰى اَنَّ اَكْلَهٗ وَشُرْبَهٗ وَلُبْسَهٗ وَحَرَكَتَهٗ وَسُكُوْنَهٗ وَقَوْلَهٗ وَسُكُوْتَهٗ كُلَّهٗ لِوَجْهِ اللّٰهِ وَبِاَمْرِ اللّٰهِ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ هٰذَا مُجْمَلُ مَا فِي الْمُطَوَّلَاتِ فَاحْفَظْهُ فَاِنَّهٗ لَا يَطَّلِعُ عَلَيْهِ اِلَّا الْعُلَمَاءُ الْمُحَقِّقُوْنَ بَعْدَ تَتَبُّعِ الْكُتُبِ وَالدَّفَاتِرِ الْكَثِيْرَةِ وَاِنَّا قَدْ اَعْطَيْنٰكَ عُجَالَةً نَافِعَةً وَعُلَالَةً رَائِعَةً تَسْتَوْعِبُهَا فِي الْمُدَّةِ الْيَسِيْرَةِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَارِئِهَا وَكَاتِبِهَا وَسَامِعِهَا وَحَافِظِهَا وَرَاوِيْهَا وَمُؤَلِّفِهَا اٰمِيْنَ وَلْنَخْتِمْ بِعِدَّةِ اَبْيَاتٍ هِيَ تُحْفَةٌ مُّرْسَلَةٌ اِلٰى جَنَابِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔

اور یہ عوارض مذکورہ صرف آپ کے عنصری جسد شریف پر بوجہ مشارکت نوعی کے طاری ہوتے تھے۔ رہا آپ کا قلب مبارک سو وہ تعلق بالخلق سے منزہ مقدس اور مشاہدۂ حق میں مشغول تھا۔ کیونکہ آپ ہر آن ہر لحظہ اللہ ہی کے ساتھ اللہ ہی کے واسطے اللہ ہی میں مستغرق اور اللہ ہی کی معیت میں تھے حتیٰ کہ آپ کا کھانا، پینا، پہننا، حرکت، سکون، بولنا، خاموش رہنا سب اللہ ہی کے واسطے اور اللہ ہی کے حکم سے تھا (چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے) اور آپ نفسانی خواہش سے کچھ نہیں بولتے یہ سب وحی ہی ہے جو آپ پر نازل کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کے آل و اصحاب پر قیامت تک رحمت کاملہ نازل فرماتا رہے۔ یہ (جو کچھ لکھا گیا) مطولات کا اجمالی مضمون ہے اس کو یاد رکھو کیونکہ اس پر بجز علماء محققین کے اور وہ بھی کتب اور دفاتر کثیرہ کے تتبع کے بعد ہر شخص مطلع نہیں ہو سکتا اور ہم نے ایسا نافع فوری اور دل پسند سیری بخش مجموعہ تم کو دے دیا جس کو بہت قلیل مدت میں ضبط کر سکتے ہو۔ اے اللہ! اس کے پڑھنے والے کو اور لکھنے والے کو اور سننے والے کو اور یاد کرنے والے کو اور کسی کے سامنے نقل کرنے والے کو اور تالیف کرنے والے کو (اور ترجمہ کرنے والے کو) بخش دیجئے، آمین۔ اور ہم چند ابیات پر اس کو ختم کرتے ہیں جو آپ کے دربار شریف میں بطور تحفہ کے (مبلغین صلوٰۃ و سلام کے واسطے سے) بھیجے جاتے ہیں۔

لِمُؤَلِّفِہٖ

یہ اشعار مولف کے ہیں

يَا شَفِيْعَ الْعِبَادِ خُذْ بِيَدِیْ　　اَنْتَ فِي الْاِضْطِرَارِ مُعْتَمَدِیْ

دستگیری کیجئے میرے نبی　　کشمکش میں تم ہی ہو میرے نبی

لَيْسَ لِیْ مَلْجَاٌ سِوَاكَ اَغِثْ　　مَسَّنِی الضُّرُّ سَيِّدِیْ سَنَدِیْ

جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ　　فوج کلفت مجھ پر آغالب ہوئی

غَشَّنِی الدَّهْرُ يَا ابْنَ عَبْدِاللّٰهِ　　كُنْ مُغِيْثًا فَاَنْتَ لِیْ مَدَدِیْ

ابن عبداللہ زمانہ ہے خلاف　　اے مرے مولا خبر لیجئے مری

لَيْسَ لِیْ طَاعَةٌ وَّلَا عَمَلٌ　　بَيْدَ حُبِّيْكَ فَهُوَ لِیْ عَتَدِیْ

کچھ عمل ہے اور نہ طاعت میرے پاس　　ہے مگر دل میں محبت آپ کی

يَارَسُوْلَ الْاِلٰهِ بَابُكَ لِیْ　　مِنْ غَمَامِ الْغُمُوْمِ مُلْتَحَدِیْ

میں ہوں بس اور آپ کا دریا رسول　　ابر غم گھیرے نہ پھر مجھ کو کبھی

جُدْ بِلُقْيَاكَ فِي الْمَنَامِ وَكُنْ　　سَاتِرًا لِلذُّنُوْبِ وَالْفَنَدِ

خواب میں چہرہ دکھا دیجئے مجھے　　اور مرے عیبوں کو کر دیجئے خفی

اَنْتَ عَافٍ اَبَرُّ خَلْقِ اللّٰهِ　　وَمُقِيْلُ الْعِثَارِ وَاللَّدَدِ

درگذر کرنا خطاء و عیب سے　　سب سے بڑھ کر ہے یہ خصلت آپ کی

رَحْمَةٌ لِّلْعِبَادِ قَاطِبَةً　　بَلْ خُصُوْصًا لِكُلِّ ذِیْ اَوَدِ

سب خلائق کے لیے رحمت ہیں آپ　　خاص کر جو ہیں گنہگار و غوی

لَيْتَنِیْ كُنْتُ تُرْبَ طَيْبَتِكُمْ　　فَالْتَثَمْتُ النِّعَالَ ذَاكَ قَدِیْ

کاش ہو جاتا مدینہ کی میں خاک　　نعل بوسی ہوتی کافی آپ کی

فَاُصَلِّیْ عَلَيْكَ بِالتَّسْلِيْمِ　　مُتْحَفًا عِنْدَ حَضْرَةِ الصَّمَدِ

آپ پر ہوں رحمتیں بے انتہا　　حضرت حق کی طرف سے دائمی

بعدَادِ الرِّمَالِ وَالْاَنْفَاسِ وَالنَّبَاتِ الْکَثِیْرِ مُنْتَضِدِ
جس قدر دنیا میں ہیں ریت اور سانس اور بھی ہے جس قدر روئیدگی
وَعَلٰی الْاٰلِ کُلِّھِمْ اَبَدًا بَالِغًا عِنْدَ مُنْتَھَی الْاَمَدِ
اور تمہاری آل پر اصحاب پر تا بقائے عمردارِ اُخروی

تمت الرسالة المسماة بشيم الحبيب في بلدة بهوپال سنه١٣٠٩ شهر ذى الحجة اخر السنة۔

یہ رسالہ مسمی بہ شیم الحبیب شہر بھوپال ماہ ذی الحجہ آخر سال سنہ۱۳۰۹ھ میں تمام ہوا۔ (اور ترجمہ اس کا مسمی بہ شم الطیب قصبہ تھانہ بھون ماہ رمضان عشرہ اخیرہ سنہ۱۳۲۸ھ میں تمام ہوا' والحمد للہ)

مِنَ الرَّوْضِ

فَانْظُرْ لِاَوْصَافِ خَیْرِ الْخَلْقِ فِیْ مَدَحِیْ کَاَنَّهَا الْوَشْیُ اِذْ تَزْھُوْ بِهِ الْحِبَرُ
تم خیر الخلق کے اوصاف کو میرے مدائح میں دیکھو گویا وہ نقش و نگار ہیں جب کہ اس پر دھاری دار کپڑا فخر کرتا ہے (یعنی جس طرح اس کپڑے کی زینت نقش و نگار سے ہوتی ہے اسی طرح کلام مدحی کی زینت آپ کے اوصاف سے ہے)

بَرٌّ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ زَانَهٗ خُلُقٌ مِثْلُ النَّسِیْمِ فَلَا فَظٌّ وَلَا ضَجَرُ
آپ محسن ہیں شفیق ہیں رحیم ہیں زینت دی ہے آپ کو ایسے اخلاق نے جو کہ مثل باد بہاری کے (مفرح) ہیں نہ آپ درشت خو ہیں اور نہ تنگ اخلاق ہیں۔

یُلْفٰی اَشَدَّ حَیَآءً مِنْ مُخَدَّرَةٍ عَذْرَاءَ فِیْ خِدْرِھَا قَدْ زَانَهَا الْخَفَرُ
آپ حیا میں اس پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ پائے جاتے ہیں جو اپنے پردہ میں رہتی ہو اس کو حیا نے زینت دی ہو۔

فَاقَ النَّبِیِّیْنَ اَخْلَاقًا وَّمُعْجِزَةً وَرُتْبَةً فَلَهُ التَّقْدِیْمُ اِنْ حَضَرُوْا
تمام انبیاء علیہم السلام سے اخلاق اور معجزہ اور رتبہ میں فائق ہو گئے ہیں تو اگر سب موجود ہوں تو حق تقدیم آپ ہی کے لیے ہو۔

مُکَمَّلُ الْخلقِ لاَ خَلْقٌ یُّشَابِهُهٗ لَهٗ اعْتِدَالٌ فَلاَ طُوْلٌ وَلاَ قِصَرُ
آپ صورت جسمانیہ میں بھی مکمل ہیں کہ کوئی خلق آپ کے مشابہ نہیں، آپ میں اعتدال تھا، نہ طول تھا نہ کوتاہ قامتی تھی۔

مُشْرَبٌ لَوْنُهُ الْمُبِیَضُّ مَنْظَرُهٗ بِحُمْرَةٍ وَمُحَیَّاهُ هُوَ الْقَمَرُ
آپ کے سفید منظر رنگ میں سرخی دمکتی تھی اور آپ کا چہرہ (مثل) چاند (کے) تھا۔

صَلْتُ الْجَبِیْنِ اَزَجُّ الْحَاجِبَیْنِ کَحِیْلُ الْعَیْنِ مِنْ حُسْنِهٖ لاَ یَشْبَعُ النَّظَرُ
آپ کشادہ پیشانی تھے اور باریک ابرو سرگیں چشم کہ آپ کے حسن سے نگاہ سیر نہ ہوتی تھی۔

اَسِیْلُ خَدٍّ مَلِیْحُ الثَّغْرِ بَاسِمُهٗ مُفَلَّجٌ اَبْیَضُ الْاَسْنَانِ مَا الدُّرَرُ
سبک رخسار تھے خوشنما اور خندان دندان تھے دانتوں کے درمیان ریخیں تھیں اور وہ دانت روشن تھے ان کے روبرو موتی کی کیا حقیقت تھی۔

اَقْنٰی اَشَمُّ حَدِیْنُ الْجِیْدِ مُشْرِقُهٗ مِثْلَ اللُّجَیْنِ الْمُصَفّٰی مَابِهٖ عَکَرُ
بلند بنی اور باریک بنی دراز گردن اور روشن گردن اُس چاندی کے مثل تھی جو صاف کی ہوئی ہو جس میں میل نہ رہا ہو۔

ذُوْ لِحْیَةٍ کَثَّةٍ زَانَتْ مَحَاسِنَهٗ کَمَا یَزِیْنُ عُیُوْنَ الْغَادَةِ الْحَوَرُ
گنجان داڑھی والے تھے جس نے آپ کے حسن کو اور زینت دے دی جیسا نازک اندام عورت کی آنکھوں کو آنکھ کی سفیدی اور سیاہی کی تیزی رونق دیتی ہے۔

وَلِمَّةٍ تَبْلُغُ الْاُذُنَیْنِ عَاطِرَةٍ کَالْمِسْكِ لَوْنًا وَعَرْفًا حِیْنَ یَنْتَشِرُ
سر پر بال رکھتے تھے جو کانوں تک پہنچتے تھے اور معطر تھے مثل مشک کے رنگ میں اور خوشبو میں جب وہ خوشبو پھیلتی تھی۔

ضَخْمُ الْکَرَادِیْسِ رَحْبُ الصَّدْرِ وَاسِعَةٌ تُرٰی بِهٖ شَعَرَاتٌ خَطَّهَا الْقَدَرُ
آپ کے جوڑبند بڑے تھے اور سینہ فراخ اور وسیع تھا اس پر چند بال نظر آتے تھے جن کو قدرت الٰہیہ نے خط کے طور پر بنایا تھا۔

شَثْنُ الْاَکُفِّ خَمِیْصُ الْبَطْنِ ذُوْعُکَنٍ مَطْوِیَّةٍ طَالَ مَا یَطْوِیْ بِهَا الْحَجَرُ
آپ کی ہتھیلیاں پرگوشت تھیں اور شکم پتلا اور خالی تھا اس میں گرسنگی سی شکن پڑی رہتی

تھی اور اکثراوقات اس سے پتھر باندھا جاتا تھا۔

عَبْلُ الذِّرَاعَیْنِ وَالسَّاقَیْنِ مُمْتَلا اِزَارُہٗ لِنِصْفِ السَّاقِ یَتَّزِرُ

دونوں دست اور ساقین بڑے تھے اور بدن پرگوشت ہونے سے تہمد پر رہتا تھا اور آپ نصف ساق تک تہمد باندھتے تھے۔

سَجِیَّۃٌ عِنْدَ مَا یَمْشِیْ تَمَایُلُہٗ تُخَالُ عَنْ صَبَبٍ اِنْ سَارَ یَنْحَدِرُ

آپ کی عادت چلنے کے وقت جھکاؤ کے ساتھ چلنے کی تھی یہ خیال ہوتا تھا کہ گویا چلنے کے وقت کسی نشیب کی طرف اتر رہے ہیں۔

یَفُوْحُ مِنْ عَرَقٍ مِثْلُ الْجُمَانِ لَہٗ شَذًا تَظَلُّ الْغَوَانِیْ مِنْہُ تَعْتَطِرُ

آپ کے پسینہ میں جو کہ چاندی کے موتیوں کے مشابہ تھا خوشبوئے مشک مہکتی تھی کہ حسین عورتیں اس کو بجائے عطر لگاتی تھیں۔

قَضٰی وَلَمْ یَكُ یَوْمًا مُدْرِكًا شِبَعًا مِنَ الشَّعِیْرِ وَكَانَتْ فَرْشُہُ الْحُصُرُ

آپ نے عمر ختم کر دی اور ایک دن بھی جو سے شکم سیر ہونے کا موقع آپ نے نہ پایا اور آپ کا فرش چٹائی کا تھا۔

ھٰذَا وَقَدْ مُلِّكَ الدُّنْیَا بِاَجْمَعِھَا فَرَدَّہُ الزُّھْدُ عَنْھَا وَھُوَ مُقْتَدِرُ

یہ کیفیت اس حالت میں تھی کہ آپ تمام دنیا کے مالک ہو چکے تھے (یعنی وسیع سلطنت قبضہ میں تھی) پس آپ کو اس دنیا سے زہد نے ہٹا دیا باوجودیکہ آپ قادر تھے۔

فَالثَّوْبَ یَرْقَعُہٗ وَالشَّاۃَ یَحْلِبُھَا وَمَا رَاٰی لِاَخِی الْاِعْدَامِ یَحْتَقِرُ

آپ کپڑے کو پیوند لگا لیتے تھے اور بکری کا دودھ نکال لیتے تھے اور صاحب افلاس کو کبھی آپ نے حقیر نہیں سمجھا۔

وَالْبَیْتَ یَكْنُسُہٗ وَالنَّعْلَ یَخْصِفُھَا وَاِنْ دُعِیَ اَسْعَفَ الدَّاعِیَ وَلَا یَذَرُ

اور گھر میں جھاڑو دے لیتے تھے اور (اپنا) جوتا گانٹھ لیتے تھے اور اگر کوئی آپ کی دعوت کرتا تو منظور فرما لیتے تھے اور پہلو تہی نہیں فرماتے تھے۔

كَانَ الْبُرَاقُ لَہٗ وَالْخَیْلُ یَرْكَبُھَا وَالْاِبْلُ اَیْضًا كَذَاكَ الْبَغْلُ وَالْحُمُرُ

آپ کے لیے براق تھا اور گھوڑے تھے کہ ان پر آپ سوار ہوتے تھے اور شتر پر بھی اسی طرح خچر اور دراز گوش (گدھے) پر بھی۔

مَا عَابَ قَطُّ طَعَامًا اُحْضَرُوْهُ لَهٗ وَلاَ لِسَائِلِهِ اللَّحَّاحِ يَنْتَهِرُ

کسی کھانے میں آپ نے عیب نہیں نکالا جو کچھ آپ کے سامنے لے آئے اور نہ کسی لپٹنے والے سائل کو آپ جھڑکتے تھے۔

يَعْفُوْ وَيَصْفَحُ عَنْ جَانٍ جَنٰى كَرَمًا وَيَقْبَلُ الْعُذْرَ مِمَّنْ جَاءَ يَعْتَذِرُ

آپ اپنے کرم سے خطا وار کی خطا کو معاف فرما دیتے اور درگذر فرماتے اور جو کوئی عذر کرتا ہوا آتا آپ اس کا عذر قبول فرماتے۔

وَلَيْسَ يَغْضَبُ اِلاَّ اَنْ تُرٰى حُرَمٌ لِلّٰهِ مَنْهُوْكَةً اَوْ هُتِكَتْ سُتُرُ

اور آپ غصہ نہ کرتے تھے مگر (دو حالتوں میں) یا تو اللہ تعالیٰ کی ممنوع کی ہوئی چیزیں ارتکاب میں آتے ہوئے نظر آئیں (اور) یا کسی کی پردہ دری کی جاتی۔

مَا اَمَّهٗ سَائِلٌ يَرْجُوْا نَدَا يَدِهٖ اِلاَّ انْثَنٰى وَهُوَ مُثْرِى الْكَفِّ مُشْتَهِرُ

آپ کے پاس کوئی ایسا سائل نہیں آیا جو آپ کے دست مبارک کی عطا کی امید رکھتا ہو مگر وہ ایسی حالت میں واپس گیا کہ اس کے ہاتھ میں ثروت ہوتی اور وہ ثروت میں مشہور ہوتا (یعنی اس لیے کہ خوب دیتے تھے جس سے اس کی ثروت ظاہر ہو جاتی)

تمام شد فصل نمبر۲۱ [1]

---

(۱) عجیب لطیفہ ہے کہ اس فصل کے اجزاء بھی کہ ملقب بہ وصل ہیں پچیس ہی ہیں اور روض لطیف کے اشعار بھی اول مضامین کے مناسب پچیس ہی ہیں۔

فصل نمبر ۲۲

رسول اللہ ﷺ کے بعض معجزات کا بیان

اگر نظر صحیح سے کام لیا جائے تو آپ ﷺ کے معجزات ضبط و احصاء سے متجاوز ہیں کیونکہ آپ کا ہر قول ہر فعل ہر حال باعتبار تضمن حکم و مصالح و اسرار کے خارق عادت ہے اور ظاہر ہے کہ اقوال و افعال و احوال کے تمام جزئیات کا حصر عادۃً نہ ممکن ہے اور نہ واقع ہوا اور ان حکمتوں کا علم تفصیلاً عرفاء و حکماء الٰہی کے صدور و قلوب میں القاء ہوتا ہے اور اجمالاً کتب اسرار شریعت میں مثل تصنیفات امام غزالی و امام شعرانی و شاہ ولی اللہ و حسین جسر رحمہم اللہ تعالیٰ جستہ جستہ پائے جاتے ہیں تو اس بنا پر آپ کے معجزات فوق الحد والعد ہوئے لیکن چونکہ اس کا ادراک عوام کا حصہ نہیں ہے اس لیے اس سے قطع نظر کر کے اگر ان ہی خوارق پر اکتفا کیا جائے جو نظر ظاہر و عامی میں بھی خارق ہیں وہ بھی دس ہزار سے کم نہیں۔ چنانچہ سات ہزار سات سو معجزہ پر تو صرف قرآن مجید اپنی بلاغت کے اعتبار سے قطع نظر اس کے اخبار عن المغیبات سے مشتمل ہے تقریر اس کی جیسا کہ قاضی عیاض[1] نے فرمایا ہے یہ ہے کہ کلام اللہ میں جس قدر کلام کہ برابر سورۂ انا اعطینا کے ہے معجزہ ہے اور سورۂ انا اعطینا میں دس کلمے ہیں اور سارے کلام اللہ میں کچھ اوپر ستتر (۷۷) ہزار کلمے ہیں سو جب ستتر ہزار کو دس پر تقسیم کریں تو سات ہزار سات سو حاصل ہوتے ہیں۔ پس کلام اللہ میں سات ہزار سات سو معجزہ ہیں اور اگر اس کی پیشین گوئیوں کو لیا جائے جن میں سے تیرہ الکلام المبین میں جمع کی ہیں اور نیز ستتر ہزار سے جس قدر بیشی ہے اس کو بھی دس پر تقسیم کر کے حاصل قسمت کو ملا لیا جائے تو اس عدد میں اور اضافہ ہوتا ہے۔ یہ قرآن مجید کے معجزات ہوئے اور محدثین[2] و اہل سیر نے جو معجزات آپ کے موافق اپنے علم کے لکھے ہیں وہ بقول محدثین تین ہزار ہیں جن میں سے ایک ہزار معجزے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خصائص کبریٰ میں نقل کئے ہیں اور تین سو سے زائد الکلام المبین میں مذکور ہیں تو اس حساب سے دس ہزار سے زائد ہوتے ہیں۔

---

(۱) کذا فی الکلام المبین۔ (۲) کذا فی الکلام المبین۔

اگر خصائص کبریٰ دستیاب نہ ہو یا عربی نہ جاننے والوں کی سمجھ میں نہ آئے تو کتاب الکلام المبین کا بھی مطالعہ اس باب میں کافی و موجب تقویت ایمان ہے۔ اس کتاب میں اول ایک تقریر بطور تمہید کے لکھی ہے جس میں آپ کے معجزات کا عالم کے تمام اقسام سے متعلق ہونا بیان کیا ہے پھر اس کے اثبات کے لیے ہر قسم کے معجزات کو جدا جدا ذکر کیا ہے۔ چونکہ یہ میرا رسالہ بہت مختصر ہے اس لیے اس میں صرف اس تقریر کو بوجہ اس کے دل پذیر و دلچسپ ہونے کے نقل کر کے تمام اقسام کے معجزات میں سے دو سے چار تک پر اقتصار کرتا ہوں اور وہ تقریر ملخصاً یہ ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ یعنی نہیں بھیجا ہم نے تم کو (اے محمد ﷺ) مگر رحمت واسطے تمام عالموں کے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت تب آئے گی جب زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا (اور ظاہر ہے کہ اللہ اللہ کہنے والے آپ ہی کی رسالت کے ماننے والے ہیں) پس رسالت آپ کی باعث بقا و امن سب عالموں کا ہے اور نہ صرف نوع انسان بلکہ سب اقسام عالم کے آپ کی رسالت سے نفع یاب ہیں اور اسی لیے اللہ جل جلالہ نے آپ کو جمیع اقسام عالم میں معجزات عنایت فرمائے (اور معجزہ چونکہ دلیل ثبوت نبوت ہے اور دلیل شاہد ہوتی ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ تمام اقسام عالم باعتبار تعلق معجزات کے آپ کی نبوت پر دلالت کرنے والے اور شہادت دینے والے ہیں پس آپ کی شان کیسی عظیم ہے کہ جس طرح توحید پر تمام عالم گواہ ہے اسی طرح آپ ﷺ کی رسالت پر تمام (1) عالم گواہ ہے)۔

---

(1) بدلالت اضطرار یہ تو سب اور شہادت اختیاریہ بجز عصاۃ کے جیسا کہ توحید کے باب میں ارشاد حق ہے سورہ حج میں: الم تر ان اللّٰہ یسجد له من فی السمٰوٰت ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب وکثیر من الناس وکثیر حق علیه العذاب۔ اور رسالت کے باب میں وہ ارشاد نبوی ہے جو آگے متن میں معجزات کے سلسلہ میں عالم حیوانات کے بیان میں اول حدیث ہے جس میں تصریح ہے کہ جتنی چیزیں آسمان زمین میں ہیں سب جانتی ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں سوا نافرمان جن اور انس کے۔ اس حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں: فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ما بین السماء والارض الا یعلم انی رسول اللّٰہ الا عاص الجن والانس۔ رواہ احمد والدارمی عن جابر کذا فی الرحمة المهداة۔ پس اس آیت کا جو حاصل توحید کے باب میں ہے بالکل اسی کے مطابق اس حدیث کا حاصل رسالت کے باب میں ہے۔

چنانچہ بیان اس کا یہ ہے کہ عالم دو قسم ہے۔ (۱) عالم معانی اور (۲) عالم اعیان۔ عالم معانی عبارت ہے ان چیزوں سے کہ دوسری چیز میں ہو کے پائے جاتے ہیں بذات خود قائم نہیں اور انہیں عرض بھی کہتے ہیں جیسے کلام اور علم اور رنگ اور بو اور عالم اعیان عبارت ہے ان چیزوں سے جو بذات خود قائم ہیں اور نہیں جو ہر بھی کہتے ہیں جیسے زمین' آسمان' آدمی' درخت۔ پھر عالم اعیان دو قسم ہے۔ عالم ذوی العقول یعنی وہ لوگ جو عقل رکھتے ہیں جیسے انسان اور جن اور عالم غیر ذوی العقول یعنی وہ جو عقل نہیں رکھتے جیسے جمادات و حیوانات۔ عالم ذوی العقول تین قسم ہے۔ عالم ملائکہ اور عالم انسان اور عالم جنات اور عالم غیر ذوی العقول یا علوی ہے یعنی آسمان اور ستارے یا سفلی یعنی وہ اجسام جو آسمان کے تلے ہیں اور عالم سفلی دو قسم ہے عالم بسائط اور عالم مرکبات۔ عالم بسائط عبارت ہے عناصر اربعہ یعنی آب و آتش و باد و خاک سے اور عالم مرکبات تین قسم ہے جمادات و نباتات و حیوانات اور انہیں موالید ثلاثہ کہتے ہیں۔

پس اقسام تفصیلی عالم کے نو ہوئے۔ ۱۔ عالم معانی' ۲۔ ملائکہ' ۳۔ انسان' ۴۔ جن' ۵۔ عالم علوی افلاک و کواکب ۶۔ بسائط یعنی عناصر' ۷۔ جمادات' ۸۔ نباتات' ۹۔ حیوانات اور یہ عاجز مرکبات کی اس طرح تقسیم کرتا ہے ایک وہ جس میں ایسا مزاج ہو کہ مرکب کی ترکیب کو چندے محفوظ رکھ سکے۔ ایک وہ جو محفوظ نہ رکھ سکے ثانی کو کائنات الجو کہتے ہیں جیسے سحاب وغیرہ اور اول کی وہی تین قسم ہیں جو موالید ثلاثہ کہلاتی ہیں پس اس طرح سے کل اقسام دس ہوئے' نو وہ جو مذکور ہوئے دسویں کائنات الجو) اور ہر قسم میں جناب رسول اللہ ﷺ کے معجزات ظاہر ہوئے ہیں۔ (اس کے بعد نو باب لائے ہیں اور ہر باب میں معجزات کثیرہ ذکر کئے ہیں۔ احقر نے ہر باب میں سے دو [1] سے چار تک معجزات لیے ہیں جس کو بترتیب اقسام نقل کرتا ہوں۔ [2]

---

(۱) کہیں کہیں لفظی تغیر کا یا کہیں دوسری کتاب سے نقل کا بھی بضرورت اتفاق ہوا ہے۔

(۲) اور اس ترتیب میں کائنات الجو کو بعد بسائط کے ذکر کیا جائے گا۔

عالم معانی

نمبر.....۱ : قرآن مجید باعتبار اپنی بلاغت و اخبار عن الغیبات کے۔
نمبر.....۲ : وہ خبریں جو آپ نے قبل الوقوع بیان فرمائیں جیسے صحیحین میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وعظ میں جتنے امور قیام قیامت تک ہونے والے تھے سب بیان فرمائے جس نے یاد رکھا اسے یاد رہے اور بھول گئے جو بھول گئے اور میرے ان اصحاب کو اس بیان کی خبر ہے اور بعض شے اس میں سے ہوتی ہے کہ میں اسے بھول گیا تھا پھر میں جب دیکھتا ہوں اسے تب مجھے یاد آجاتی ہے یعنی بعد وقوع خبر کے پہچان جاتا ہوں کہ یہ وہی بات ہے جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی جس طرح سے کہ کسی شخص کی صورت آدمی کو یاد ہو اور وہ شخص غائب ہو جائے پھر جب اسے دیکھتا ہے پہچان جاتا ہے اھ۔
نمبر... ۳ : وہ واقعات حالی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر دیکھے بیان فرما دیئے جیسے بخاری نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (غزوہ موتہ کے قصہ میں) خبر شہادت زید رضی اللہ عنہ اور جعفر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی لوگوں کو سنادی قبل اس کے کہ خبر آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نشان لیا زید رضی اللہ عنہ نے پس شہید ہوا پھر نشان لیا جعفر رضی اللہ عنہ نے پس شہید ہوا پھر نشان لیا ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے پس شہید ہوا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور فرمایا آپ نے کہ آخر کو ایک اللہ کی تلوار (یعنی حضرت خالد رضی اللہ عنہ) نے نشان لیا اور فتح حاصل ہوئی (پھر اسی کے مطابق خبر آئی)۔

عالم ملائکہ

نمبر..... ۴ : صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ روز بدر ایک شخص مسلمانوں میں سے پیچھے ایک شخص کے مشرکوں میں سے دوڑتا تھا کہ ناگاہ اس نے ایک کوڑے مارنے کی آواز سنی اور ایک سوار کی کہ اس نے کہا بڑھ اے حیزوم۔ سو کیا دیکھتا ہے کہ وہ مشرک آگے اس کے چت پڑا ہے اور ناک اس کی ٹوٹ گئی ہے اور منہ پھٹ گیا ہے کوڑے کی مار سے اور یہ سب جگہ سبز ہو گئی ہے۔ وہ شخص

مسلمان انصاری تھا نبی اکرم ﷺ کے حضور میں اس نے اس واقعہ کو بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو سچ کہتا ہے یہ آسمان سوم کی مدد میں کا فرشتہ تھا۔

ف : حیزوم فرشتہ کے گھوڑے کا نام ہے۔

ف : اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ ﷺ کی مدد کے لیے اکثر غزوات میں فرشتوں کو بھیجا۔ چنانچہ بدر میں اور اُحد میں اور حنین میں فرشتوں نے مدد کی۔

نمبر..... ۵ : بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور ابن سعد نے طبقات میں عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت پر دکھا دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم دیکھ نہ سکو گے' انہوں نے کہا آپ دکھا دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ' وہ بیٹھ گئے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کعبہ پر اُترے۔ آپ ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ نگاہ اٹھاؤ' انہوں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا حضرت جبرئیل علیہ السلام کا جسم مانند زبرجد اخضر یعنی زمرد سبز چمکتے ہوئے کے تھا سو غش کھا کر گر گئے۔

عالم انسان

نمبر..... ۶ : ظہور ہدایت' جیسے صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں اپنی ماں کو اسلام کی طرف دعوت کرتا تھا اور وہ مشرک تھی۔ ایک دن میں نے اس سے اسلام کے لیے کہا۔ اس نے جناب رسول اللہ ﷺ کی شان میں کلمہ بے ادبی کہا' مجھے ناگوار ہوا اور میں روتا ہوا نبی اکرم ﷺ کے حضور میں آیا اور میں نے کہا اے رسول اللہ ﷺ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ میری ماں کو ہدایت کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللّٰھم اھد ام ابی ھریرۃ یااللہ ہدایت کر ابو ہریرہ کی ماں کو۔ میں نبی اکرم ﷺ کی دعا سن کر خوش ہوتا ہوا اپنے گھر آیا' دیکھا دروازہ بند ہے اور میری ماں نے میرے پاؤں کی آواز سن کر کہا کہ وہیں ٹھہرو اے ابو ہریرہ اور میں نے پانی کی آواز سنی سو میری ماں نے نہا کے اور کپڑے پہن کے دروازہ کھولا اور کہا اے ابو ہریرہ اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ۔ میں خوش ہو کر شدت خوشی سے روتا ہوا نبی اکرم ﷺ کے حضور میں آیا اور اپنی ماں کے اسلام کی خبر دی۔ آنحضرت ﷺ حمد الٰہی بجا لائے۔

نمبر..... ۷ : ظہور برکت' جیسے بیہقی نے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حنظلہ بن حذیم کے سر پر ہاتھ رکھا اور ان کے حق میں دعائے برکت کی۔ سو یہ حال ہو گیا کہ کسی آدمی کے منہ میں ورم ہوتا یا بکری کے تھن میں ورم ہوتا اور وہ ورم والا محل ورم کو حنظلہ کے سر میں موضع مس جناب رسول اللہ ﷺ پر لگا دیتا تو صاف ورم جاتا رہتا۔

نمبر..... ۸ : شفائے مرضٰ' جیسے بیہقی اور طبرانی اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حبیب بن فدیک کے باپ کی آنکھوں میں پھلی پڑ گئی اور بالکل اندھے ہو گئے۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کی آنکھوں پر دم کیا اسی وقت ان کی آنکھیں اچھی ہو گئیں۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے انہیں اسی (۸۰) برس کی عمر میں سوئی میں ڈورا ڈالتے دیکھا۔

نمبر..... ۹ : قہر بے ادباں' جیسے مسلم نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتا تھا' آپ نے فرمایا سیدھے ہاتھ سے کھا۔ اس نے کہا کہ میں سیدھے ہاتھ سے کھا نہیں سکتا حالانکہ ہاتھ اس کا اچھا تھا' یہ بات اس نے غلط بیباکی سے براہ استنکاف کی تھی۔ تب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تو سیدھے ہاتھ سے نہ کھا سکے گا۔ اس کا ایسا ہی حال ہو گیا کہ سیدھا ہاتھ اس کا کام سے جاتا رہا' منہ تک نہیں پہنچا سکتا تھا۔

عالم جن

نمبر..... ۱۰ : خطیب نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث طویل میں روایت کی ہے کہ ایک بار نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے' راہ میں ایک گاؤں میں پہنچے۔ اس گاؤں کے آدمی آپ ﷺ کی آمد کی خبر سن کر باہر گاؤں کے منتظر تھے۔ جب آپ وہاں پہنچے' انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ اس گاؤں میں ایک عورت نوجوان ہے' اس پر ایک جن عاشق ہوا ہے اور اس پر آچڑھا ہے' نہ کھاتی ہے نہ پیتی ہے قریب ہے کہ ہلاک ہو جائے۔ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس عورت کو دیکھا بہت خوبصورت تھی جیسے چاند کا ٹکڑا۔ آنحضرت ﷺ نے اسے بلا کر فرمایا کہ اے جن تو جانتا ہے کہ میں کون ہوں' محمد اللہ کا رسول ہوں اس عورت کو چھوڑ دے اور چلا جا۔ آپ کے یہ فرماتے ہی وہ عورت ہوشیار ہو گئی اور نقاب منہ پر

کھینچ لیا اور مردوں سے شرم کرنے لگی اور بالکل صحیح ہو گئی۔

نمبر...... ۱۱ : ترمذی [۱] نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کے ایک نجاری میں خرما بھرے تھے، سو ایک جنیہ آ کر اس میں سے نکال لے جاتی۔ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اس کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اور اب کے جب اس کو دیکھو تو یوں کہنا بسم اللہ اجیبی رسول اللہ یعنی اللہ کا نام لے کر کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر چل، سو انہوں نے اس کو پکڑ لیا پھر اس کے قسم کھانے پر کہ اب نہ آؤں گی چھوڑ دیا تھا الیٰ آخر الحدیث۔

ف : یہ آپ کا معجزہ ہے کہ باوجود اس کے مومن نہ ہونے کے محض آپ کے نام کی برکت سے گرفتار ہو گئی۔

عالم علوی افلاک و کواکب

نمبر...... ۱۲، ۱۳ : چاند کے دو ٹکڑے ہو جانا، کواکب کے متعلق اور معراج میں سموات کو طے کرنا، افلاک کے متعلق صریح اور عظیم معجزے ہیں۔

عالم بسائط یعنی عناصر

نمبر...... ۱۴ : متعلق خاک جیسے صحیحین میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارا پیچھا کیا (یعنی سفر ہجرت میں) سراقہ بن مالک نے سو میں نے اسے دیکھ کر کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ایک شخص نے آلیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تحزن ان اللہ معنا یعنی غم مت کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر آپ نے سراقہ کے لیے بددعا کی سو اس کا گھوڑا پیٹ تک سخت زمین میں گھس گیا اور اس نے کہا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم دونوں صاحبوں نے میرے لیے بددعا کی ہے، اب دعا کرو کہ میں نجات پاؤں اور میں قسم کھاتا ہوں کہ تمہارے طلب کرنے والوں کو میں پھیر دوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نجات کے لیے دعا کی سو اس نے نجات پائی اور پھر گیا اور جو کوئی اسے ملتا تھا اسے پھیر دیتا تھا اور کہہ دیتا تھا کہ ادھر کوئی نہیں ہے۔ اھ

---

(۱) یہ خود ترمذی سے نقل کیا ہے۔

نمبر..... ۱۵ : متعلق آب، جیسے صحیحین میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حدیبیہ میں لوگ پیاسے ہوئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک لوٹا تھا کہ اس سے آپ نے وضو کیا، سب لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارے لشکر میں نہ پینے کے لیے پانی ہے نہ وضو کے لیے مگر اسی قدر کہ آپ کے اس لوٹے میں ہے (کیونکہ چاہ حدیبیہ میں بوجہ قلت پانی کے ایک قطرہ نہ رہا تھا سب کھینچ لیا تھا، رواہ البخاری) پس آپ نے اپنے دست مبارک کو لوٹے میں رکھا اور پانی آپ کی انگلیوں سے جوش مارنے لگا، سو ہم سب آدمیوں نے پانی پیا اور وضو کیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ تم سب کتنے آدمی تھے؟ انہوں نے کہا کہ اگر لاکھ آدمی ہوتے تو کفایت کر جاتا (یعنی پانی اتنا کثیر تھا مگر) ہم پندرہ سو آدمی تھے۔

نمبر..... ۱۶ : متعلق آتش، جیسے صحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایام غزوہ خندق میں انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوت کے لیے بکری کا بچہ ذبح کیا اور ایک صاع (یعنی تین سیر سے کچھ زائد) جو کا آٹا تیار کیا اور حضور میں آکے چپکے سے اس کی اطلاع کی اور عرض کیا کہ آپ مع چند آدمیوں کے تشریف لے چلیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اہل خندق کو کہ ایک ہزار تھے پکار کر جمع کر لیا اور ساتھ لے چلے اور جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ہانڈی مت اتاریو اور آٹے کو مت پکائیو جب تک میں نہ آؤں، بعد اس کے آپ تشریف لائے اور آب دہن مبارک گوندھے ہوئے آٹے میں اور ہانڈی میں ڈالا اور دعائے برکت کی اور آپ نے فرمایا کہ ایک پکانے والی اور بلوا لو اور شوربا نکال نکال کر ہانڈی میں سے دو، اسے چولہے پر سے اتارو نہیں۔ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہزار آدمی تھے قسم ہے اللہ کی سبھی نے کھایا اور ہماری ہانڈی ویسی ہی جوش میں رہی اور آٹا اتنا ہی رہا جتنے پہلے تھا۔

ف : اس سے عالم آتش میں بھی ایک امر خارق ظاہر ہوا کہ آگ کا اثر شوربے میں کہ کم کر دینا ہے واقع نہیں ہوا (بلکہ بالعکس وہ افزونی کا سبب بن گئی جیسا چولہے پر سے اتارنے کی ممانعت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس افزونی میں آگ کو بھی دخل ہے۔

نمبر..... ۱۷ : متعلق ہوا، جیسے اسی غزوہ خندق میں واقع ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کفار پر پروائی ہوا ٹھنڈی بھیجی کہ خوب کڑاکے کا جاڑا پڑا اور ہوا نے ان کو نہایت عاجز و تنگ کیا، غبار بے شمار ان کے مونہوں پر ڈالا اور آگ ان کی بجھا دی اور ہانڈیاں ان کی الٹ دیں

اور میخیں ان کی اکھاڑ دیں کہ خیمے ان کے گر پڑے اور گھوڑے ان کے کھل کر آپس میں لڑنے لگے اور چھوٹ کر لشکر میں دند مچا دیا۔ اس وقت آپ ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو کفار کی خبر لانے کے لیے مامور فرمایا اور شدت سردی سے محفوظی کے لیے دعا فرمائی۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بہ برکت آپ کی دعا کے مجھے جانے آنے میں مطلق سردی نہ معلوم ہوئی بلکہ ایسا حال تھا کہ گویا میں حمام میں چلا جاتا ہوں۔ (بعضہ من تواریخ حبیب اللہ)

ف : ایسی سخت ہوا کا ان پر اثر نہ کرنا صریح خارق ہے۔

عالم کائنات الجو

نمبر..... ۱۸ : جیسے صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عہد رسول اللہ ﷺ میں ایک بار قحط ہوا' سو ایک بار آپ ﷺ خطبہ جمعہ کا فرما رہے تھے۔ ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ مال ہلاک ہو گیا اور عیال بھوکوں مرتے ہیں آپ مینہ کے واسطے دعا کیجئے۔ آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اس وقت آسمان پر کوئی ٹکڑا بھی ابر کا نہ تھا قسم اللہ کی ہنوز آپ ہاتھ رکھنے نہیں پائے کہ ابر مانند پہاڑوں کے ہر طرف سے گھر آیا' آپ ﷺ منبر پر سے اترنے نہیں پائے تھے کہ ریش مبارک سے قطرات مینہ کے گرنے لگے۔ سو اس دن سے دوسرے جمعہ تک مینہ برسا پھر جمعہ کے دن اسی اعرابی نے یا اور کسی شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ مکانات گر پڑے اور مال ڈوب گیا' آپ ﷺ دعا فرمایئے کہ مینہ تھم جائے۔ آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی اے اللہ! ہمارے گرد برسے اور ہم پر نہ برسے اور جدھر ابر کی طرف آپ نے اشارہ کیا وہیں کھل گیا سو مدینہ پر تو بالکل پانی کا برسنا موقوف ہو گیا اور گرد مدینہ کے برستا رہا۔ اطراف سے جو لوگ آتے تھے کثرت مینہ کی بیان کرتے تھے۔

ف : آپ ﷺ کی دعا سے ابر کا فوراً اٹھ آنا اور اشارہ سے ابر کا ہٹ جانا ان دونوں میں ظہور ہے معجزے کا سحاب میں۔

نمبر..... ۱۹ : اور جیسے جلالین میں جس کو کمالین نے نسائی و ابن جریر و بزار کی طرف منسوب کیا ہے نقل کیا ہے کہ ایک شخص کے پاس دعوت اسلام کے لیے آپ نے

کسی کو بھیجا' اس نے آپ کی اور حق تعالیٰ کی شان میں گستاخانہ کہا کہ رسول اللہ کون ہوتے ہیں' اللہ کیسا ہوتا ہے سونے کا یا چاندی کا یا تانبے کا؟ معاً اس پر بجلی گری اور اس کی کھوپڑی اڑا دی۔

ف : اس واقعہ میں آپ کی شان میں گستاخی کرنے کو بھی ظاہر ہے کہ دخل ہے اس اعتبار سے ظہور ہے معجزہ کا صاعقہ میں کہ کائنات جو سے ہے۔

عالم جمادات و عالم نباتات

نمبر..... ۲۰ : ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مکہ میں تھا سو آپ بعض اطراف مکہ کی طرف نکلے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا سو جو پہاڑ یا درخت سامنے آتا وہ یہ کہتا تھا السلام علیک یارسول اللہ۔

ف : پہاڑ جمادات سے ہیں اور درخت نباتات سے، سو دونوں میں ظہور معجزہ کا ہوا۔

نمبر..... ۲۱ : صحیح بخاری میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ خطبے کے وقت ایک ستون مسجد پر کہ چھوہارے کے درخت کا تھا تکیہ لگا لیتے تھے۔ جب منبر بنا تب نبی اکرم ﷺ نے منبر پر خطبہ پڑھنا شروع کیا' یکبارگی وہ ستون چھوارے کا چلا کے اس زور سے رونے لگا کہ قریب تھا کہ پھٹ جائے' نبی اکرم ﷺ منبر پر سے اُترے اور اس ستون کو اپنے بدن مبارک سے چمٹا لیا' سو وہ ستون ہچکیاں لینے لگا جس طرح وہ لڑکا جو رونے سے چپ کرایا جاتا ہے ہچکیاں لیتا ہے' یہاں تک کہ تھم گیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ ہمیشہ ذکر سنا کرتا تھا' اب جو نہ سنا تو رونے لگا۔

ف : یہ ستون باعتبار اصلی حالت کے نباتات سے ہے اور باعتبار موجودہ حالت کے جمادات سے پس اس معجزہ کو دونوں قسموں سے تعلق ہوا اور اس گریہ میں جس طرح مفارقت ذکر کو دخل ہے اسی طرح مفارقت ذاکر یعنی ذات مقدسہ نبویہ کو ورنہ سینہ سے لگانے سے خاموش نہ ہو جاتا' پس اس حیثیت سے یہ آپ کا معجزہ ہے۔

نمبر..... ۲۲ : ترمذی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تھوڑے چھوارے لایا اور عرض کیا کہ ان چھواروں کے لیے دعائے برکت کر دیجئے۔ آپ ﷺ نے ان چھواروں کو اکٹھا کر کے ان میں دعائے برکت کی اور

مجھ سے فرمایا کہ انہیں لے کر اپنے توشہ دان میں ڈال رکھو جب تمہارا جی چاہے اس میں سے ہاتھ ڈال کر نکال لو مگر اسے جھاڑنا مت۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان چھواروں میں ایسی برکت ہوئی کہ میں نے اتنے اتنے وسق (کہ ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع وہ ظرف ہے جس میں ساڑھے تین سیر گندم سما سکے) اللہ کی راہ میں خرچ کئے اور ہمیشہ اس میں سے ہم کھاتے اور کھلاتے رہے اور وہ توشہ دان ہمیشہ میری کمر میں لگا رہتا تھا' یہاں تک کہ بروز شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے (کہ قریب تیس برس کے زمانہ ہوتا ہے) میری کمر میں سے کٹ کر کہیں گر پڑا اور جاتا رہا۔

ف : یہ معجزہ ایسی چیز میں ظاہر ہوا جو اصل میں نبات کا ثمرہ ہے اور فی الحال جماد ہے اس کو بھی دونوں سے تعلق ہوا۔

عالم حیوانات

نمبر..... ۲۳ : احمد [۱] اور دارمی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں تشریف لے گئے وہاں ایک اونٹ تھا بڑا شریر جو کوئی باغ میں جاتا اس پر دوڑتا اور کاٹنے کے لیے جھپٹتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا اور وہ آیا اور اس نے آپ کے سامنے سجدہ کیا۔ آپ نے اس کی ناک میں مہار ڈال دی اور فرمایا جتنی چیزیں آسمان اور زمین میں ہیں سب جانتی ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں سوائے نافرمان جن و انس کے۔

نمبر..... ۲۴ : بیہقی نے سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں دریائے شور میں تھا جہاز ٹوٹ گیا' میں ایک تختہ پر بیٹھ گیا۔ بہتے بہتے ایک نیستان میں پہنچا وہاں مجھ سے ایک شیر ملا اور میری طرف آیا' میں نے کہا کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام آزاد ہوں' وہ شیر میری طرف بڑھ آیا اور اپنا کندھا میرے بدن میں مارا پھر میرے ساتھ چلا یہاں تک کہ مجھے راہ پر کھڑا کر دیا اور تھوڑی تھوڑی دیر ٹھہر کر باریک باریک کچھ آواز کرتا رہا اور

---

(۱) الکلام المبین میں اس کو مسلم اور ابوداؤد کی طرف بروایت عبداللہ بن جعفر منسوب کیا ہے مگر اس میں نہ ملنا اور رحمۃ مہداۃ میں احمد اور دارمی سے بروایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ نقل کرنا سبب میرے اس تصرف کا ہوا۔

میرے ہاتھ سے اپنی دم چھوادی' میں سمجھا کہ مجھے رخصت کرتا ہے۔

ف : پہلا قصہ ماکول جانور کا تھا یہ غیر ماکول کا اور وہ حیات میں تھا اور یہ بعد وفات جس میں وجہ اعجاز قوی تر ہے کیونکہ وفات کے بعد اور قوئی کی فاعلیت کا بھی احتمال نہیں ہو سکتا۔

نمبر..... ۲۵ : بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قدح دودھ کا گھر میں پایا' حکم دیا کہ اصحاب صفہ کو بلا لو۔ یہ بھوکے تھے' انہوں نے اپنے دل میں کہا کہ مجھی کو دے دیتے تو میں سیر ہو کر پیتا' بعد اس کے میں نے ان سب کو بلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انہیں دودھ پلاؤ' میں نے پلانا شروع کیا یہاں تک کہ سبھی نے سیر ہو کر پیا پھر مجھ سے کہا کہ تم پیو۔ میں نے پیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور پیو' میں پیتا جاتا تھا یہاں تک کہ میں نے قسم کھا کر کہا کہ اب پیٹ میں جگہ نہیں' پھر باقی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا۔

ف : یہ اجزائے حیوان میں معجزے کا ظہور ہوا' یہاں تک الکلام المبین میں احادیث لا کر پھر اقسام نہ گانہ عالم کے متعلق معجزات کو قرآن مجید سے بھی ثابت کیا ہے جس کو شوق ہو مطالعہ فرما لے' فقط۔

مِنَ الرَّوْضِ

یَدٌ بِهَا النَّفْعُ وَالضَّرُّ لِمُعْتَرِفٍ ۔۔۔ وَجَاحِدٍ فَهِیَ الْاَدْوَاءُ وَالْوَطَرُ
کَمْ اَبْرَءَتْ اَلَمًا کَمْ اَذْهَبَتْ لَمَمًا ۔۔۔ کَمْ اَظْهَرَتْ لِمَمًا یَنْمُوْلَهَا شَعَرُ
وَکَمْ شَفَتْ سَقَمًا کَمْ اَظْهَرَتْ مَدَدًا ۔۔۔ کَمْ فَرَّجَتْ کَمَدًا عَمَّنْ بِهٖ عَوَزُ
وَدَرَّتِ الشَّاةُ مِنْهَا وَالْحَصَا نَطَقَتْ ۔۔۔ فِیْهَا وَاَوْرَقَتِ الْاَغْصَانُ وَالشَّجَرُ
وَالْقَوْمُ مِنْ رَمْیِهَا یَوْمَ اللِّقَاءِ غُمُوْا ۔۔۔ وَمِنْ اَصَابِعِهَا الْاَمْوَاهُ تَنْفَجِرُ
وَالْمَاءُ مِنْ رِیْقِهٖ زَادَتْ حَلَاوَتُهٗ۔ ۔۔۔ وَالنَّخْلُ مِنْ عَامِهٖ اَضْحٰی لَهٗ ثَمَرُ
وَالْجِذْعُ حَنَّ اِلَیْهِ حِیْنَ فَارَقَهٗ ۔۔۔ حَتّٰی عَلَا مِنْهُ مَا بَیْنَ الْمَلَا خُوَرُ
وَالذِّئْبُ وَالضَّبُّ کُلٌّ مِنْهُمَا شَهِدَا ۔۔۔ شَهَادَةَ الْحَقِّ یَرْوِیْهَا لَکَ الْخَبَرُ
وَرَاحَ یَشْکُوْا اِلَیْهِ جَوْرَ صَاحِبِهٖ ۔۔۔ اَلْبَعِیْرُ وَالدَّمْعُ مِنْ عَیْنَیْهِ مُنْحَدِرُ

وَاَطْعَمَ الْجَیْشَ مِنْ صَاعٍ فَاَشْبَعَهٗ ‌ ‌ ‌ وَمِنْهُ اَرْوَاهُ لَمَّا مَسَّهُ الْعَسَرُ
فَلَا تَرُمْ حَصْرَ اٰیَاتٍ لَهٗ ظَهَرَتْ ‌ ‌ ‌ اِلَّا اِذَا كَانَ یُحْصَى الرَّمْلُ وَالْمَدَرُ
كَفٰى بِمُعْجِزَةِ الْقُرْاٰنِ مُعْجِزَةً ‌ ‌ ‌ طُوْلَ الزَّمَانِ غَدَا یُتْلٰى وَیُسْتَطَرُ
فِیْهِ تَجَمَّعَتِ الْاَشْیَا فَلَا صُحُفٌ ‌ ‌ ‌ اِلَّا وَحَازَ مَعَانِیْهَا وَلَا زُبُرُ
فَهُوَ الشِّفَاءُ الَّذِیْ تَحْیَی النُّفُوْسُ بِهٖ ‌ ‌ ‌ قَدْ فَازَ مُتَّعِظٌ مِنْهُ وَمُدَّكِرُ

(ترجمہ) (۱) آپ کا ایسا ہاتھ ہے کہ اس میں نفع بھی ہے اور ضرر بھی ہے معترف کے لیے (نفع ہے) اور منکر کے لیے (ضرر ہے) سو وہ بیماری کا بھی سبب ہے اور حاجت روائی کا بھی سبب ہے۔ (۲) اس ہاتھ نے بہت سے الموں کو اچھا کیا اور بہت سے آسیب کو دور کیا' بہت سے موئے سر کو ظاہر کیا کہ اس کے سبب (سر بے مو میں) بال جم آئے۔ (۳) اور بہت سے بیماروں کو شفا دی اور بہت سی مدد کو ظاہر کیا' بہت سے رنجوں کو دور کیا ایسے لوگوں سے جن میں کوئی خلل تھا۔ (۴) اور اس ہاتھ سے بکری نے دودھ دیا اور اس میں سنگریزے بولے اور شاخیں اور درخت برگ دار ہو گئے۔ (۵) اور قوم کفار اس ہاتھ کے خاک پھینک دینے سے اندھے ہو گئے اور اس ہاتھ کی انگلیوں سے پانی جاری ہوتے تھے۔ (۶) اور پانی کی شیرینی آپ کے لعاب مبارک کے سبب بڑھ گئی اور کھجور کا درخت اسی سال بار آور ہو گیا۔ (۷) اور تنا درخت کا آپ کی جدائی سے گریہ و زاری کرنے لگا یہاں تک کہ مجمع میں اس میں سے آواز نکل کر بلند ہو گئی۔ (۸) اور بھیڑیے اور سوسمار نے دونوں نے سچی شہادت (آپ کی رسالت کی) دی اس کو حدیث روایت کرتی ہے۔ (۹) اور اونٹ آپ سے اپنے مالک کی بے راہی کی شکایت کرتا تھا اور آنسو اس کی آنکھوں سے جاری تھے۔ (۱۰) اور ایک بڑے لشکر کو ایک صاع سے کھانا کھلا کر شکم سیر کر دیا اور اس سے آسودہ کر دیا جب کہ اس لشکر کو تنگی نے مس کیا۔ (۱۱) اے مخاطب آپ کے جو معجزات ظاہر ہوئے ان کے شمار کرنے کا قصد مت کرو مگر جس وقت کہ ریگ اور سنگ پاروں کا شمار کیا جائے۔ (۱۲) قرآن مجید کا معجزہ کافی معجزہ ہے کہ زمان طویل تک تلاوت کیا جائے گا اور لکھا جائے گا۔

(۱۳) اس میں بہت سے مضامین جمع ہیں سو نہ کوئی صحیفے ایسے ہیں جس کے معانی پر قرآن مشتمل نہ ہو اور نہ کتابیں ہیں۔ (۱۴) سو وہ قرآن شفا ہے جس سے قلوب زندہ ہوتے ہیں اُس سے وعظ و پند کا قبول کرنے والا فائز المرام ہوتا ہے۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

فصل نمبر ۲۳

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اسماء شریفہ کا مع مختصر تفسیر بیان

محمد' یہ آپ کا علم یعنی خاص نام ہے۔ احمد' عیسیٰ علیہ السلام نے اس نام سے بشارت دی ہے۔ متوکل' معنی ظاہر ہیں۔ ماحی' آپ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے کفر کو محو فرمایا۔ حاشر' یعنی آپ چونکہ سب سے اول قیامت میں محشور ہوں گے اور سب آپ کے بعد تو گویا ان کے حشر کے سبب آپ ہوئے۔ عاقب' یعنی سب انبیاء علیہم السلام کے عقب میں اور آخر میں تشریف لائے۔ مقفی'[1] اس کے بھی یہی معنی ہیں۔ نبی التوبہ' یعنی آپ کی شریعت میں عفو ذنوب کے لیے محض توبہ اپنی شرائط سے کافی ہے۔ بخلاف بعضی پہلی امتوں کے کہ قتل نفس اس میں شرط تھا۔ نبی الملحمۃ یعنی قتال کے نبی کیونکہ آپ کی شریعت میں جہاد مشروع ہوا ہے۔ نبی الرحمہ' آپ کا رحمۃ للعالمین ہونا ظاہر ہے' مسلمانوں کے لیے تو آخرت میں بھی اور کفار کے لیے دنیا میں کہ پہلی امتوں کے سے عذاب نہیں آتے اور باقی اجزاء عالم کے لیے بھی کہ بقاء عالم کا آپ کے بقاء دین کے ساتھ مربوط ہے۔ جب آپ کے دین کا کوئی اثر نہ رہے گا حتیٰ کہ اللہ اللہ کہنے والا بھی نہ رہے گا تو قیامت قائم ہو کر تمام عالم درہم برہم ہو جائے گا۔

فاتح یعنی کشائندہ آپ کی بدولت دروازہ ہدایت مفتوح ہوا' امصار و دیار کفار کے فتح ہوئے۔ جنت کے دروازے آپ کی اتباع سے کشادہ ہوں گے۔ امین معنی ظاہر ہیں۔ شاہد'

---

(۱) اسم فاعل از تفعیل۔

قیامت میں آپ اپنی امت کے شاہد ہوں گے۔ مبشر بشیر یعنی مومنین کو خوشخبری دینے والے۔ نذیر یعنی کفار کو عذاب سے ڈرانے والے۔ قاسم یعنی فیوض اور اموال کے تقسیم کرنے والے۔ ضحوک و قتال' ان دونوں کا استعمال جدا جدا نہیں ہوتا یعنی اہل ایمان سے ہنسنے بولنے والے اور کفار سے قتال کرنے والے۔ عبداللہ معنی ظاہر ہیں۔ سراج منیر یعنی ہدایت کے چراغ روشن۔ سید ولد آدم یعنی سب بنی آدم کے سردار۔ صاحب لواء الحمد یعنی قیامت میں آپ کے ہاتھ میں لواء الحمد ہو گا اور سب اولین و آخرین اس کے تلے ہوں گے۔ صاحب مقام یعنی مقام شفاعت میں آپ کھڑے کئے جائیں گے۔ صادق یعنی سچی خبر دینے والے۔ مصدوق یعنی آپ کو سب خبریں وحی سے سچی ملتی ہیں۔ رؤف رحیم دونوں کے معنی مہربان اور بہت مہربان ہیں۔

بعض ان میں سے آپ کے ساتھ خاص ہیں اور بعض دوسرے انبیاء علیہم السلام میں بھی مشترک ہیں اور اکثر ان اسماء مذکورہ میں وہ ہیں جو کسی وصف خاص یا وصف غالب پر دلالت کرتے ہیں اور عرف میں لقب و نام ایسے ہی اسماء کو کہتے ہیں اسی اعتبار سے پچیس تیس کے درمیان تک شمار کئے گئے ہیں ورنہ آپ کے اوصاف میں سے اگر ہر وصف سے ایک اسم مشتق کیا جائے تو دو سو سے زائد بلکہ بقول بعض علماء ایک ہزار تک پہنچتے ہیں۔ (کذا فی زاد المعاد)

مِنَ الرَّوْضِ

مُحَمَّدٌ اَحْمَدُ الْمَنْسُوْبُ مَادِحُهٗ اِلَيْهِ فَهُوَ بِهٰذَا الْفَخْرِ يَفْتَخِرُ
اَلْفَاتِحُ الْخَاتِمُ الْهَادِيْ بِدَعْوَتِهٖ اِلَى الْهُدٰى وَلِدِيْنِ اللّٰهِ يَنْتَصِرُ
اَلْحَاشِرُ الْعَاقِبُ الْمَاحِيْ بِبِعْثَتِهٖ عَنَّا الظَّلَامَ وَلَيْلُ الشِّرْكِ مُنْدَثِرُ

(ترجمہ) (۱) محمد ہیں احمد ہیں آپ کا مادح آپ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے سو وہ اس فخر پر فخر کرتا ہے۔ (۲) آپ افتتاح والے ہیں (کہ آپ کے نور سے خلق کا افتتاح ہوا) اور آپ اختتام والے ہیں (کہ آپ پر نبوت ختم ہوئی) اپنی دعوت سے راہ حق کی طرف ہادی ہیں اور دین الٰہی کی نصرت فرماتے ہیں۔ (۳) آپ کے بعد سب کا حشر ہو گا آپ سب انبیاء کے بعد آئے ہیں آپ اپنی

بعثت سے تاریکیوں کو ہم سے محو کرنے والے ہیں اور شرک کی رات مٹ جانے والی ہے۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

فصل نمبر ۲۴

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض خصائص کا بیان

یعنی ان امور کے بیان میں جو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام میں سے صرف آپ ہی کو عطا فرمائے اور وہ چند قسم کے ہیں۔

ایک قسم وہ امور جو دنیا میں تشریف لانے سے پہلے آپ کی ذات مقدسہ میں پائے گئے' مثلاً (۱) سب سے اول آپ کے نور پاک کا پیدا ہونا۔ (۲) سب سے پہلے آپ کو نبوت عطا ہونا۔ (۳) یوم میثاق میں سب سے اول الست بربکم کے جواب میں آپ کا بلٰی فرمانا۔ (۴) آپ کا نام مبارک عرش پر لکھا جانا۔ (۵) خلق عالم سے آپ کا مقصود ہونا۔ (۶) پہلی سب کتب میں آپ کی بشارت و فضیلت ہونا۔ (۷) حضرت آدم علیہ السلام و حضرت نوح علیہ السلام و حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آپ کی برکات حاصل ہونا۔ ان کی روایات فصل اول و دوم میں گذری ہیں وغیرذالک۔

دوسری قسم وہ امور جو دنیا میں تشریف آوری کے وقت قبل نبوت ظاہر ہوئے مثلاً مہر نبوت کا شانہ پر ہونا۔ اس کی روایت چھٹی فصل میں مذکور ہے وغیرذالک۔

تیسری قسم وہ امور جو بعد نبوت ظاہر ہوئے اور مختص ہیں ذات مبارک کے ساتھ مثلاً (۱) معراج اور اس میں عجائب ملکوت و جنت و نار پر مطلع ہونا اور (۲) حق تعالیٰ کو دیکھنا۔ (۳) کہانت کا منقطع ہو جانا۔ (۴) اذان و اقامت میں نام مبارک ہونا۔ (۵) ایسی کتب عطا ہونا جو ہر طرح معجزہ ہے لفظاً بھی اور معنیً بھی۔ تغیر سے محفوظ رہنے میں بھی' زبان یاد ہونے میں بھی۔ (۶) صدقہ کا حرام ہونا۔ (۷) نوم سے وضو کا واجب نہ ہونا۔ (۸) ازواج مطہرات کا امت پر ابداً حرام ہونا۔ (۹) آپ کی صاحبزادی سے بھی نسب اولاد کا ثابت ہونا۔

(۱۰) آگے پیچھے سے برابر دیکھنا۔ (۱۱) دور دور تک آپ کا رعب پہنچنا۔ (۱۲) آپ کو جوامع الکلم عطا ہونا۔ (۱۳) تمام خلائق کی طرف مبعوث ہونا۔ (۱۴) آپ پر نبوت کا ختم ہونا۔ (۱۵) آپ کے متبعین کا سب انبیاء کے تابعین سے زیادہ ہونا۔ (۱۶) سب مخلوق سے آپ کا افضل ہونا۔

چوتھی قسم وہ امور جو آپ کی برکت سے منجملہ تمام امم کے خاص آپ کی امت کو عطا ہوئے۔ مثلاً (۱) غنائم کا حلال ہونا۔ (۲) تمام زمین پر نماز کا جائز ہونا۔ (۳) تیمم کا مشروع ہونا۔ (۴) اذان و اقامت کا مقرر ہونا۔ (۵) نماز میں ان کی صفوف کا بطرز صفوف ملائکہ ہونا۔ (۶) جمعہ کا ایک خاص عبادت و (۷) ساعت اجابت کے لیے مقرر ہونا۔ (۸) روزہ کے لیے سحری کی اجازت۔ (۹) رمضان میں شب قدر۔ (۱۰) ایک نیکی کریں تو ادنیٰ درجہ دس حصہ اور زیادہ بھی ثواب ملنا۔ (۱۱) وسوسہ و خطا و نسیان کا گناہ نہ ہونا (شاید پہلی امتوں میں ان کے اسباب کا انسداد بھی واجب ہو گا اور اسی اعتبار سے یہ خاص ہوا اس امت کے ساتھ) (۱۲) احکام شاقہ کا مرتفع ہو جانا۔ (۱۳) تصویر و (۱۴) مسکرات کا ناجائز ہونا (کہ یہ سدباب ہے مفاسد بے شمار کا اور مفاسد سے بچانا رحمت ہے جیسا کہ بعض جگہ تسہیل حکم بھی رحمت ہے) (۱۵) اجماع امت کا حجت ہونا اور اس میں ضلالت کا احتمال نہ ہونا۔ (۱۶) اختلاف فرعی کا رحمت ہونا۔ (۱۷) امم سابقہ کے سے عذاب نہ آنا۔ (۱۸) طاعون کا شہادت ہونا۔ (۱۹) علماء سے وہ کام دین کا لیا جانا جو انبیاء کیا کرتے تھے۔ (۲۰) قرب قیامت تک جماعت اہل حق کا موید من اللہ ہو کر پایا جانا وغیر ذالک۔

پانچویں قسم وہ امور جو دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد برزخ یا قیامت میں ظاہر ہوئے یا ہوں گے ان کا بیان وفات کے بعد کی تین فصلوں[1] میں آئے گا۔ (هذا كلمه من الشمامه بتصرف فی الالفاظ والترتيب وبعضهٗ من المشكوٰة)

---

(۱) یعنی ان تینوں فصلوں میں ایسے خصائص بھی ہیں یہ نہیں کہ سب خصائص ہی ہیں۔ چنانچہ حیات انبیاء و تحریم جسد و صلوٰۃ فی القبر سب انبیاء علیہم السلام میں مشترک ہے۔

من القصیدۃ

فَهُوَ الَّذِیْ تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُوْرَتُهٗ ثُمَّ اصْطَفَاهُ حَبِیْبًا بَارِئُ النَّسَمِ
مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِیْكٍ فِیْ مَحَاسِنِهٖ فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِیْهِ غَیْرُ مُنْقَسِمِ

(ترجمہ) (۱) پس آپ فضائل باطنی و ظاہری میں کمال کے درجہ کو پہنچے ہوئے ہیں پھر خداوند تعالیٰ شانہ نے جو خالق تمام مخلوقات ہے' آپ کو اپنا حبیب بنا لیا۔ (۲) آپ اس سے پاک ہیں کہ آپ کی خوبیوں میں اور کوئی آپ کا شریک ہو (پس جو ہر حسن جو آپ میں پایا جاتا ہے وہ غیر منقسم اور غیر مشترک ہے بلکہ مخصوص آپ ہی کے ساتھ ہے۔ (عطر الوردہ)

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

فصل نمبر ۲۵

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماکولات' مشروبات' مرکوبات وغیرہ

ان چیزوں کو آپ کی ذات بابرکات سے دو تعلق ہیں۔ ایک تشریع کہ ان میں کیا جائز ہے کیا ناجائز۔ اس کے متعلق روایات کو جمع کرنا اور ان سے احکام کو اخذ کرنا یہ منصب فقیہ کا ہے۔ دوسرا تعلق ان کا استعمال کرنا حاجت اور مصلحت کے لیے اس حیثیت سے یہ شعبہ سیر کا ہے' یہاں اسی اعتبار سے زاد المعاد سے مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔

ماکولات و مشروبات غذاءً یا دواءً

ان میں بعض وہ چیزیں ہیں جن کا خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے استعمال ثابت ہے اور بعض وہ ہیں کہ ان کا وصف فرمایا ہے۔ چنانچہ احادیث [1] مقام سے سب بالتعیین معلوم ہو جائے گا۔

---

(۱) ان احادیث کے الفاظ یعنی ادویہ و اغذیہ کا ترجمہ لغات قاموس سے کیا گیا ہے۔

اثمد [1] یعنی سرمہ سیاہ اصفہانی' حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم اثمد کو استعمال میں رکھو وہ نگاہ کو تیز کرتا ہے اور بال کو جماتا ہے' روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے اور آپ کی عادت شریف بھی دونوں آنکھوں میں لگانے کی تھی۔ ابن ماجہ کی روایت کے مطابق تین تین سلائی اور ترمذی کی روایت کے مطابق داہنے میں تین اور بائیں میں دو یعنی عادت دونوں طرح تھی۔

اُترج یعنی ترنج' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو مومن قرآن پڑھتا ہے اس کی مثال ترنج کی سی ہے کہ مزہ بھی پاکیزہ اور خوشبو بھی پاکیزہ' روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

بطیخ یعنی تربوز' آپ ﷺ تربوز کو خرمائے تازہ کے ساتھ نوش فرما رہے تھے اور یہ ارشاد فرماتے تھے کہ اس کی گرمی اس کی سردی کی دافع (اور مصلح) ہے' روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے۔

بلح یعنی خرمائے سبز یعنی خام' ارشاد فرمایا آپ ﷺ نے کہ خرمائے سبز خرمائے خشک سے کھایا کرو شیطان آدمی کو دونوں چیزیں کھاتے ہوئے دیکھتا ہے (متاسف ہو کر) کہتا ہے کہ یہ آدمی اب تک جیتا رہا کہ کہنہ کے ساتھ جدید پھل کو کھا رہا ہے' روایت کیا اس کو نسائی اور ابن ماجہ نے۔

بسر یعنی خرمائے نیم پختہ' صحیح حدیث میں ہے کہ جب آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ابو الہیثم رضی اللہ عنہ کے یہاں مہمان ہوئے تو وہ ایک خوشہ خرما کا لائے' آپ نے ارشاد فرمایا پختہ پختہ کیوں نہ چھانٹ لائے (تاکہ پورا خوشہ ضائع نہ ہوتا) اس نے عرض کیا کہ میرا جی چاہا کہ آپ حضرات (اپنی طبیعت کے موافق) خود پختہ اور نیم پختہ کو چھانٹ لیں (یعنی جن کو جو اچھا معلوم ہو)۔

بصل یعنی پیاز' حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے پیاز کی نسبت پوچھا۔ انہوں نے کہا سب سے اخیر جو کھانا آپ نے تناول فرمایا اس میں پیاز تھا' روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور صحیحین میں آپ نے اس کے کھانے والے کو مسجد میں آنے سے منع فرمایا ہے اور ایک دوسری حدیث میں آپ کا ارشاد ہے کہ جو کوئی پیاز یا لہسن کھائے تو ان کو پکا کر بدبو مار دے۔

---

(1) اس میں حروف ہجا کی ترتیب رکھی گئی ہے۔

تمر یعنی خرمائے خشک' آپ ﷺ نے اس کی تعریف بھی فرمائی ہے کہ جو کوئی صبح کو سات تمر کھالے اس روز اس کو جادو اور ہر ضرر اثر نہیں کرتا اور فرمایا ہے کہ جس گھر میں تمر نہ ہو' اس کے رہنے والے بھوکے ہیں اور آپ سے کھانا بھی بکثرت ثابت ہے۔ مسکہ سے بھی' روٹی سے بھی اور تنہا بھی۔

ثلج یعنی برف' حدیث صحیح میں ہے آپ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ مجھ کو میرے گناہوں سے دھو ڈال پانی اور برف اور اولے سے۔اھ اس سے برف کی مدح نکلتی ہے۔

ثوم یعنی لہسن' اس کا بیان پیاز کے ساتھ گذر چکا۔

ثرید یعنی گوشت کے شوربے میں روٹی ٹوٹی ہوئی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت دوسری عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت دوسری غذاؤں پر' روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے (اس سے ظاہر فضیلت ثرید کی معلوم ہوئی)۔

جبن یعنی پنیر' سفر تبوک میں آپ کی خدمت میں لایا گیا' آپ نے چاقو منگوایا اور بسم اللہ کہہ کر اس کا ٹکڑا کاٹا' روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

حنا یعنی مہندی' آپ کے کوئی پھنسی نکلتی یا کانٹا لگ جاتا تو آپ اس پر مہندی رکھ دیتے' روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

حبہ سودا یعنی کلونجی' اس کا شونیز بھی نام آیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کلونجی کا استعمال کیا کرو کہ اس میں بجز موت کے سب بیماریوں سے شفا ہے' روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

حرف یعنی رائی' اس کا نام حدیث میں ثفاء آیا ہے اور عام محاورہ میں حب الرشاد کہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ دو چیزوں میں کس قدر شفاء ہے ثفاء میں اور ایلوہ میں' روایت کیا اس کو ابوعبیدہ وغیرہ نے اور مراسل میں ابوداؤد نے۔

حلبہ یعنی میتھی' عبدالرحمٰن بن القاسم سے مرفوعاً منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میتھی سے شفا حاصل کرو۔

خبز یعنی روٹی' آپ ﷺ کو شوربے میں توڑی ہوئی روٹی بہت پسند تھی' روایت کیا اس

کو ابوداؤد نے۔ اور آپ ﷺ نے ایک بار گیہوں کی روٹی گھی سے چپڑی ہوئی کی تمنا فرمائی۔ چنانچہ ایک صحابی نے حاضر کیا مگر آپ ﷺ نے گھی کے ظرف کو تحقیق فرمایا تو معلوم ہوا کہ سوسمار یعنی گوہ کے چمڑے کی کپی میں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اٹھالو' روایت کیا اس کو بھی ابوداؤد نے۔

خل یعنی سرکہ' آپ نے نوش بھی فرمایا اور تعریف بھی کی کہ سرکہ خوب سالن ہے' روایت کیا اس کو مسلم نے۔

دہن یعنی روغن' آپ ﷺ سر میں کثرت سے تیل لگاتے تھے' روایت کیا اس کو ترمذی نے شمائل میں۔ اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ روغن زیتون کھاؤ بھی اور لگاؤ بھی' روایت کیا اس کو بھی ترمذی نے۔

ذریرہ یعنی ایک قسم کا مرکب عطر' حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حج وداع میں آپ کے احرام باندھنے کے وقت (یعنی قبل) اور احرام کھولنے کے وقت (یعنی بعد) آپ کو اپنے ہاتھ سے ذریرہ کی خوشبو لگائی' روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

رطب یعنی خرمائے پختہ تازہ' حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو ککڑی خرمائے پختہ تازہ کے ساتھ کھاتے ہوئے دیکھا' روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔ اور آپ ﷺ نماز کے قبل خرمائے تر سے روزہ افطار فرماتے۔ اگر خرمائے تر نہ ہوتے تو خرمائے خشک سے' یہ بھی نہ ہوتے تو پانی' روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

ریحان یعنی خوشبودار پھول' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص کے سامنے ریحان پیش کیا جائے اس کو رد نہ کرے کیونکہ اس میں بار (احسان) بھی ہلکا ہی ہے اور خوشبو پاکیزہ ہے (یعنی دوسرے کا ضرر نہیں اپنا نفع ہے)' روایت کیا اس کو مسلم نے (اور اسی کے حکم میں ہر خوشبو ہے)۔

زیت یعنی روغن زیتون' اس کا بیان دہن میں آچکا۔

زنجبیل یعنی سونٹھ' بادشاہ روم نے ایک گھڑا زنجبیل سے بھرا ہوا آپ ﷺ کے پاس ھدیۃً بھیجا تھا' آپ ﷺ نے ایک ایک ٹکڑا سب کو کھانے کو دیا' روایت کیا اس کو ابو نعیم نے کتاب طب نبوی میں۔

سنا مشہور ہے' آپ ﷺ نے ایک صحابیہ کو سنا کا مسہل لینے کو فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی چیز موت سے شفا دینے والی ہوتی تو وہ سنا ہوتی' روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے۔

سنوت[1] اس کے معنی میں اختلاف ہے بعض اطبا نے ایک خاص تفسیر کو ترجیح دی ہے یعنی شہد جو گھی کے ظرف میں رکھا گیا ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سنا اور سنوت کو برتا کرو کہ اِن دونوں میں بجز موت کے تمام امراض سے شفا ہے' روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔ ان بعض اطباء نے وجہ ترجیح میں کہا ہے کہ شہد اور گھی سے سنا کی اصلاح اسہال کی اعانت ہوتی ہے۔

سفرجل یعنی سیب و ہی' آپ ﷺ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو ایک سیب دے کر فرمایا کہ یہ قلب کو تقویت دیتا ہے اور طبیعت کو خوش کرتا ہے اور سینہ کی کرب کو دور کرتا ہے' روایت کیا اس کو نسائی نے۔

سمن یعنی گھی' خبز کے بیان میں آپ کا گھی کی تمنا فرمانا گذرا ہے۔

سمک یعنی مچھلی' آپ ﷺ نے عنبر ماہی کا گوشت صحابہ کے پاس سے لے کر نوش فرمایا۔ زاد المعاد میں سریۃ الخبط کے قصہ میں صحیحین سے نقل کیا ہے۔

سلق یعنی چقندر' آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہ وہ نقاہت کی حالت میں تھے جَو اور چقندر سے مرکب کھانے کو موافق مزاج فرمایا' روایت کیا اس کو ترمذی و ابوداؤد نے۔

شونیز یعنی کلونجی' اس کا ذکر حبۃ السوداء میں گذر چکا۔

شعیر یعنی جَو' آپ ﷺ کا معمول تھا کہ گھر والوں کو بخار میں آش جَو بنوا کر پلاتے تھے اور فرمایا کرتے کہ یہ حزین کے قلب کو قوت دیتا ہے اور مریض کے قلب سے کرب کو دور کرتا ہے' روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ آپ کی اکثر غذا یہی غلہ تھا۔

شوی یعنی بھنا ہوا گوشت' آپ ﷺ کا تناول فرمانا چند احادیث میں ہے جو ترمذی میں مذکور ہیں۔

---

(۱) کتنور و سنور قاموس۔

شحم یعنی چربی' ایک یہودی نے آپ ﷺ کی دعوت کی اور جو کی روٹی اور چربی جس میں کچھ تغیر آگیا تھا پیش کی۔

صبر یعنی ایلوہ؎ اس کا ذکر بیان "حرف" میں گذر چکا ہے۔

طیب یعنی خوشبو' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھ کو دنیا کی چیزوں میں سے منکوحہ بیویاں اور خوشبو پسند ہے۔

عسل یعنی شہد' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہر مہینہ تین دن صبح کے وقت شہد چاٹ لیا کرے' اس کو کوئی بڑی بلا (بیماری) نہ پہنچے گی' روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

عجوہ مدینہ منورہ کی کھجوروں میں سے ایک خاص قسم ہے' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عجوہ جنت سے ہے اور وہ زہر سے شفا ہے' روایت کیا اس کو نسائی اور ابن ماجہ نے۔

عودِ ہندی اس کی دو قسمیں ہیں ایک قسط کہلاتا ہے' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ دوا کی چیزوں میں سب سے بہتر پچھنے لگوانا ہے اور قسط بحری' روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔ اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس عود ہندی کو استعمال میں لایا کرو اس میں سات شفائیں ہیں۔ اور دوسری قسم خوشبو میں برتی جاتی ہے' آپ ﷺ اس کو سلگا کر خوشبو لیتے تھے' روایت کیا اس کو مسلم نے۔

قثا یعنی ککڑی' آپ ﷺ نے ککڑی کو خرمائے تازہ سے تناول فرمایا ہے' روایت کیا اس کو ترمذی وغیرہ نے۔

کماۃ جس کو بعض کُکُرمتا اور بعض سانپ کی چھتری کہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ کماۃ مشابہ مَن کے ہے (جو بنی اسرائیل پر نازل ہوا تھا یعنی جیسے وہ مفت کی چیز اور کثیر المنفعت تھی ایسے ہی یہ ہے) اور اس کا عرق آنکھ کے لیے شفا ہے' روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

کباث یعنی پیلو کا پھل' ایک بار صحابہ کرام جنگل میں اس کو چن رہے تھے' آپ ﷺ نے فرمایا سیاہ لو وہ عمدہ ہوتا ہے' روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

لحم یعنی گوشت' آپ ﷺ نے فرمایا کہ اہل دنیا و اہل جنت کی سب غذاؤں کا سردار گوشت ہے' روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔ اور آپ دست کا گوشت پسند فرماتے تھے'

روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ پشت کا گوشت عمدہ ہوتا ہے' روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔ اور آپ ﷺ نے خرگوش کا گوشت بھی قبول فرمایا ہے' روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔ اور گور خر کا گوشت کھانے کی صحابہ کو اجازت دی تھی' روایت کیا اس کو بھی بخاری و مسلم نے۔ اور آپ ﷺ نے سکھلایا ہوا گوشت بھی کھایا ہے' سنن میں روایت کیا ہے۔ اور مرغ کا گوشت بھی آپ ﷺ نے کھایا ہے' روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔ اور سنن میں سرخاب کا گوشت کھانا آپ ﷺ کا مروی ہے اور صحابہ نے آپ ﷺ کی ہمراہی میں ٹڈی کھائی ہے' روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

لبن یعنی دودھ' آپ ﷺ نے دودھ کی مدح بھی فرمائی ہے کہ بجز دودھ کے اور کوئی چیز مجھ کو ایسی معلوم نہیں کہ جو کھانے اور پینے دونوں سے کافی ہو جائے' روایت کیا گیا یہ سنن میں۔ اور خود بھی نوش فرمایا ہے اور پھر پانی منگوا کر کلی کی ہے' روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

ماء یعنی پانی' بعض خاص پانیوں کی آپ ﷺ نے فضیلت بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ سیحان و جیحان و نیل و فرات کو انہار جنت سے فرمایا' روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔ (بعض محققین نے اس کی توجیہ میں کہا ہے کہ پانی کے جید ہونے کے تمام طرق ان میں جمع ہیں اس لیے تشبیھا انہار جنت سے تشبیہ دی) اور زمزم کی نسبت ارشاد فرمایا ہے کہ زمزم جس نیت سے پیا جائے اسی کے لیے ہے' روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے اور یہ حدیث حسن ہے۔

مسک یعنی مشک' آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب خوشبوؤں میں پاکیزہ خوشبو مشک ہے' روایت کیا اس کو مسلم نے۔ اور آپ ﷺ نے احرام کے قبل اور احرام کے بعد اس کا استعمال بھی فرمایا ہے' روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

ملح یعنی نمک' آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری نان خورش میں سردار نمک ہے' روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

نورہ یعنی چونہ' آپ ﷺ جب (بال صاف کرنے کے لیے) اس کا استعمال فرماتے تو اول پوشیدہ بدن کو لگاتے' روایت کیا ابن ماجہ نے۔ (یعنی کبھی اس سے بھی بال دور کردیے ہوں گے)

نبق یعنی بیر' آپ ﷺ نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام جب زمین پر اُترے تو سب سے اول بیر کھایا تھا' روایت کیا اس کو ابو نعیم نے اپنی کتاب طب نبوی میں۔

ورس یعنی ایک خاص قسم کی زرد گھاس جس سے کپڑے وغیرہ رنگے جاتے ہیں' آپ ﷺ نے ذات الجنب میں ورس اور روغن زیتون کی تعریف فرمائی' روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

یقطین یعنی کدو' آپ ﷺ کا برتن میں سے تلاش کر کر کے کھانا بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا کہ جب ہنڈیا پکاؤ تو کدو زیادہ ڈالا کرو کہ وہ قلب حزیں کو قوت دیتا ہے اور آپ کی ہیئت کھانا کھانے کے وقت دو تھیں۔ ایک اوکڑو' دوسرے دو زانو کہ بائیں قدم کا تلوا داہنے قدم کی پشت سے لگا ہوتا اور آپ تین انگلیوں سے کھاتے اور فارغ ہونے کے بعد ان کو چاٹ لیتے اور پانی شیریں اور سرد پیتے۔ ابو الہیثم سے آپ ﷺ نے باسی پانی طلب فرمایا تھا اور آپ کے لیے بنو سقیا سے شیریں پانی لایا جایا کرتا تھا اور پانی تین سانس میں پیتے تھے اور بیٹھ کر پانی پیتے اور آپ کے پاس پانی پینے کا ایک پیالہ لکڑی کا اور ایک پیالہ کانچ کا تھا۔

ملبوسات

آپ ﷺ کا لباس چادر اور لنگی اور کرتہ اور عمامہ ہوتا تھا اور سفید کپڑے کو بہت پسند فرماتے اور مخطط چادر کو بھی پسند رکھتے اور عمامہ کے نیچے ٹوپی بھی پہنتے اور گاہے صرف ٹوپی یا صرف عمامہ پر بھی اکتفا فرماتے اور شملہ کبھی ہوتا کبھی نہ ہوتا اور قبا بھی پہنا ہے اور آپ کی چادر کا طول چھ ہاتھ اور عرض تین ہاتھ ایک بالشت اور تہمد کا طول چار ہاتھ ایک بالشت اور عرض دو ہاتھ ایک بالشت آیا ہے اور چادر بوٹے دار اور سادہ دونوں طرح کی پہنی ہے اور سیاہ کپڑا بھی پہنا ہے اور شاہ روم نے آپ کی خدمت میں ایک پوستین جس میں ریشم کی سنجاف لگی تھی بھیجا تھا وہ بھی پہنا ہے اور پائجامہ آپ نے خریدا ہے اور بعض روایات میں پہننا بھی آیا ہے۔

اور آپ کے پاس دو چادریں [1] سبز اور ایک قمیص سیاہ اور ایک قمیص سرخ دھاری

---

(۱) زاد المعاد میں مراد اس سے سبز دھاری کا لیا ہے۔

کا اور ایک کھیس بالوں کا یعنی کمبل تھا اور کرتہ سوت کا تھا جس کے دامن اور آستین دراز نہ تھیں اور آپ نے کتان اور صوف بھی پہنا ہے مگر زیادہ استعمال سوتی کپڑے کا فرماتے تھے اور قیمتی کپڑا بھی استعمال فرمایا ہے اور تکیہ آپ کا چمڑے کا تھا جس کے اندر پوست خرما بھرا تھا اور آپ کبھی بستر پر سوتے کبھی چمڑے پر کبھی چٹائی پر کبھی زمین پر کبھی چارپائی پر کبھی سیاہ کمبل پر۔ ایک بستر آپ کا چمڑے کا تھا جس کے اندر پوست خرما بھرا تھا اور اوڑھنا بھی اوڑھتے تھے اور نعلین اور خفین بھی پہنتے تھے۔

مرکوبات

سات گھوڑے تھے جن کے نام یہ ہیں : (۱) سکب (۲) مرتجز (۳) طیف (۴) لزاز (۵) ظرب (۶) سجہ (۷) ورد۔ اور پانچ خچر تھے ایک دلدل' یہ مقوقس شاہ مصر نے بھیجا تھا۔ دوسرا فضہ' فروہ نے بھیجا جو کہ قبیلہ جذام سے تھا۔ تیسرا ایک سفید خچر تھا جس کو حاکم ایلہ نے پیش کیا تھا اور ایک چوتھا اور تھا جو حاکم دومتہ الجندل نے بھیجا تھا اور بعض نے پانچواں بھی کہا ہے جو نجاشی شاہ حبشہ نے بھیجا تھا۔ اور دراز گوش تین تھے۔ ایک عفیر جو شاہ مصر نے بھیجا تھا' دوسرا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے پیش کیا تھا اور دو یا تین سانڈنیاں تھیں۔ ایک قصویٰ' دوسری عضباء' تیسری جدعاء اور بعض نے یہ دونوں نام ایک کے کہے ہیں اور پینتالیس (۴۵) اونٹنیاں دودھ کی تھیں اور سو بکریاں تھیں' اس سے زائد نہ ہونے دیتے۔ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ایک بکری ذبح کر دیتے۔ (ھذا کلہٗ من زادالمعاد)

تنبیہہ : اس فصل میں جو کچھ ذکر کیا بعض امور میں استمرار تھا بعض خاص حالات و خاص ازمنہ کے اعتبار سے ہیں اور زیادہ تفصیل کتب احادیث میں ہے۔

مِنَ الرَّوْضِ (۱)

قَضٰی وَلَمْ یَكُ یَوْمًا مُدْرِكًا شِبَعًا   مِنَ الشَّعِیْرِ وَكَانَتْ فَرْشُهُ الْحُصُرُ

---

(۱) یہ اشعار فصل نمبر۲۱ کے ختم پر آچکے ہیں مگر چونکہ مجھ کو اس فصل نمبر۲۵ کے مناسب اشعار میسر نہ ہوئے اور بوجہ التزام کے خالی رہنا مناسب نہ معلوم ہوا' اس لیے ان اشعار کو باوجود بہت تھوڑی مناسبت اور مکرر ہونے کے غنیمت سمجھ کر درج کر دیا۔ اگر کسی کو دوسرے مناسب اشعار مل جائیں' ان کے الحاق کی اجازت بلکہ درخواست معروض۔

هٰذَا وَقَدْ مُلِّكَ الدُّنْيَا بِاَجْمَعِهَا فَرَدَّهُ الزُّهْدُ عَنْهَا وَهُوَ مُقْتَدِرُ
فَالثَّوْبَ يَرْقَعُهُ وَالشَّاةَ يَحْلِبُهَا وَمَا رَاٰى لِاَخِ الْاِعْدَامِ يَحْتَقِرُ
وَالْبَيْتَ يَكْنِسُهُ وَالنَّعْلَ يَخْصِفُهَا وَاِنْ دُعِيَ اَسْعَفَ الدَّاعِيَ وَلَا يَذَرُ
كَانَ الْبُرَاقُ لَهُ وَالْخَيْلُ يَرْكَبُهَا وَالْاِبْلُ اَيْضًا كَذَاكَ الْبَغْلُ وَالْحُمُرُ

(ترجمہ) (۱) آپ نے اپنی عمر پوری فرما دی اور ایک روز بھی جَو سے شکم سیری کی نوبت نہیں آئی اور آپ کا فرش بوریا تھا۔ (۲) یہ حالت اس پر تھی کہ تمام دنیا کے مالک تھے لیکن زہد نے آپ کو دنیا سے باز رکھا باوجود اس کے کہ آپ مقدور رکھتے تھے۔ (۳) سو کپڑے کو خود پیوند لگا لیتے اور بکری کو خود دوہ لیتے اور کسی نادار کی تحقیر کرتے ہوئے نہیں دیکھے گئے۔ (۴) اور گھر میں خود جھاڑو دے لیتے اور نعل کو خود گانٹھ لیتے اور اگر آپ کی دعوت کی جاتی تو داعی کی آرزو پوری فرماتے اور اعراض نہ فرماتے۔ (۵) آپ کے لیے براق بھی تھا اور گھوڑے بھی تھے جن پر آپ سوار ہوتے تھے اور اونٹ پر بھی' اسی طرح خچر اور دراز گوش (گدھے) پر بھی۔

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

فصل نمبر ۲۶[۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل و عیال و حشم و خدم کا بیان

ازواج مطہرات : سب سے اول (۱) حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا۔ اس وقت آپ کی عمر پچیس برس کی اور اُن کی چالیس برس کی تھی اور بجز حضرت ابراہیم کے کہ وہ ماریہ قبطیہ کے بطن سے ہیں باقی تمام اولاد آپ کی ان ہی سے ہیں اور ہجرت سے تین سال قبل ان کی وفات ہو گئی۔ پھر ان کی وفات کے تھوڑے دنوں بعد (۲) حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت زمعہ قرشیہ سے نکاح کیا پھر تھوڑی ہی مدت بعد

---

(۱) یہ تمام فصل بھی زاد المعاد سے لکھی ہے۔

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا' اس وقت ان کی عمر چھ سال کی تھی اور ہجرت کے پہلے سال میں جب کہ ان کی عمر نو برس کی تھی رخصت ہو کر آئیں اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات میں کنواری صرف ایک یہی تھیں۔ پھر (۴) حفصہ بنت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نکاح کیا پھر (۵) زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت خزیمہ قیسیہ سے نکاح کیا' وہ دو مہینہ بعد وفات کر گئیں پھر (۶) حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا اور ان کی وفات آپ کی سب ازواج کے بعد ہوئی پھر (۷) حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت جحش سے نکاح ہوا' یہ آپ کی پھوپھی زاد بہن ہیں اور بعد وفات نبوی سب بیویوں سے پہلے ان کی وفات ہوئی اور غزوہ بنی مصطلق کے زمانہ میں (۸) حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح ہوا۔ یہ اس غزوہ میں قید ہو کر آئیں تھیں' آزاد کئے جانے کے بعد ان سے نکاح کیا پھر (۹) حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب کہ وہ حبشہ میں ہجرت کر کے گئی ہوئی تھیں بواسطہ وکیل سنہ ۴ ہجری میں نکاح ہوا اور نجاشی شاہ حبشہ نے چار سو دینار ان کو آپ کی طرف سے مہر دیا (یہ ایک ہزار روپیہ سے کچھ زیادہ ہوتا ہے) اور غزوہ خیبر کے زمانہ میں (۱۰) حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح ہوا۔ یہ اس غزوہ میں قید ہو کر آئی تھیں' آزاد کرنے کے بعد ان سے نکاح ہوا پھر (۱۱) حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عمرۃ القضا کے زمانہ میں نکاح ہوا۔

یہ گیارہ ہیں جن میں سے دو آپ ﷺ کی حیات ہی میں وفات پا گئیں اور نو آپ کی وفات کے وقت زندہ تھیں اور بعض منکوحات و مخطوبات کا اور بھی ذکر آیا ہے مگر ان میں اقوال متفق نہیں ہیں۔

سراری : یعنی وہ کنیزیں جو ہم بستری کے لیے ہوں۔ حضرت ماریہ' ان سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تھے۔ حضرت ریحانہ' حضرت جمیلہ ایک اور جو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہبہ کر دی تھی۔

اولاد : اول صاحبزادہ قاسم' آپ ﷺ کی کنیت ابو القاسم ان ہی سے ہے' بچپن میں انتقال کر گئے پھر حضرت رقیہ و حضرت ام کلثوم و حضرت فاطمہ پیدا ہوئیں۔ ان تینوں میں اختلاف ہے کہ بڑی کون سی ہیں پھر عبد اللہ پیدا ہوئے' طیب و طاہر ان ہی کے لقب ہیں۔ یہ بقول صحیح بعد نبوت پیدا ہوئے' ان کا بھی بچپن میں انتقال ہو گیا۔ یہ سب حضرت خدیجہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہیں۔ پھر سنہ ۸ھ میں حضرت ابراہیم ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے اور شیر خوارگی میں انتقال کر گئے صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کی وفات کے وقت زندہ تھیں چھ ماہ بعد وفات کر گئیں تھیں۔

اعمام : (۱) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عباس رضی اللہ عنہ (۳) ابو طالب (۴) ابولہب (۵) زبیر (۶) عبدالکعبہ (۷) حارث (۸) مقوم' بعض نے یہ دونوں نام ایک ہی کے بتلائے ہیں۔ (۹) ضرار (۱۰) قثم (۱۱) مغیرہ (۱۲) عیدان' بعض نے ان دونوں کو ایک کہا ہے۔ پس یہ بارہ ہوئے یا دس۔ اسلام صرف دو لائے حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ بعض نے اور بھی اعمام لکھے ہیں۔

عمات : (۱) حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا' یہ اسلام لائیں۔ (۲) عاتکہ (۳) اروی' ان دونوں کے اسلام میں اختلاف ہے۔ (۴) برہ (۵) امیمہ (۶) ام حکیم۔

موالی : یعنی غلام و کنیز۔ (۱) حضرت زید بن حارثہ (۲) اسلم (۳) ابو رافع (۴) ثوبان (۵) ابو کبشہ (۶) سلیم (۷) شقران (۸) رباح (۹) یسار (۱۰) مدعم (۱۱) کرکرہ (۱۲) انجشہ (۱۳) سفینہ (۱۴) انیسہ (۱۵) افلح (۱۶) عبیدہ (۱۷) طہمان (۱۸) کیسان (۱۹) ذکوان (۲۰) مہران (۲۱) مروان' بعض نے یہ پانچوں ایک ہی کے نام علیٰ اختلاف الاقوال بتلائے ہیں۔ (۲۲) حنین (۲۳) سندر (۲۴) فضالہ (۲۵) مابور (۲۶) واقد (۲۷) ابو واقد قام (۲۹) ابو عسیب (۳۰) ابو مویہبہ' یہ سب غلاموں کے نام ہیں اور کنیزیں تھیں (۱) سلمٰی (۲) ام رافع (۳) میمونہ بنت سعد (۴) خضیرہ (۵) رضوی (۶) ریشحہ (۷) ام ضمیر (۸) میمونہ بنت ابی عسیب (۹) ماریہ (۱۰) ریحانہ۔

خدام : یعنی گھر کے یا خاص خاص کاروبار کرنے والے۔ حضرت رضی اللہ عنہ اکثر کام ان کے متعلق تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نعل و مسواک کی خدمت ان کے سپرد تھی۔ حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سفر میں خچر کے ساتھ رہتے۔ اسلع بن شریک رضی اللہ عنہ یہ ناقہ کے ساتھ رہتے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ موذن آمد و خرچ ان کی تحویل میں ہوتا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ۔ حضرت ایمن بن عبیدان رضی اللہ عنہ کے متعلق وضو و استنجا کی خدمت تھی اور ان کی والدہ ام ایمن' معیقیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے پاس انگشتری رہتی۔

موذنین : کل چار تھے دو مدینہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ

اور ایک قباء میں حضرت سعد القرظ رضی اللہ عنہ ایک مکہ میں حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ۔

حارسین : یعنی جو پہرہ چوکی دیتے تھے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ یوم بدر میں اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ یوم اُحد میں اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ یوم خندق میں اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہ نے بھی بعض اوقات یہ کام کیا مگر جب آیت وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ نازل ہوئی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہرہ موقوف کیا۔

کاتبین : یعنی آپ کے منشی۔ حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت زبیر' حضرت عامر بن فہیرہ' حضرت عمرو بن العاص' حضرت ابی بن کعب' حضرت عبداللہ بن ارقم' حضرت ثابت بن قیس بن شماس' حضرت حنظلہ بن ربیع اسدی' حضرت مغیرہ بن شعبہ' حضرت عبداللہ بن رواحہ' حضرت خالد بن الولید' حضرت خالد بن سعید بن العاص' حضرت معاویہ بن ابی سفیان' حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور یہ (حضرت زید رضی اللہ عنہ) اکثر اس کام کو کرتے تھے۔

ضارب اعناق : یعنی جو لوگ آپ کی پیشی میں واجب القتل مجرموں کی گردن مارتے تھے۔ حضرت علی' حضرت زبیر بن عوام' حضرت مقداد بن عمرو' حضرت محمد بن مسلمہ' حضرت عاصم بن ثابت' ضحاک بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

شعراء و خطباء : یعنی اسلام کی حمایت میں نظم کہنے والے اور تقریر کرنے والے۔ حضرت کعب بن مالک' حضرت عبداللہ بن رواحہ' حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ یہ سب شاعر تھے اور مقرر حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ تھے۔ (من المواہب)

تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَنْ تِسْعِ نِسْوَةٍ ۔۔۔ اِلَيْهِنَّ تُعْزٰى الْمَكْرُمَاتُ وَتُنْسَبُ
فَعَائِشَةٌ مَيْمُوْنَةٌ وَصَفِيَّةٌ ۔۔۔ وَحَفْصَةُ تَتْلُوْهُنَّ هِنْدٌ وَزَيْنَبُ
جُوَيْرِيَةٌ مَعَ رَمْلَةَ ثُمَّ سَوْدَةُ ۔۔۔ ثَلَاثٌ وَسِتٌّ ذِكْرُهُنَّ مُهَذَّبُ
فَصَلَّى[1] عَلَيْهِ اللّٰهُ مَا دَامَ شَارِقٌ ۔۔۔ مِنَ الشَّرْقِ يَشْرُقُ ثُمَّ فِي الْغَرْبِ يَغْرُبُ

(ترجمہ) (۱) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نو بیویاں چھوڑ کر وفات فرمائی کہ ان کی طرف امور شریفہ منسوب کئے جاتے ہیں۔ (۲) وہ عائشہ ہیں اور میمونہ ہیں

---

(۱) هذا للمولف۔

اور صفیہ ہیں اور حفصہ ہیں' ان کے بعد ہند اور زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہن ہیں۔ (۳) اور جویریہ ہیں اور رملہ ہیں پھر سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن ہیں یہ کل نو ہوئیں کہ ان کا ذکر منتفع ہے۔ (۴) سو اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت بھیجے جب تک آفتاب مشرق سے نکلے اور مغرب میں غروب ہو۔

فصل نمبر ۲۷[1]

وفات شریف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی امت پر نعمت و رحمت الٰہیہ کے تام اور کامل ہونے کا بیان

ہرچند کہ یہ واقعہ طبعاً و فطرتاً ایسا جاں فرسا و ہوش ربا ہے کہ اس کی نظیر دوسرا واقعہ ہوا اور نہ ہو مگر آپ کی شان رحمۃ للعالمین ہونے کی ایسی مطلق ہے کہ اس واقعہ میں بھی اس کا ظہور بدرجہ اتم ہوا یعنی یہ وفات بھی امت کے لیے مظہر رحمت الٰہیہ ہوئی اور جب آپ سبب رحمت ہیں تو خود کس درجہ مورد رحمت ہوں گے تو یہ وفات خود آپ کے لیے بھی نعمت عظمیٰ ہوئی چنانچہ شرعاً و نصاً روایات ذیل سے یہ دونوں دعوے ثابت ہیں اس لیے عقلاً بھی یہ دلائل فضائل سے ہوئی چنانچہ اسی حیثیت سے یہاں اس کا مختصراً بیان کیا جاتا ہے ورنہ خوشی میں غم کا کیا ذکر۔

پہلی روایت : طبرانی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب سورہ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ نازل کی گئی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ مجھ کو میری موت کی خبر (اشارۃً) سنائی گئی ہے تو جبریل علیہ السلام نے جواب دیا وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى یعنی آخرت آپ کے لیے دنیا سے زیادہ بہتر (اور نافع) ہے۔

ف : اس میں تصریح ہے کہ ملاء اعلیٰ کا سفر آپ کے لیے زیادہ نافع ہے کہ اس میں قرب بلاحجاب ہے حق تعالیٰ کا اور سرور اتم ہے اپنے مقام کی نعمتوں کے مشاہدہ کا۔

دوسری روایت : بخاری و مسلم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

---

(۱) اس فصل کی روایات اکثر مواہب سے اور بعض صحاح سے لی ہیں۔

ہے کہ رسول اللہ ﷺ (مرض وفات میں) منبر پر بیٹھے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بندہ کو دنیا کی زیب و زینت اور اپنے پاس کی چیزوں کے درمیان میں اختیار دیا اور اس بندہ نے اللہ تعالیٰ کے پاس کی چیزوں کو ترجیح دی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے تو (ہم لوگوں کی سمجھ میں بعد میں آیا کہ) رسول اللہ ﷺ ہی مراد تھے اس بندہ سے جس کو اختیار دیا گیا جس کو ابوبکر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے۔

ف : اس سے بھی نصاً ثابت ہوا کہ آپ نے آخرت کے سفر کو پسند کیا اور ظاہر ہے کہ آپ کی پسند کافی دلیل ہے خیریت آخرت کی۔

تیسری روایت : شیخین نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ ہر نبی کو مرض میں اختیار دیا جاتا ہے کہ دنیا میں رہیں یا آخرت میں اور آپ کی مرض وفات میں کھانسی اٹھتی تھی اور یوں فرماتے تھے مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ یعنی "ان لوگوں کے ساتھ (رہنا چاہتا ہوں) جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے کہ وہ نبی ہیں اور صدیق ہیں اور شہید ہیں اور صالح ہیں۔" پس مجھ کو یقین ہو گیا کہ آپ کو اختیار دیا گیا ہے (جس پر آپ نے آخرت کو اختیار فرمایا) یہ بھی دعویٰ مقصود میں نص ہے۔

چوتھی روایت : شیخین نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ صحت میں فرمایا کرتے تھے کہ جس نبی کی وفات ہوتی ہے اس کا مقام جنت میں رہنے کا دکھلا کر اختیار دے دیا جاتا ہے۔ جب آپ پر مرض کی شدت ہوئی تو اوپر نگاہ اٹھا کر فرماتے تھے اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى یعنی اے اللہ عالم بالا کے رفقاء کو اختیار کرتا ہوں۔
اور صحیح ابن حبان میں رفیق اعلیٰ کے بعد یہ زیادت بھی مرفوعاً وارد ہے مع جبرئیل و میکائیل واسرافیل۔

ف : یہ بھی مثل احادیث بالا کے مقصود میں صریح ہے۔

پانچویں روایت : عبدالرزاق نے طاؤس سے مرسلا نقل کیا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو دو اختیار دیئے گئے' ایک یہ کہ دنیا میں اتنا رہوں کہ اپنی امت کی فتوحات کو دیکھوں۔ دوسرے یہ کہ (آخرت کو چلنے میں) تعجیل کروں' میں نے تعجیل ہی کو اختیار کیا۔

ف : جو اوپر ہے وہ یہاں بھی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ صریح ہے کہ وہاں تو تخییر صحابہ نے سمجھی تھی یہاں خود آپ ہی کے ارشاد سے منقول ہے۔

چھٹی روایت : بیہقی کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ حضرت ملک الموت نے عرض کیا کہ حق تعالیٰ نے مجھ کو بھیجا ہے۔ اگر آپ فرمائیں تو روح قبض کروں اور اگر آپ فرمائیں تو چھوڑ دوں' مجھ کو حکم ہے کہ آپ کے حکم کی اطاعت کروں۔ آپ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کی طرف دیکھا' جبریل علیہ السلام نے کہا اے محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ آپ کی لقاء کا مشتاق ہے۔ آپ ﷺ نے ملک الموت کو قبض روح کی اجازت دی۔

بیہقی نے ان اللّٰہ قد اشتاق الی لقائک کی تفسیر میں کہا ہے معناہ قد اراد لقائک بان یردک من دنیاک الی معادک زیادۃ فی قربک و کرامتک۔

ف : اس سے بھی آخرت کے سفر کا راجح ہونا ظاہر ہے کہ وہ مرتب ہے اشتیاق حق تعالیٰ پر بالمعنی اللائق بہ تعالیٰ کما ذکرہ البیہقی پس جس طرح آپ نے سفر آخرت کو پسند فرمایا حق تعالیٰ نے بھی آپ کے لیے اسی کو پسند فرمایا۔ (کل من المواھب والمشکوٰۃ)

ساتویں روایت : مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں جس میں ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو یاد کر کے رونے لگیں۔ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول مروی ہے کہ تم کیوں روتی ہو کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس کی نعمتیں رسول اللہ ﷺ کے لیے (یہاں سے) بہتر ہیں اور انہوں نے بھی تصدیق کی پھر رونے کی یہ وجہ بتلائی کہ وحی آسمان سے منقطع ہو گئی سو وہ دونوں حضرات بھی رونے لگے۔

ف : اس حدیث سے بھی تین صحابیوں کا اتفاق مدعائے مقام پر ثابت ہوا۔

آٹھویں روایت : امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت [1] کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں میں سے کسی امت پر رحمت کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس امت کے پیغمبر کو امت سے پہلے وفات دے دیتے ہیں اور جب کسی امت کی ہلاکت کا ارادہ کرتے ہیں تو پیغمبر کے زندہ رہتے ہوئے اس کو سزا دیتے ہیں اور اس کو ہلاک کر دیتے ہیں اور وہ پیغمبر دیکھتا ہوتا ہے سو اس کے ہلاک

---

(1) فی باب قبل باب الباب مرض نبینا صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

ہونے سے اس پیغمبر کی آنکھیں ٹھنڈی کرتے ہیں چونکہ ان لوگوں نے اس پیغمبر کی تکذیب اور نافرمانی کی تھی۔

ف : اِس حدیث سے آپ کے سفر آخرت کا امت کے حق میں علامت رحمت ہونا معلوم ہوا جیسے پہلے روایات میں خود آپ کے حق میں اتم نعمت ہونا ثابت ہوا تھا۔

نویں روایت : حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اُس حدیث میں جس میں آپ ان لوگوں کا ثواب بیان فرما رہے تھے جن کی اولاد بچپن میں مرجاتی ہے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا کہ جس کا کوئی بچہ آگے نہ گیا ہو؟ آپ نے فرمایا اپنی امت کے لیے میں آگے جاتا ہوں کیونکہ میری (وفات کی) برابر ان پر کوئی مصیبت ہی نہ ہوگی۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

ف : اس حدیث سے بھی آپ کی وفات کی ایک حکمت امت کے لیے معلوم ہوئی کہ اس پر صبر کرنے سے ثواب عظیم کے مستحق ہوئے۔

دسویں روایت : ابن ماجہ میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس پر کوئی مصیبت پڑے وہ میری (وفات کے واقعہ) مصیبت کو یاد کرکے تسلی حاصل کرلے۔

ف : اس میں ثواب کے علاوہ ایک حکمت تسلی کی معلوم ہوئی۔

گیارہویں روایت : قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مقام حیرہ میں ایک رئیس کے سامنے رعایا کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھ کر آیا اور حضور میں عرض کیا کہ آپ کے سامنے تو سجدہ کرنا اور زیادہ زیبا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھا اگر تم میری قبر پر گذرو تو کیا اس کو بھی سجدہ کرو گے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا تو بس ایسا مت کرو۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

ف : مطلب آپ کے سوال کا یہ ظاہر فرمانا تھا کہ تمہارے اقرار سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مسجودیت کے لیے حیات شرط ہے اور ظاہر ہے کہ حی حقیقی حق تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں تو بس سجدہ اسی کو زیبا ہے۔ اس حدیث سے بھی ایک حکمت وفات کی مستنبط ہوئی کہ اگر آپ ہمیشہ ظاہر میں زندہ رہتے تو عجب نہیں ہزاروں نادانوں کو شبہ الوہیت کا آپ پر ہو جاتا سو وفات سے حیات خاص کا زوال اور اس سے عدم الوہیت پر استدلال ظاہر ہوگیا اور امت کے لیے یہ بڑی رحمت ہے۔

بارہویں روایت : حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی وفات کے بعد اپنے اصحاب کے اختلاف کے متعلق پوچھا' ارشاد ہوا کہ اے محمد (ﷺ) آپ کے اصحاب میرے نزدیک بمنزلہ ستاروں کے ہیں کہ کوئی کسی سے زیادہ قوی ہوتا ہے مگر نور سب میں ہے سو جو شخص ان کے اختلاف کی جس شق کو لے گا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے' روایت کیا اس کو رزین نے۔

ف : یہ اختلاف فروع اجتہادیہ میں وجوہ دلالت نصوص کے اختلاف سے ہے جس میں ہر شخص کا قصد اتباع دلیل شرعی کا ہے سو یہ رحمت ہے کہ اس میں امت کو سہولت ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اختلاف موقوف ہے اجتہاد پر اور اگر نبی اکرم ﷺ تشریف رکھتے ہوتے تو ہر واقعہ میں نص حاصل ہو سکتی تھی' اجتہاد کا باب کیسے واسع ہوتا تو یہ سہولت مختصہ بوجود اجتہاد کہ رحمت حق بحدیث مذکور ہے کیسے ظاہر ہوتی۔

پس اول کی سات روایتوں سے خود حضور ﷺ کے حق میں آپ کی توجہ ملاء اعلیٰ کی نعمت ہونے کی وجوہ اور اخیر کی پانچ روایتوں سے امت کے حق میں اس کی رحمت ہونے کی وجوہ ثابت ہوتی ہیں لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ واقعہ کسی حیثیت سے بھی مصیبت نہیں ہے۔

(۱) اول' خود روایات بالا میں بعض حکمتیں خود مصیبت ہونے پر ہی متفرع ہیں۔

(۲) دوم' صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو بعد انبیاء علیہم السلام کے اکمل البشر ہیں علماً بھی عملاً بھی قالاً بھی اُن سے اضطراب کے اقوال و افعال صادر نہ ہوتے اور وہ تو بشر تھے ملائکہ تک سے تاسف اور بکاء ثابت ہے۔

چنانچہ بیہقی کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے اخیر وقت میں جبرئیل علیہ السلام نے کہا ھذا اخر موطنی من الارض یعنی یہ میرا آخری آنا ہے زمین پر یعنی وحی لے کر۔ اس کے سیاق سے تاسف ظاہر ہے۔ اور ابو نعیم نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ جب روح قبض ہوئی تو ملک الموت روتے ہوئے آسمان کو چڑھے اور میں نے آسمان سے آواز سنی وا محمداہ' اس سے بکاء عزرائیل کا ثابت ہے۔ اور ابن ابی الدنیا نے حضرت انسؓ سے آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت خضر علیہ السلام کا تعزیت کے لیے اصحاب کے پاس آنا اور ان کا رونا روایت کیا ہے۔ اگر خضر علیہ السلام پیغمبر ہوں اور اہل حق کے

نزدیک پیغمبر ملائکہ سے افضل ہوتے ہیں تو ان کا رونا ملائکہ کے رونے سے بھی زیادہ عجیب ہے اور دلیل ہے اس کے مصیبت ہونے کی۔

(۳) سوم' روایات میں مصیبت ہونے کی وجوہ کی تصریح بھی ہے۔ چنانچہ مرفوع حدیث میں مسلم نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنے اصحاب کے لیے سبب امن ہوں۔ جب چلا جاؤں گا تو موعودہ بلائیں (فتن و حروب) ان پر آئیں گی اور میرے اصحاب میری امت کے لیے سبب امن ہیں۔ جب میرے اصحاب چلے جائیں گے تو موعودہ بلائیں (بدعات و شرور) امت پر آئیں گی۔ اور موقوف حدیث میں اوپر ساتویں روایت میں حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول کہ آسمان سے وحی منقطع ہو گئی جس نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی رولا دیا' آچکا ہے۔ یہ تینوں امراس کے مصیبت ہونے پر صریح دلیل ہیں اور ایک واقعہ کا مختلف حیثیتوں میں مختلف وصف سے موصوف ہونا کوئی امر غریب نہیں ہے۔ اس تحقیق کے بعد مختصراً واقعہ بیان کیا جاتا ہے :

نبی اکرم ﷺ کا ابتداء مرض حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر ہوا اور بعض کے نزدیک حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر اور بعض کے نزدیک ریحانہ کے گھر (یہ آپ کی کنیزک تھیں) اور پیر کے دن ابتداء ہوئی اور بعض کے نزدیک ہفتہ کے دن اور بعض کے نزدیک بدھ کے دن اور کل مدت مرض بعض نے تیرہ دن کہے ہیں' بعض نے چودہ' بعض نے بارہ' بعض نے دس۔ میرے نزدیک اس اختلاف میں تطبیق یہ ہے کہ مرض کی بالکل ابتداء کو بعض لوگ خفیف سمجھ کر شمار نہیں کرتے' بعض لوگ شمار کرتے ہیں اب سب اقوال جمع ہو جائیں گے۔

اور مرض درد سر سے شروع ہوا اور اس میں بخار بڑھ گیا اور آپ کو جو خیبر میں یہودیوں نے گوشت میں زہر دیا تھا اور آپ نے تھوڑا سا تناول فرمانے کے بعد جب انکشاف ہوا چھوڑ دیا تھا' آپ ﷺ نے اس مرض میں یہ بھی فرمایا کہ اس زہر کا اثر ہمیشہ ہوتا رہا مگر اب اس نے اپنا پورا کام کر دیا ہے تو اس معنی سے حضور ﷺ کو زہر سے شہادت ہوئی۔ چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور بھی بعض سلف اس کے قائل تھے اور بعض ضعیف روایات میں آپ کا مرض ذات الجنب آیا ہے اور بعض روایات میں خود آپ کے

ارشاد سے اس کی نفی آتی ہے۔

بعض علماء نے وجہ جمع میں یہ کہا ہے کہ ذات الجنب کا اطلاق دو مرضوں پر آتا ہے۔ ایک جو ورم حار سے ہو' دوسرا جو اضلاع کے درمیان ریح کے احتباس سے ہو۔ اول کی نفی ہے' دوسرے کا اثبات۔ چنانچہ ابن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت میں تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاصرہ یعنی درد کوکھ کا دورہ ہوتا تھا اس میں شدت ہو گئی۔ جب مرض میں شدت ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم فرمایا اور انہوں نے سترہ (۱۷) نمازیں پڑھائیں اور درمیان میں ایک وقت نہایت تکلف سے آپ نے بھی بیٹھ کر نماز پڑھائی اور ایک روز صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے رنج و غم کو سن کر باہر مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ کر بہت سے وصایا و نصائح ارشاد فرمائیں۔

اور واقدی نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب زمانہ وفات کے ہم لوگوں کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں جمع کیا اور قرب سفر کی خبر سنائی۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کو غسل کون دے گا؟ فرمایا میرے گھر والے۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کو کفن کس کپڑے میں دیں؟ فرمایا میرے اِن ہی کپڑوں میں (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس رداء' ازار اور قمیص ہوتا تھا) اور اگر چاہو مصر کے سفید کپڑوں میں یا یمانی چادر جوڑہ میں۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ آپ پر نماز کون پڑھے گا؟ فرمایا جب غسل کفن سے فارغ ہو تو میرا جنازہ قبر کے قریب رکھ کر ہٹ جانا۔ اول ملائکہ نماز پڑھیں گے پھر تم گروہ گروہ آتے جانا اور نماز پڑھتے جانا اور اول اہل بیت کے مرد پڑھیں پھر ان کی عورتیں پھر تم اور لوگ۔ ہم نے عرض کیا کہ قبر میں کون اُتارے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اہل بیت اور ان کے ساتھ ملائکہ ہوں گے۔ طبرانی نے بھی اس کو روایت کیا ہے اور بہت ہی ضعیف روایت ہے۔

اور ایک روز جب کہ مسجد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صحابہ کو نماز پڑھا رہے تھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دولت خانہ کا پردہ اٹھایا اور صحابہ کو دیکھ کر تبسم فرمایا۔ لوگ سمجھے کہ آپ تشریف لائیں گے' اس وقت صحابہ کی بیتابی کا عجب حال تھا کہ قریب تھا کہ نماز میں کچھ پریشانی ہو جائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پیچھے ہٹنا چاہا' آپ نے دست مبارک سے ارشاد فرمایا کہ نماز پوری کرو اور پردہ چھوڑ کر دولت خانہ میں تشریف لے گئے۔

بس یہ تھی اخیر زیارت آپ کی حیات میں اور کچھ واقعات قرب وفات کے روایات بالا کے ضمن میں مذکور ہوئے ہیں اور وفات [1] آپ کی شروع ربیع الاول سنہ دس ہجرت روز دو شنبہ کو قبل زوال یا بعد زوال آفتاب ہوئی اور بوجہ غلبہ حیرت و وحشت کہ بعضوں کو وفات ہی کا یقین نہ ہوا' بعض ہوش میں نہ رہے' بعض احکام متعلق خاص آپ کے غسل و کفن و صلوۃ و دفن کے خفی رہے کیونکہ اور اموات پر تو آپ کو قیاس اس لیے نہیں کیا کہ احتمال غالب خصوصیت کا تھا چنانچہ کچھ خصوصیتیں واقع میں بھی ثابت ہوئیں اور نص اس لیے مشہور نہ تھی کہ صحابہ نے عام سوالات کی طرح اس کو تحقیق نہیں کیا اور دل بھی کیسے گوارا کرتا کہ اس کا نام بھی زبان پر لائیں گو مستقل مزاج مخصوصین و مقربین صحابہ کرام نے ان احکام کا علم بھی حاصل کر رکھا تھا اور بعض کے متعلق عین وقت پر الہام ہوا۔ چنانچہ آگے آتا ہے مگر تاہم عام طور پر تو ان معلومات کا ذخیرہ مجمع کے پاس نہ تھا پھر اسلام کی آئندہ حفاظت کے انتظام کی جدا فکر تھی اور واقع میں یہ فکر سب سے مہم تھی اور وہ موقوف تھا کسی ایک شخص کو حاکم بنا کر اس پر مجتمع و متفق ہو جانے پر' کچھ دیر اس میں لگی پھر نماز آپ کی لوگوں نے متفرق طور پر پڑھی کیونکہ اس میں جماعت نہ ہوئی تھی جیسا آگے آتا ہے اور اس میں دیر لگنا ظاہر ہے اور جسد مبارک کے تغیر کا احتمال نہ تھا اس لیے یہی چاہا کہ سب اس شرف نماز سے شرف یاب ہو جائیں۔

ان مجموعی اسباب کو لازم تھا دفن میں توقف ہونا۔ چنانچہ وہ دن پیر کا اور اگلا دن منگل کا گذر کر شب چہار شنبہ کو دفن کئے گئے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ یوم منگل میں دفن ہوئے اور ایک تیسری روایت میں ہے کہ یوم بدھ میں دفن ہوئے مگر یہ دونوں روایتیں بھی پہلی روایت پر محمول ہیں اس طرح سے کہ عرب کے حساب میں رات شروع ہو جانے سے تاریخ بدل جاتی ہے پس اس بنا پر منگل گذرنے کے بعد کی شب کو یوم بدھ کہہ دیا اور بعض اہل عرف شروع رات کو تابع تاریخ گذشتہ کے سمجھا کرتے ہیں پس اس بنا پر شب مذکور کو یوم منگل کہہ دیا اور سچ تو یہ ہے کہ یہ واقعہ جیسا

---

(1) اور تاریخ کی تحقیق نہیں ہوئی اور بارھویں جو مشہور ہے وہ حساب درست نہیں ہوتا کیونکہ اس سال ذی الحجہ کی نویں جمعہ کی تھی اور یوم وفات دو شنبہ ثابت ہے۔ پس جمعہ کو نویں ذی الحجہ ہو کر بارہ ربیع الاول دو شنبہ کو کسی طرح نہیں ہو سکتی۔

ہوش ربا تھا اس پر نظر کرتے ہوئے تو آپ بہت ہی جلد دفن ہوئے ورنہ مینوں کا بھی توقف عجیب نہ تھا اور صحابہ کرام کا ایسی حالت میں یہ استقلال بھی حضور پرنور ﷺ کا ہی فیض صحبت و تربیت تھا اور خشک مزاج خالی دماغ معترض کو اس کا کیا ذوق ہو سکتا ہے ؎

اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست
حال شیرانے کہ شمشیر بلا برسر خورند

اور بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کو غسل دینا چاہا تو تحیر ہوا کہ آپ کے کپڑے مثل اموات کے اُتارے جائیں یا مع کپڑوں کے غسل دیں۔ جب اس میں اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند کو مسلط کیا اور گھر کے گوشہ سے ایک کلام کرنے والے نے کلام کیا اور یہ نہ جانتے تھے کہ یہ کون ہے کہ مع کپڑوں کے غسل دو۔ پس قمیص کے اوپر سے پانی ڈالتے تھے اور قمیص سمیت ملتے تھے۔ اور ابن سعد کی روایت میں ہے کہ اس وقت ایک تیز خوشبودار ہوا اٹھی اور پھر آپ کا کرتہ نچوڑ دیا گیا اور آپ کے کفن میں بہت سے اقوال ہیں۔ ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس حدیث کو سب سے اصح کہا ہے کہ آپ کو تین سفید یمانی کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں قمیص اور عمامہ نہ تھا۔ کسی نے لوگوں کا قول نقل کیا کہ دو سفید کپڑے اور ایک مخطط' انہوں نے کہا مخطط کپڑا لایا تو گیا تھا مگر واپس کر دیا گیا اور اس میں آپ کو کفن نہیں دیا۔

اور شیخین کی یہ بھی روایت ہے کہ وہ تینوں کپڑے سوت کے تھے اور حنفیہ نے قمیص کو اس لیے مسنون کہا ہے کہ خود حضور ﷺ نے ایک میت کو قمیص دیا' روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے) اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سے جس میں نفی قمیص کی ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس قمیص میں حضور پرنور ﷺ کو غسل دیا تھا وہ نکال لیا گیا تھا۔ نووی نے اسی کو صواب کہا اور عقلی وجہ سے بھی اس کو ترجیح دی ہے کہ اگر وہ رہتا تو تمام اوپر کا کفن تر ہو کر خراب ہو جاتا۔ اور ابوداؤد کی روایت کو جس میں دو کپڑے اور وہ قمیص جس میں آپ کی وفات ہوئی مروی ہیں' یزید بن زیاد کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔

اور ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب

آپ کا جنازہ تیار کر کے گھر میں گیا تو اول مردوں نے گروہ گروہ ہو کر نماز پڑھی پھر عورتیں آئیں پھر بچے آئے اور اس نماز میں کوئی امام نہیں ہوا پھر دفن میں کلام ہوا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کی روح اسی جگہ قبض کرتے ہیں جہاں وہ انبیاء دفن ہونا پسند کرتے ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جگہ دفن کرو جہاں آپ کا بستر تھا' روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ (اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر نبی کا مدفن ان کا محل وفات ہی ہو بلکہ صرف محل وفات میں دفن کا محبوب ہونا ثابت ہوتا ہے اور لوگ اپنے ارادہ سے یا کسی عارض کی وجہ سے دوسری جگہ دفن کر دیں تو اور بات ہے)

اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لحد کھودی اور قبر شریف میں چار حضرات نے اُتارا۔ حضرت علی' حضرت عباس اور دو صاحبزادے حضرت عباس کے قثم اور فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور آپ کی لحد پر نو اینٹیں کچی کھڑی کی گئیں اور شقران نے کہ آپ کے آزاد کئے ہوئے غلام تھے اپنی رائے سے ایک کمبل نجران کا بنا ہوا جس کو آپ اوڑھا کرتے تھے قبر شریف میں بچھادیا تھا مگر ابن عبدالبر نے نقل کیا ہے کہ پھر وہ نکال لیا گیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ایک مشک پانی کی قبر شریف پر چھڑک دی' سرہانے کی طرف سے شروع کیا۔

اور بخاری میں سفیان تمار سے روایت ہے کہ انہوں نے آپ کی قبر شریف کوہان کی شکل کی دیکھی۔ اور دارمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے آپ کی تشریف آوری مدینہ کے دن سے زیادہ کوئی دن احسن اور روشن تر اور یوم وفات سے زیادہ اقبح اور تاریک تر نہیں دیکھا۔ ترمذی نے ان سے روایت کیا ہے کہ جس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے ہیں اس کی ہر چیز روشن ہو گئی اور جس روز آپ کی وفات ہوئی اس کی ہر چیز تاریک ہو گئی اور ہنوز دفن کر کے مٹی سے ہاتھ بھی نہ جھاڑے تھے کہ اپنے قلوب میں ہم نے تغیر پایا (اس کا یہ مطلب نہیں کہ نعوذ باللہ ہمارے عقیدے یا عمل میں فرق آگیا بلکہ آپ کی قرب و صحبت و مشاہدہ کے ساتھ جو انوار خاص تھے وہ نہ رہے اور شیخ کامل سے قرب و بعد میں تفاوت اب بھی مشاہد ہے)

اور قبر شریف کی زیارت میں صحیح احادیث آئی ہیں۔ چنانچہ دار قطنی نے ابن عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: من زار قبری وجبت له شفاعتی اور عبدالحق نے اپنے احکام وسطیٰ وصغریٰ میں اس کو روایت کر کے اس سے سکوت کیا اور ان کا سکوت (بوجہ اس التزام کے) دلیل ہے اس کی صحت پر۔ اور معجم کبیر طبرانی میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: من جاء نی زائرًا لا تحمله حاجة الا زیادتی کان حقا علی ان اکون شفیعًا له یوم القیمة اس کو ابن السکن نے صحیح کہا ہے اور متکلم فیہ احادیث اس باب میں کثیر ہیں اور تعدد طرق و تقوی باحادیث صحیحہ مذکورہ سابقہ ان کے ضعف کا جابر ہو سکتا ہے یہ تو فتویٰ استدلال تھا اور ذوق اس فتویٰ کو یہ کہہ کر قوی کرتا ہے۔

عَلَيَّ بِرَبْعِ الْعَامِرِيَّةِ وَقْفَةٌ
لِيُمْلِيَ عَلَيَّ الشَّوْقُ وَالدَّمْعُ كَاتِبٌ

"لیلیٰ عامریہ کی منزل پر کچھ توقف کرنا مجھ پر لازم ہے تاکہ شوق مجھ کو مضمون لکھوائے اور آنسو لکھنے والا ہو۔"

وَمِنْ مَذْهَبِيْ حُبُّ الدِّيَارِ لِاَهْلِهَا
وَلِلنَّاسِ فِيْمَا يَعْشِقُوْنَ مَذَاهِبُ

"اور میرا مذہب ہے گھروں سے محبت کرنا گھر والوں کے علاقہ سے اور لوگوں کے اپنی محبوب چیزوں کے باب میں مختلف مذاہب ہیں۔"

اور ایک حدیث میں جو وارد ہے لا تشد الرحال الا الی ثلثة مساجد وہ سفر الی القبر الشریف کی نہی پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ یہاں استثنا مفرغ ہونے سے مستثنیٰ منہ مقدر ہے اور بوجہ متصل ہونے استثناء کے چونکہ اصل اس میں متصل ہے وہ مستثنیٰ کی جنس سے ہو گا اور جس قدر اقرب فی التجانس ہو گا وہ احق للتعیین ہو گا اور جنس قریب مساجد ثلاثہ کی ظاہر ہے کہ مفہوم مسجد ہے پس تقدیر اس طرح ہو گی لا تشد الرحال الی مسجد الا الی ثلثة مساجد۔ اس صورت میں مطلقاً مشاہد و مقابر کی طرف سفر کرنا حدیث مذکور میں مسکوت عنہ ہو گا اور نہی پر دال نہ ہو گا اور تائید اس کی ایک صریح حدیث سے ہوتی ہے جس کو مولانا مفتی صدر الدین خاں دہلوی مرحوم و مغفور نے اپنے رسالہ منتہی المقال میں اس طرح نقل کیا ہے: فی مسند احمد عن ابی سعید الخدری

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا ینبغی للمطی ان یشد رحالہ الی مسجد ینبغی فیہ الصلوٰۃ غیر المسجد الحرام والمسجد الاقصٰی ومسجدی ھذا۔ اور معنی اس کے یہ ہیں کہ دوسری مساجد کی طرف جن میں کہ تضاعف ثواب کا وعدہ نہیں ہے اس نیت سے سفر کرنا کہ وہاں نماز پڑھنے سے زیادہ ثواب ہو گا تقول علی الشارع ہے اس لیے منہی عنہ ہے اور مقابر خاصہ میں برکات خاصہ ثابت ہیں پھر زورو القبور میں بھی اطلاق اذن ہے البتہ یہ شرط ضرور ہے کہ اور مفاسد لازم نہ آئیں خوب سمجھ لو۔ (مِنَ الْمَوَاھِبِ الصَّفِیَّۃ)

اَلَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کُنْتَ رَجَآءَ نَا وَکُنْتَ بِنَا بَرًّا وَلَمْ تَكُ جَافِیَا
وَکُنْتَ رَحِیْمًا ھَادِیًا وَمُعَلِّمًا لِیَبْکِ عَلَیْكَ الْیَوْمَ مَنْ کَانَ بَاکِیَا
فِدًی لِرَسُوْلِ اللّٰہِ اُمِّیْ وَخَالَتِیْ وَعَمِّیْ وَخَالِیْ ثُمَّ نَفْسِیْ وَمَالِیَا
فَلَوْ اَنَّ رَبَّ النَّاسِ اَبْقٰی نَبِیَّنَا سَعِدْنَا وَلٰکِنْ اَمْرُہٗ کَانَ مَاضِیَا
عَلَیْكَ مِنَ اللّٰہِ السَّلَامُ تَحِیَّۃً وَاُدْخِلْتَ جَنّٰتٍ مِّنَ الْعَدْنِ رَاضِیَا

(ترجمہ) (۱) یارسول اللہ آپ ہمارے امید گاہ تھے اور آپ ہم پر شفیق تھے اور سخت نہ تھے۔ (۲) اور آپ رحیم اور ہادی اور تعلیم فرمانے والے تھے جس کو رونا ہو آج آپ پر روئے۔ (۳) رسول اللہ ﷺ پر فدا ہو میری ماں اور خالہ اور چچا اور ماموں پھر میری جان اور مال۔ (۴) سو اگر پروردگار عالم ہمارے نبی کو باقی رکھتا تو ہم سعادت اندوز ہوتے لیکن اس کا حکم نافذ ہونے والا ہے۔
(۵) آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحیت ہو اور آپ جنات عدن میں راضی ہو کر داخل کیے جائیں۔

فصل نمبر۲۸

عالم برزخ میں آپ ﷺ کے بعض احوال و فضائل

پہلی روایت : ابن المبارک نے حضرت سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر آپ کی امت کے اعمال صبح و شام پیش نہ کیے

جاتے ہوں۔ (کذا فی المواھب)

دوسری روایت : مشکوۃ میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسد کو کھا سکے پس اللہ کے پیغمبر زندہ ہوتے ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے' روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

ف : پس آپ کا زندہ رہنا بھی قبر شریف میں ثابت ہوا اور یہ رزق اس عالم کے مناسب ہوتا ہے اور گو شہداء کے لیے بھی حیات اور مرزوقیت وارد ہے مگر انبیاء علیہم السلام میں ان سے اکمل واقویٰ ہے۔

تیسری روایت : بیہقی وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ (کذا فی المواھب)

ف : یہ تکلیفی نہیں بلکہ تلذذ کے لیے ہے اور اس حیات سے یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ کو ہر جگہ سے پکارنا جائز ہے کیونکہ مشکوۃ میں بیہقی سے بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس درود پڑھتا ہے اس کو میں خود سن لیتا ہوں اور جو شخص دور سے درود بھیجتا ہے وہ مجھ کو پہنچائی جاتی ہے یعنی بذریعہ فرشتوں کے جیسا مشکوۃ ہی میں نسائی اور دارمی سے بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ ملائکہ زمین میں سیاحت کرنے والے مقرر ہیں کہ میری امت کی طرف سے مجھ کو سلام پہنچاتے رہتے ہیں۔

چوتھی روایت : مشکوۃ میں نبیہ بن وہب سے روایت ہے کہ کعب الاحبار رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئے اور حاضرین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کوئی دن ایسا نہیں آتا جس میں ستر ہزار فرشتے نہ آتے ہوں یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کو بازو مارتے ہوئے احاطہ کر لیتے ہیں اور آپ پر درود پڑھتے ہیں یہاں تک کہ جب شام ہوتی ہے وہ آسمان پر چڑھ جاتے ہیں اور دوسرے فرشتے اسی طرح کے اور اُترتے ہیں اور ایسا ہی کرتے ہیں یہاں تک کہ جب (قیامت کے دن) زمین قبر کی شق ہو گی تو آپ ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ باہر تشریف

لائیں گے کہ وہ آپ کو لے چلیں گے' روایت کیا اس کو دارمی نے۔

ف : اس سے آپ کا شرف عظیم برزخ میں ظاہر ہے۔

پانچویں روایت : مشکوٰۃ میں ابوداؤد و بیہقی سے بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل کیا ہے کہ جو شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح کو واپس کر دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

ف : اس سے حیات میں شبہ نہ کیا جائے کیونکہ مراد یہ ہے کہ میری روح جو ملکوت و جبروت میں مستغرق تھی جس طرح کہ دنیا میں نزول وحی کے وقت کیفیت ہوتی تھی اس سے افاقہ ہو کر سلام کی طرف متوجہ ہو جاتا ہوں' اس کو رد روح سے تعبیر فرما دیا۔ (کذا فی اللمعات)

تلخیص : مجموعہ روایات سے علاوہ فضیلت حیات و اکرام ملائکہ کے برزخ میں آپ کے یہ مشاغل ثابت ہوتے ہیں۔ (۱) اعمال امت کا ملاحظہ فرمانا (۲) نماز پڑھنا (۳) غذا مناسب اس عالم کے نوش فرمانا (۴) سلام کا سننا نزدیک سے خود اور دور سے بذریعہ ملائکہ۔ سلام کا جواب دینا یہ تو دائما ثابت ہیں اور احیاناً بعض خواص امت سے یقظہ میں کلام اور ہدایت فرمانا بھی آثار و اخبار میں مذکور ہے اور حالت رویا و کشف میں تو ایسے واقعات حصر و احصاء سے متجاوز ہیں اور ان مشاغل کے ایک وقت میں اجتماع سے تزاحم کا وسوسہ نہ کیا جائے کیونکہ برزخ میں روح کو پھر خصوصاً روح مبارک کو بہت وسعت ہوتی ہے مگر اس وسعت سے امور غیر ثابتہ بالدلیل الصحیح یعنی منفیہ یا مسکوت عنہا کو ثابت یا ثابتہ احیاناً کو ثابت بالدوام ماننا جائز نہیں ہوگا خوب سمجھ لیا جائے۔

مِنَ الرَّوْضِ

تَاللّٰهِ اُقْسِمُ مَاوَا فَاكَ مُنْكَسِرٌ ... اِلَّا وَاَصْبَحَ مِنْهُ الْكَسْرُ يَنْجَبِرُ

وَلَا احْتَمٰى بِحِمَاكَ الْمُحْتَمِيْ فَزَعًا ... اِلَّا وَعَادَ بِاَمْنٍ مَالَهٗ خَطَرُ

وَلَا اَتَاكَ فَقِيْرُ الْحَالِ ذُوْ اَمَلٍ ... اِلَّا وَفَاضَ مِنَ الْاِثْرِ لَهٗ نَهَرُ

وَلَا اَتَاكَ امْرُءٌ مِّنْ ذَنْبِهٖ وَجِلٌ ... اِلَّا وَعَادَ بِعَفْوٍ وَهُوَ مُغْتَفَرُ

وَلَا دَعَاكَ لَهِيْفٌ عِنْدَ نَازِلَةٍ ... اِلَّا وَلَبَّاهُ مِنْكَ الْعَوْنُ وَالْيُسْرُ

(ترجمہ) (۱) میں قسم کھاتا ہوں کہ آپ کے پاس (مزار شریف پر) کوئی شکستہ حال (دعا کے لیے عرض کرنے کو) نہیں پہنچا مگر کہ اس کی شکستگی کی اصلاح ہو گئی (اس طرح سے کہ حیات برزخیہ کے سبب آپ نے سن کر دعا فرمائی اور وہ کامیاب ہو گیا) (۲) اور نہ کسی پناہ لینے والے نے گھبرا کر آپ کے دربار میں پناہ لی مگر کہ امن و امان کے ساتھ واپس ہوا اس حالت سے کہ اس کو (اپنی حاضری پر) شرمندگی نہیں ہوئی (جیسا ناکام جانے میں ہوتی) (۳) اور نہ آپ کے پاس (مزار شریف پر) کوئی فقیر حال امیدوار (دعا کے لیے عرض کرنے کو) حاضر ہوا مگر کہ اس کے نشان قدم ہی سے اس کے لیے نہر (تکمیل حوائج کی) جاری ہو گئی (اس طرح سے کہ حیات برزخیہ کے سبب آپ نے سن کر دعا فرمائی اور وہ کامیاب ہو گیا)۔ (۴) اور نہ آپ کے پاس (مزار شریف پر) کوئی شخص اپنے گناہ سے ڈرتا ہوا دعائے مغفرت کے لیے عرض کرنے کو آیا مگر کہ وہ عفو کے ساتھ بخشا ہوا گیا (اس طرح سے کہ حیات برزخیہ کے سبب آپ نے سن کر دعا فرمائی اور وہ کامیاب ہو گیا)۔ (۵) اور نہ کسی مغموم نے کسی حادثہ کے وقت آپ کو (مزار پر حاضر ہو کر دعا کے لیے) پکارا مگر آپ کی جانب سے عون اور آسانی نے اس کو جواب دیا (اس طرح سے کہ حیات برزخیہ کے سبب آپ نے سن کر دعا فرمائی اور وہ کامیاب ہو گیا)۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

فصل نمبر ۲۹

آپ ﷺ کے چند خاص فضائل کا قیامت میں ظہور

پہلی روایت: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میں سردار ہوں گا اولاد آدم کا (یعنی کل آدمیوں کا) قیامت کے روز اور میں ان سب میں پہلا ہوں گا جن کی قبر شق ہو گی (یعنی سب سے اول میں قبر سے اٹھوں گا) اور سب

اشفاعت کرنے والوں) سے پہلا شفاعت کرنے والا ہوں گا اور سب سے اول میری شفاعت قبول کی جائے گی' روایت کیا اس کو مسلم نے۔

اور شیخین کی ایک حدیث میں جو قیامت میں صعقہ سے سب سے اول موسیٰ علیہ السلام کا ہوش میں آنا آیا ہے سو یہ وہ صعقہ نہیں ہے جس کے بعد بعث ہو گا کہ اس میں حضور سب سے مقدم ہیں بلکہ بعد بعث کے ایک صعقہ فزع ہو گا جیسا کہ آپ کا فاکون اول من یفیق فرمانا اس کا قرینہ ہے سو اس میں موسیٰ علیہ السلام مقدم ہوں گے جس میں احتمال یہ ہے کہ وہ کسی عارض سے ہو جس کی طرف خود اس حدیث میں بھی اشارہ ہے فلا ادری احوسب بصعقة الطور الخ یعنی طور پر بے ہوش ہو جانے کے عوض میں شاید اس وقت بیہوش نہ ہوئے ہوں یا پہلے ہوش میں آگئے ہوں جیسا عنقریب (یعنی اسی فصل کی ساتویں روایت میں) ابراہیم علیہ السلام کے تقدم فی اللباس کی وجہ اسی کی نظیر آتی ہے۔

دوسری روایت : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں سب پیغمبروں سے زیادہ ہوں گا اس بات میں کہ میرے تابع قیامت کے روز زیادہ ہوں گے اور میں سب سے اول دروازہ بہشت کا کھٹکھٹاؤں گا' روایت کیا اس کو مسلم نے۔

تیسری روایت : مواہب میں ابن زنجویہ سے بروایت کثیر بن مرہ حضرمی روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں (قیامت کے روز) براق پر ہوں گا اور تمام انبیاء میں سے اس روز میں اس کے ساتھ مختص ہوں گا۔

چوتھی روایت : حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں جس میں خصائص کا ذکر ہے یہ جملہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فرمایا ہوا مروی ہے کہ مجھ کو شفاعت (کبریٰ) عطا کی گئی ہے (جو تمام عالم کے واسطے فصل حساب کے لیے ہو گی اور وہ آپ ہی کے ساتھ مخصوص ہے) روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

پانچویں روایت : حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے منجملہ خصائص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے کہ میرے ہاتھ میں (قیامت کے روز) لواء الحمد ہو گا اور میں فخر کی راہ سے نہیں کہتا اور جتنے نبی ہیں آدم بھی اور ان کے سوا اور بھی وہ سب میرے پاس لواء کے نیچے

ہوں گے' روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

چھٹی روایت : حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں سب سے پہلے قبر سے نکلوں گا جب لوگ مبعوث ہوں گے اور میں ان کا پیشرو ہوں گا جب حق تعالیٰ کی پیشی میں آئیں گے اور میں ان کی طرف سے (شفاعت کے لیے) بات چیت کروں گا جب وہ خاموش ہوں گے اور ان سب میں مجھ سے شفاعت کے لیے درخواست کی جائے گی جب وہ (موقف میں حساب سے) محبوس کئے جائیں گے اور میں ان کا بشارت دینے والا ہوں گا جب وہ ناامید ہو جائیں گے اور کرامت (اور ہر خیر) کی کنجیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی اور لواء الحمد اس روز میرے ہاتھ میں ہو گا اور میں اپنے رب کے نزدیک تمام بنی آدم سے زیادہ مکرم ہوں گا۔ ایک ہزار خادم (میرے اکرام و خدمت کے لیے) میرے پاس آمدورفت کریں گے (اور ایسے حسین ہوں گے) گویا کہ وہ بیضے ہیں جو (غبار وغیرہ سے) محفوظ ہوں یا موتی ہیں جو بکھرے پڑے ہوں' روایت کیا اس کو ترمذی اور دارمی نے۔

ف : اور فصل سابق کی چوتھی روایت میں قبر شریف سے نکلنے کے وقت ستر ہزار فرشتوں کا آپ کے جلو میں ہونا مذکور ہو چکا ہے۔

ساتویں روایت : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (بعد انشقاق ارض کی حالت کی نسبت) فرمایا کہ مجھ کو جنت کے جوڑوں میں سے ایک جوڑہ پہنایا جائے گا پھر میں عرش کی داہنی طرف کھڑا ہوں گا کہ کوئی شخص خلائق میں سے بجز میرے اس مقام پر کھڑا نہ ہو گا' روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

ف : لمعات میں ہے کہ غالباً یہ مقام محمود ہے اور ایک تفسیر مقام محمود کی ابن مسعود رضی اللہ عنہ و مجاہد سے آپ کا عرش پر بٹھلایا جانا اور ایک تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کرسی پر بٹھلایا جانا مواہب میں مع مالہ وما علیہ وارد ہے اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں جس کو دارمی نے روایت کیا ہے جو یہ آیا ہے کہ مجھ کو ابراہیم علیہ السلام کے بعد لباس پہنایا جائے گا تو خود اس حدیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قبر سے نکلنے کے وقت نہیں ہے بلکہ میدان قیامت کا ذکر ہے۔ چنانچہ اس میں ہے ویجاء بکم حفاۃ پس تطبیق اس طرح ہوئی کہ ایک لباس تو قبر سے نکلنے کے قبل پہنایا جائے گا

اس میں حضور ﷺ مقدم ہیں اور ایک لباس قبر سے نکلنے کے بعد پہنایا جائے گا اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام مقدم ہوں گے جس کی وجہ شاید یہ ہو کہ ان کو بقول مورخین نمرود نے آگ میں زائد زائد کپڑے اتار کر ڈالا تھا یہ اس کا صلہ ہو۔ بہرحال انشقاق ارض کے بعد لباس عطا ہونے میں حضور ﷺ ہی مقدم ٹھہرے۔

آٹھویں روایت : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جہنم کے وسط میں پل صراط قائم کیا جائے گا سو سب رسولوں سے پہلے میں اپنی امت کو لے کر گذروں گا۔ (روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے)

نویں روایت : حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ہر نبی کا ایک حوض ہو گا اور وہ سب اس کا فخر کریں گے کہ کس کے حوض پر لوگ زیادہ آتے ہیں اور مجھ کو امید ہے کہ میرے حوض پر لوگ بہت آئیں گے (کیونکہ میری امت زیادہ ہو گی) روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

ف : اس سے آپ ﷺ کے حوض کا اوروں کے حوض سے پر رونق زیادہ ہونا ثابت ہوا اور یہ آپ کے خصائص میں سے ہے۔

دسویں روایت : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث طویل میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (اذن بالشفاعت کے متعلق) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میرے قلب میں ایسے مضامین حمد وثنا کے القاء فرمائیں گے کہ اب میرے ذہن میں حاضر نہیں۔ (روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے)

ف : یہ علمی فضیلت آپ کی اس روز ظاہر ہو گی کہ ذات و صفات کے متعلق ایسے وسیع معلومات کے ساتھ آپ خاص ہوں گے یہ سب احادیث بجز تیسری روایت کے مشکوٰۃ میں ہیں۔

مِنَ الْقَصِيْدَةِ

هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِىْ تُرْجٰى شَفَاعَتُهٗ لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ
دَعَا اِلَى اللّٰهِ فَالْمُسْتَمْسِكُوْنَ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ بِحَبْلٍ غَيْرِ مُنْفَصِمِ

اِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْ مَعَادِيْ اٰخِذًا بِيَدِيْ فَضْلًا وَّاِلَّا فَقُلْ يَازَلَّةَ الْقَدَمِ
يَااَكْرَمَ الْخَلْقِ مَالِيْ مَنْ اَكُوْنُ بِهٖ سِوَاكَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ
وَلَنْ يَّضِيْقَ رَسُوْلَ اللّٰهِ جَاهُكَ بِيْ. اِذَا الْكَرِيْمُ تَحَلّٰى بِاسْمِ مُنْتَقِمِ
يَانَفْسُ لَا تَقْنَطِيْ مِنْ زَلَّةٍ عَظُمَتْ اِنَّ الْكَبَائِرَ فِي الْغُفْرَانِ كَاللَّمَمِ
لَعَلَّ رَحْمَةَ رَبِّيْ حِيْنَ يَقْسِمُهَا تَأْتِيْ عَلٰى حَسَبِ الْعِصْيَانِ فِي الْقِسَمِ

(ترجمہ) (۱) وہی ہے ایسا محبوب اللہ تعالیٰ کا کہ اس کی شفاعت کبریٰ کی امید کی جاتی ہے ہر ہول کے لیے ہولہائے روز قیامت جس میں آدمی بزور داخل کیے جائیں گے۔ (۲) آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا سو جس نے آپ کے طریق کو مضبوط پکڑ لیا تو اس نے ایسی مضبوط رسی کو پکڑ لیا جو کبھی نہیں ٹوٹے گی (بلکہ قیامت میں بھی وہ ذریعہ شفاعت بنے گی) (۳) اگر آنحضرت ﷺ براہ فضل و کرم و ازروئے عہد میری دستگیری آخرت میں یاد نہ فرمائیں گے تو تو کہہ کہ افسوس میری لغزش قدم پر (کہ کیوں اعمال صالحہ نہ کیے) (۴) اے بزرگ ترین مخلوقات بوقت نزول حادثہ عظیم و عام کے آپ کے سوا کوئی ایسا نہیں ہے جس کی میں پناہ میں آؤں (صرف آپ کا ہی بھروسہ ہے) (۵) اور ہرگز تنگ نہ ہو گا عرصہ قدر و منزلت آپ کا اے رسول اللہ ﷺ بسبب شفاعت میری کے اس وقت کہ خداوند کریم بصفت منتقم جلوہ فرما ہو گا۔ (۶) اے میرے نفس اس گناہ کے سبب جو بڑا ہے غلو سے ناامید مت ہو کیونکہ بے شک گناہان کبیرہ در باب بخشش مثل صغیرہ ہیں۔ (۷) امید ہے کہ میرے پروردگار کی رحمت جب وہ اس کو اپنے بندوں پر تقسیم کرے گا تو وہ رحمت بقدر گناہاں حصہ میں آئے گی۔ (عطر الوردہ)

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

فصل نمبر ۳۰

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ خصائل جو جنت میں ظاہر ہوں گے

پہلی روایت : مشکوٰۃ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں قیامت کے روز جنت کے دروازہ پر آؤں گا اور اس کو کھلواؤں گا خازن جنت پوچھے گا کہ کون ہیں؟ میں کہوں گا کہ محمد (ﷺ) ہوں۔ وہ کہے گا کہ آپ ہی کی نسبت مجھ کو حکم ہوا ہے کہ آپ سے قبل کسی کے لیے نہ کھولوں۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

دوسری روایت : امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کوثر کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ایک نہر ہے جنت میں کہ مجھ کو میرے رب نے عطا فرمائی ہے۔ وہ دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ اور بخاری کی روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اس کے دونوں کناروں پر مجوف موتی ہیں اس میں برتن (پانی پینے کے) اس قدر پڑے ہیں جتنے ستارے۔ اور نسائی کی روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ ہے کہ وہ وسط جنت میں ہوگی اور اس کے دونوں کناروں پر موتی اور یاقوت کے محل ہیں اور اس کی مٹی مشک ہے اور اس کے سنگریزے موتی اور یاقوت ہیں۔ اور احمد اور ابن ماجہ و ترمذی کی روایت میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوثر ایک نہر ہے جنت میں' اس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں اور پانی موتی پر چلتا ہے۔ اور ابن ابی الدنیا نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے موقوفاً روایت کیا ہے کہ وہ ایک نہر ہے جنت میں' اس کا عمق ستر ہزار فرسخ ہے اس کے دونوں کنارے موتی اور زبرجد اور یاقوت کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اور انبیاء کے قبل اس کے ساتھ خاص فرمایا ہے۔ اور ترمذی کی روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوثر ایک نہر ہے جنت میں اس میں پرندے ہیں جیسے اونٹوں کی گردنیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ وہ تو بڑے لطیف

ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے کھانے والے ان سے بھی زیادہ لطیف ہیں۔

ف : یہ نہر جنت میں اس حوض کے علاوہ ہے جو میدان قیامت میں ہو گا اور بخاری کی روایت کے موافق اس حوض میں اسی نہر سے پانی گرے گا۔ اور مسلم کی روایت کے موافق دو پرنالوں سے کہ ایک چاندی کا اور ایک سونے کا ہو گا جنت کا پانی اس حوض میں پہنچے گا۔ مجموعہ روایت شیخین سے ان پرنالوں سے اسی نہر کا پانی جانا ثابت ہو جاتا ہے اور ان سب روایات کے مجموعہ سے چند صفات فاضلہ اس نہر کی اور خاص ہونا اس کا حضور ﷺ کے ساتھ یہ سب واضح ہے۔

تیسری روایت : مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم موذن کی اذان سنا کرو تو جو وہ کہا کرے تم بھی کہا کرو پھر مجھ پر درود بھیجا کرو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک درود بھیجتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ دس رحمتیں بھیجتا ہے پھر میرے لیے وسیلہ کی دعا کیا کرو اور وہ وسیلہ جنت میں ایک درجہ ہے کہ تمام بندگان خدا میں سے اس کا مستحق ایک ہی بندہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا سو جو شخص میرے لیے وسیلہ کی دعا کرے گا اس کے لیے میری شفاعت واقع ہو گی۔ اور مسند احمد میں ابو سعید خدری ؓ کی روایت سے ارشاد نبوی ہے کہ وسیلہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک درجہ ہے جس سے بڑھ کر کوئی درجہ نہیں۔

ف : قواعد سے یہ امر متعین تھا کہ حضور ﷺ ہی اس کے مستحق ہیں کیونکہ جب آپ کا افضل الخلق ہونا ثابت ہے تو ظاہر ہے کہ افضل درجات آپ ہی کے لیے ہے مگر اس ارشاد فرمانے کے وقت تک جزئیا تصریح نہ ہوئی ہو گی جو ایسا ارشاد فرمایا۔

چوتھی روایت : حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ہزار محل جنت میں دیئے ہیں اور ہر محل میں آپ کی شان کے لائق ازواج اور خادم ہیں۔ روایت کیا اس کو ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے اور ایسی بات چونکہ رائے سے نہیں کہی جا سکتی اس لیے یہ موقوف حکماً مرفوع ہے۔

پانچویں روایت : حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میں سب سے پہلے جنت کا حلقہ ہلاؤں گا تو اللہ

تعالیٰ میرے لیے دروازہ کھول دیں گے اور مجھ کو اس میں داخل فرمائیں گے اور میرے ساتھ فقراء مومنین ہوں گے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

ف : یہ بھی آپ کی فضیلت خاصہ ہے جو جنت میں ظاہر ہو گی کہ آپ کی امت کے لوگ سب امم سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

چھٹی روایت : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ابوبکر و عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) بجز انبیاء و مرسلین کے تمام اگلے اور پچھلے میانہ عمر والے اہل جنت کے سردار ہوں گے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے اور ابن ماجہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے)

ف : آپ ﷺ کی امت میں سے دو بزرگوں کا تمام امم اولین و آخرین کے کہول (ادھیڑ) میں سردار ہونا یہ بھی آپ کی فضیلت مختصہ ہے جو جنت میں ظاہر ہو گی۔

ساتویں روایت : حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے یہ ایک فرشتہ آیا ہے جو اس شب سے قبل کبھی زمین پر نہیں آیا۔ اس نے حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھ کو آکر سلام کرے اور مجھ کو بشارت دے کہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تمام اہل جنت کی عورتوں میں سردار ہوں گی اور حسن اور حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) تمام اہل جنت کے جوانوں میں سردار ہوں گے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

ف : آپ کے خاندان میں سے ان حضرات کا جنت میں جوانوں اور عورتوں کا سردار ہونا یہ بھی آپ کی فضیلت خاصہ ہے کہ جنت میں ظاہر ہو گی اور باوجودیکہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما نے سن کہولت پایا ہے مگر ان کو جوان سن شیخوخت کے مقابلہ میں کہا گیا اور چونکہ ان کی عمر حضرات شیخین سے کم [1] ہوئی اس لیے شیخین کو کہول اور حسنین کو شاب کہا گیا۔ یہ تین روایتیں اخیر کی اور ایک اول کی مشکوٰۃ سے نقل کی گئیں' باقی سب مواہب سے ہیں۔

---

(۱) کیونکہ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی عمر تریسٹھ (۶۳) سال کی ہوئی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی عمر پینتالیس (۴۵) سال سے کچھ زائد اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عمر پچپن (۵۵) سال سے کچھ زائد ہوئی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرات شیخین وفات کے وقت کہول تھے' ان کے مجموعہ وفاتین کے وقت یعنی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی ہے حضرات حسنین شاب تھے بس لفظ شاب اپنے معنی پر رہے گا۔

مِنَ الْقَصِیْدَةِ

فَحُزْتَ كُلَّ فَخَارٍ غَیْرَ مُشْتَرَكٍ　　وَجُزْتَ كُلَّ مَقَامٍ غَیْرَ مُزْدَحَمٍ
وَجَلَّ مِقْدَارُ مَا اُوْلِیْتَ مِنْ رُتَبٍ　　وَعَزَّ اِدْرَاكُ مَا اُوْتِیْتَ مِنْ نِّعَمٍ

(ترجمہ) (۱) پس آپ نے ہر قسم کی بزرگی جس میں کوئی آپ کا شریک نہیں ہے جمع کرلی اور آپ ہر عالی مقام سے جن میں کوئی آپ کو مزاحمت کرنے والا نہ تھا بڑھ گئے یعنی آپ کو وہ بلند ترین مراتب اشل فضائل مختصہ مذکورہ مقام جنت کے نصیب ہوئے جو اور انبیاء کو حاصل نہیں ہوئے۔ (۲) اور بہت بڑی ہے قدر ان مراتب کی جو آپ کو عطا کئے گئے اور فہم وادراک ان نعمتوں کا جو آپ کو منجانب خداوند تعالیٰ عطا کی گئیں دشوار تر ہے۔ (عطر الوردہ)

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

فصل نمبر ۳۱

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشرف المخلوقات ہونے کا بیان

اس کی تصریح اس لیے ضروری ہوئی کہ فصول سابقہ میں اکثر واقعات سے نفس فضیلت ثابت ہے اور وہ مستلزم نہیں افضیلت کو اور بدون اس کے اعتقاد کے نفس فضائل کا اعتقاد کافی نہیں اور گو یہ مسئلہ ایسا اجماعی اور مسلمات ضروریہ سے ہے جس پر استدلال ہی کی حاجت نہیں مگر تبرکاً کچھ روایات لکھی جاتی ہیں۔

پہلی روایت : حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام اولین وآخرین میں زیادہ مکرم ہوں۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور دارمی نے۔ (کذا فی المشکوٰۃ)

دوسری روایت : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شب معراج میں براق حاضر کیا گیا تو وہ سوار ہونے کے وقت شوخی کرنے لگا جبرئیل علیہ

السلام نے فرمایا کیا تو محمد (ﷺ) کے ساتھ ایسا کرتا ہے تجھ پر تو ایسا کوئی شخص سوار ہی نہیں ہوا ہے جو ان سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم ہو پس وہ (شرم سے) پسینہ پسینہ ہو گیا۔ (کذا فی سنن الترمذی)

تیسری روایت : امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب آپ (شب معراج میں) بیت المقدس میں تشریف لائے نماز پڑھنے کھڑے ہوئے تو تمام انبیاء آپ کے ہمراہ (مقتدی ہو کر جیسا کہ مسلم میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے فامتهم) نماز پڑھنے لگے۔ اور ابو سعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ بیت المقدس میں داخل ہو کر فرشتوں کے ساتھ نماز ادا کی (یعنی فرشتے بھی مقتدی تھے) پھر انبیاء علیہم السلام کی ارواح سے ملاقات ہوئی اور سب نے حق تعالیٰ کی ثنا کے بعد اپنے اپنے فضائل بیان کئے جب حضور ﷺ کے خطبہ کی نوبت آئی جس میں آپ نے اپنا رحمۃ للعالمین ہونا اور مبعوث الیٰ کافۃ الناس ہونا اور اپنی امت کا خیر الامم و امۃ وسط ہونا اور اپنا خاتم النبیین ہونا بھی بیان فرمایا اس کو سن کر ابراہیم علیہ السلام نے سب انبیاء علیہم السلام کو خطاب کر کے فرمایا کہ بھٰذا فضلکم محمدٌ یعنی ان ہی فضائل سے محمد تم سب سے بڑھ گئے اور ابراہیم علیہ السلام کا یہ ارشاد بزار اور حاکم نے بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (کذا فی المواھب)

چوتھی روایت : حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو انبیاء پر بھی فضیلت دی اور آسمان والوں (یعنی فرشتوں) پر بھی (اور پھر اس پر قرآن مجید سے استدلال کیا) روایت کیا اس کو دارمی نے۔ (کذا فی المشکوٰۃ)

پانچویں روایت : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے (ایک طویل حدیث میں) روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے (ایک بار اپنے کلام میں) فرمایا کہ بنی اسرائیل کو مطلع کر دو کہ جو شخص مجھ سے اس حالت میں ملے گا کہ وہ احمد (ﷺ) کا منکر ہو گا تو میں اس کو دوزخ میں داخل کروں گا خواہ کوئی ہو۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ احمد کون ہیں؟ ارشاد ہوا اے موسیٰ قسم ہے اپنے عزت و جلال کی میں نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی جو ان سے زیادہ میرے نزدیک مکرم ہو۔ میں نے ان کا نام عرش پر اپنے نام کے ساتھ

آسمان و زمین اور شمس و قمر پیدا کرنے سے بیس لاکھ برس پہلے لکھا تھا۔ قسم ہے اپنے عزت و جلال کی کہ جنت میری تمام مخلوق پر حرام ہے جب تک کہ محمد (ﷺ) اور اس کی امت اس میں داخل نہ ہو جائیں (پھر امت کے فضائل کے بعد یہ ہے کہ) موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے رب مجھ کو اس امت کا نبی بنا دیجئے۔ ارشاد ہوا اس امت کا نبی اسی میں سے ہو گا۔ عرض کیا کہ تو مجھ کو ان (محمد) کی امت میں سے بنا دیجئے۔ ارشاد ہوا کہ تم پہلے ہو گئے وہ پیچھے ہوں گے البتہ تم کو اور ان کو دار الجلال (جنت) میں جمع کر دوں گا۔ روایت کیا اس کو حلیہ میں۔ (کذا فی الرحمة المهداة)

مجموعہ ان روایات سے آپ کا افضل الخلق ہونا حق تعالیٰ کے ارشاد سے' خود آپ کے ارشاد سے' انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے ارشاد سے' صحابہ کے ارشاد سے صریحاً بھی اور امامت انبیاء و ملائکہ و ختم نبوت و خیریت امت وغیرہ سے استدلالاً بھی ثابت ہے اور اس فصل کے قبل کی دو فصلوں میں اور بالکل شروع کتاب کی دو فصلوں میں بھی متعدد روایتوں سے یہ امر کالتصریح ثابت ہے۔

مِنَ الْقَصِیْدَةِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْكَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ ۔۔۔ وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمٍ
فَانْسُبْ اِلٰی ذَاتِهٖ مَا شِئْتَ مِنْ شَرَفٍ ۔۔۔ وَانْسُبْ اِلٰی قَدْرِهٖ مَا شِئْتَ مِنْ عِظَمٍ
فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَیْسَ لَهٗ ۔۔۔ حَدٌّ فَیُعْرِبَ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمٍ
فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِیْهِ اَنَّهٗ بَشَرٌ ۔۔۔ وَاَنَّهٗ خَیْرُ خَلْقِ اللّٰهِ كُلِّهِمٖ

(ترجمہ) (۱) آپ اسم بامسمّٰی محمد رسول اللہ ﷺ ہیں جو سردار دنیا و آخرت و جن و انس کے اور ہر دو فریق عرب و عجم کے ہیں۔ (۲) اور آپ کی ذات بابرکات کی طرف جو خوبیاں (باستثنائے مرتبہ الوہیت) تو چاہے منسوب کر دے وہ سب قابل تسلیم ہوں گی اور آپ کی قدر عظیم کی طرف جو بڑائیاں تو چاہے نسبت کر وہ سب صحیح ہوں گی۔ (۳) کیونکہ حضرت رسالت پناہ کے فضل کی کچھ حد و نہایت نہیں ہے کہ کوئی گویا ان کو بذریعہ اپنی زبان کے ظاہر و بیان کر سکے۔ (۴) پس نہایت ہمارے فہم اور علم کی یہ ہے کہ آپ بشر عظیم القدر ہیں

اور یہ کہ آپ تمام خلق اللہ انسان و ملائکہ وغیرہ سے بہتر ہیں۔ (عطر الوردہ)

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

فصل نمبر ۳۲

بعض آیات کی مختصر تحقیق

جن کے ظاہر الفاظ سے رسول اللہ ﷺ کے فضائل کے معارضہ کا نعوذ باللہ وسوسہ پیدا ہو سکتا ہے اور اسی نمونہ سے بقیہ نصوص کی تحقیق بھی سمجھ میں آسکتی ہے

اول : قال اللہ تعالٰی وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی۔ یہاں ضلال کے وہ معنی نہیں جو اردو محاورہ میں مستعمل ہیں کیونکہ ہر زبان کا لغت اور اس کا محاورہ جدا ہے سو عربی میں اس کے معنی مطلق ناواقفی کے ہیں اور وہ اپنی دونوں قسم کو عام ہے۔ ایک وہ جو احکام آنے کے قبل ہو اور ایک وہ جو احکام کے معارضہ میں ہو۔ دوسرا مذموم ہے اور اول مذموم نہیں کیونکہ نبوت کے بعد جو علوم وحی سے معلوم ہوتے ہیں ظاہر ہے کہ قبل نبوت وہ معلوم نہیں ہوتے تو بس یہ آیت ایسی ہوئی جیسے ارشاد ہے وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ۔

دوم : قال اللہ تعالٰی وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ۔ یہاں بھی وِزر کے معنی گناہ کے نہیں جیسا کہ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی سے شبہ ہو سکتا ہے بلکہ لغت عربی میں وِزْر کے معنی مطلق بوجھ کے ہیں خواہ گناہ کا بوجھ ہو جس سے انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں۔ لقولہ تعالٰی لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ اور خواہ کسی غیبی فیض کا بوجھ ہو اور یہاں یہی ہے کہ اول اول آپ پر وحی کا بہت ثقل ہوتا تھا جیسا احادیث صحیحہ میں ہے کہ اول اول آپ کو جاڑا چڑھ گیا پھر وہ قوت استعداد کے سبب سہل ہو گیا اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ اس کا بین قرینہ ہے۔

سوم : قال اللہ تعالیٰ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ یہاں بھی ذَنْب سے مراد معنی متعارف نہیں بلکہ وہ اجتہادات ہیں جو نصوص سے منسوخ کر دیئے گئے کہ نصوص کے بعد ان پر عمل کرنا درست نہیں چونکہ ذات فعل کی نہیں بدلی باعتبار ذات کے اس کو ذَنْب فرمایا گو اس وقت اس میں وصف ذَنْب کا نہ تھا یعنی ایسی چیز کہ بعض احوال میں ذَنْب ہو سکتا ہے گو اس وقت ذَنْب نہیں معاف فرماتے ہیں اور آپ کی شدت خشیت کے سبب تسلیہ کے لیے یہ عنوان اختیار فرمایا ورنہ خطائے اجتہادی پر تو اجر موعود ہے اور یہی معنی ہیں وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ کے۔

چہارم : قال اللہ تعالیٰ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ۔ اس امر و نہی کا مبنی بھی خلاف کا وقوع یا احتمال نہیں بلکہ معنی یہ ہیں کہ جس طراب تک تقویٰ و عدم اطاعت عصاۃ کا صدور ہوتا رہا آئندہ بھی ایسا ہی رہنا چاہیے اور مقصود اس سے مایوس کرنا ہے کفار کو جو اپنے بعض خیالات کی طرف آپ کو بلاتے تھے تو ان کے سنانے کو یہ ارشاد فرمایا کہ وہ سمجھ لیں کہ آپ چونکہ وحی کے خلاف کبھی نہیں کرتے اس لیے ہرگز ہماری موافقت نہ فرمائیں گے جیسا ارشاد ہوا ہے وَمَاۤ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ۔

پنجم : قال اللہ تعالیٰ فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ۔ یہاں بھی احتمال شک لازم نہیں آتا بلکہ اس سے مقصود زیادت توثیق کلام ہے۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے کسی ایسے شخص سے خطاب کرتے وقت جو تم کو یقیناً سچا سمجھتا ہے کلام کو مؤکد کرنے اور مخاطب کو زیادہ یقین دلانے کے لیے کہا کرتے ہو کہ اگر تم کو شبہ ہو تو محلّہ والوں سے پوچھ لو مطلب یہ کہ گو تم کو حاجت نہ ہوگی مگر ہم اپنی طرف سے اس کے لیے آمادہ ہیں اور تم کو اجازت دیتے ہیں کیونکہ اپنی راست بیانی پر کامل اطمینان ہے۔

ششم : قال اللہ تعالیٰ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ۔ سیاق میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس کے مخاطب ہی نہیں کیونکہ اوپر ارشاد ہے وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ جس سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ یہ مضمون سب انبیاء پر وحی کیا گیا ہے اور مضامین وحی میں بعض سے خود نبی کو خطاب مقصود ہوتا ہے اور بعض سے امت کو پہنچانا مقصود ہوتا ہے مطلب یہ کہ سب انبیاء پر یہ مضمون بغرض تبلیغ وحی کیا گیا ہے کہ

اپنی امت کو یہ خطاب سنا دیں لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ اور اگر آپ ہی مخاطب ہوں تو یہ خطاب بطور فرض کے ہے جس سے مقصود مبالغہ ہے ذم شرک میں جس طرح کہا کرتے ہیں کہ اوروں کی تو کیا حقیقت ہے اگر میرا بیٹا ہی میری مخالفت کرے تو اس کو نہ چھوڑوں گو وہ بیٹا ایسا مطیع ہو کہ اس پر کسی کو اصلا شبہ مخالفت کا نہ ہو۔

ہفتم : قال اللہ تعالیٰ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ اِنَّهُ الْحَقُّ۔ اس سے بھی بعد نزول وحی کے شک لازم نہیں آتا بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو بات قرآن کے ذریعہ سے بتلائی گئی ہے چونکہ وحی کے قبل معلوم نہ تھی اور معلوم نہ ہونے سے اس میں تردد تھا کہ یوں ہے یا یوں ہے اب بعد وحی کے شک نہ کیجئے اور یہ شبہ بھی نہ کیا جائے کہ کیا اس صورت میں احتمال شک کا تھا یہ بھی لازم نہیں آتا بلکہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے محارات میں اثنائے کلام میں یہ کہتے جاتے ہیں کہ یقین مانو یہ بات اس طرح ہے کبھی قسم کھانے لگتے ہیں گو مخاطب کتنا ہی معتقد صدق متکلم کا ہو مگر مقصود توثیق کلام کی ہوتی ہے۔

ہشتم : قال اللہ تعالیٰ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ۔ اس سے بھی مضمون شرطیہ سابقہ سے بے خبر ہونا لازم نہیں آتا کہ صفت قدرت سے بے خبر ہونا انبیاء پر محال ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ لَوْ شَآءَ سے بقاعدہ عربیہ معلوم ہو گیا کہ کفار معہودین کی ہدایت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مشیت متعلق ہونے والی نہیں ہے کما قال تعالیٰ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ اور یہ امر اس ارشاد سے پہلے معلوم نہ تھا بس مطلب یہ ہوا کہ اب بے علم نہ رہیے یقین کر لیجئے اور اگر یہ شبہ ہو کہ کیا اب بھی احتمال بے علمی کا تھا تو جواب اس کا آیت ہفتم کے ذیل میں گذر چکا۔

نہم : قال اللہ تعالیٰ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ الخ۔ اس سے بھی وہ تسلط لازم نہیں آتا جس کی نفی اس آیت میں ہے' اِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ۔ یعنی جس پر معصیت یا عزم معصیت مرتب ہو جائے بلکہ صرف تحریک ثابت ہوتی ہے گو تحرک نہ ہو سو یہ ایسا ہے جیسے کوئی شیطان الانس کسی نبی کو بری رائے دے' اسی طرح شیطان الجن کا رائے دینا بھی محال نہیں مگر اس پر عمل ہونا محتمل نہیں۔

دہم : قال اللہ تعالیٰ عَبَسَ وَتَوَلّٰى اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى الخ۔ یہاں دو مصلحتیں متعارض تھیں۔ ایک تبلیغ اصول کا تبلیغ فروع پر مقدم ہونا اس کا مقتضا تھا کافر کے خطاب

کا مقدم کرنا خطاب مسلم پر اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے اجتہاد ظاہر سے اُس وقت یہی سمجھا۔ دوسری مصلحت نفع متیقن کا مقدم ہونا نفع موہوم پر اس کا مقتضا تھا طالب مسلم کے خطاب کا مقدم کرنا خطاب کافر جاحد پر اور اس کا سمجھنا موقوف تھا اجتہاد غائر پر۔ حق تعالیٰ کا مقصود یہی ہے کہ آپ کی شان عظیم کے شایاں اس وقت اجتہاد غائر سے کام لینا تھا یہ تو جواب ہے شبہ ناشی عن المعنون کا اور اگر عنوان سے کہ بصورت عتاب ہے شبہ ہو تو جواب یہ ہے کہ علاقہ محبت میں بعض اوقات عتاب زیادہ لذیذ اور دال علی المحبت والخصوصیت ہوتا ہے تکلف آداب سے وفی المثل السائر اذا جاءت الالفۃ رفعت الکلفۃ۔ ولنعم ما قیل ؎

بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی
جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

چنانچہ در منثور میں مروی ہے کہ اس کے بعد جب وہ صحابی حاضر ہوتے آپ فرماتے مرحبا بمن عاتبنی فیہ ربی جس سے بوئے التذاذ آتی ہے۔ وھذا امر من لم یذقہ لم یدر اور احقر کی تفسیر میں ان آیات کی اور ان کی امثال آیات کا تفسیر دیکھ لینا اور زیادہ مقنع و مفید ہو سکتا ہے اور ان تقریرات سے جو اصول معلوم ہوں گے ان سے ایسی احادیث بھی حل ہو جائیں گی یہ محض نمونہ کے طور پر لکھ دیا ہے۔

مِنَ الْقَصِيْدَةِ

لَمْ يَمْتَحِنَّا بِمَا تَعْيَى الْعُقُوْلُ بِهٖ ... حِرْصًا عَلَيْنَا فَلَمْ نَرْتَبْ وَلَمْ نَهِمِ

اَعْيَى الْوَرٰى فَهْمُ مَعْنَاهُ فَلَيْسَ يُرٰى ... لِلْقُرْبِ وَالْبُعْدِ فِيْهِ غَيْرُ مُنْفَحِمِ

كَالشَّمْسِ تَظْهَرُ لِلْعَيْنَيْنِ مِنْ بُعُدٍ ... صَغِيْرَةً وَّتَكِلُّ الطَّرْفَ مِنْ اَمَمِ

(ترجمہ) (۱) آپ ﷺ نے ہم کو ایسی چیزوں سے نہ آزمایا جن کے دریافت کرنے میں ہماری عقول عاجز اور درماندہ ہو جائیں کیونکہ آپ کو ہماری اصلاح مرغوب تھی اس لیے ہم کسی حکم کے قبول کرنے میں شک میں نہ پڑے اور سلوک طریق شریعت میں حیران و سرگرداں یا مبتلائے وہم نہ ہوئے (چنانچہ اسی میں یہ بھی داخل ہے کہ جو اشکالات مذکورہ ظاہر الفاظ سے واقع ہو سکتے تھے

قواعد شرعیہ سے وہ بالکل صاف کر دیئے گئے) (۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات ظاہری و باطنی کی دریافت نے تمام خلق کو عاجز کر دیا پس نہیں دیکھا جاتا ہے اشخاص قریب المنزلۃ یعنی خواص میں یا بعید المنزلۃ یعنی عوام میں در باب دریافت کمالات حضرت کے مگر عاجز و ساکت یعنی آپ کے کمالات کی حد اور پوری کیفیت کسی کو معلوم نہیں (اور اسی عدم احاطہ کیفیت کمالات کے سبب ظاہر نظر میں بعض شبہات پڑ سکتے ہیں جن کے حل کرنے کے لیے قواعد شرعیہ کافی ہیں)۔ (۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال عدم ادراک کیفیت کمالات ظاہریہ و باطنیہ میں مثل آفتاب کے ہے کہ وہ دور سے چھوٹا بقدر قوس یا آئینہ کے معلوم ہوتا ہے اور ناظر بسبب نہایت بعد کے اس کی واقعی مقدار نہیں معلوم کر سکتا ہے اور اگر اس کو پاس سے دیکھو تو بوجہ غایت نورانیت کے چشم بینندہ عاجز و درماندہ و خیرہ ہو جاتی ہے اور اس کی پوری حقیقت دریافت نہیں کر سکتی (اسی لیے بعض امور میں گونہ حیرت ہو جاتی ہے جیسا کہ اوپر کے شعر کی شرح میں معلوم ہوا)۔ (عطر الوردہ)

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

فصل نمبر ۳۳

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض لوازم عبدیت کا بیان

جاننا چاہیے کہ آپ کے تمام کمالات کا مدار دو وصف پر ہے عبدیت و رسالت، جن پر جابجا آیات و احادیث میں تنصیص کی گئی ہے اور نماز میں جو تشہد تعلیم کیا گیا ہے اس میں بھی دونوں کو جمع فرما دیا گیا ہے اور جیسا کمالات رسالت سے نعوذ باللہ آپ کی تنقیص کر کے دوسرے بشر پر آپ کو قیاس کرنا کفر یا بدعت ہے جس کے رد کے لیے اس سے اوپر کی فصل منعقد کی گئی ہے اسی طرح کمالات عبدیت سے آپ کو متجاوز قرار دے کر اللہ حق کے خواص سے متصف جاننا یا کسی امر منفی منتفی فی النص کو مثبت ماننا بھی شرک یا

معصیت ہے۔ یہ فصل اس کی اصلاح کے لیے لکھی جاتی ہے نمونہ کے لیے چند روایات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

پہلی روایت : حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اتنا مت بڑھادو جیسا نصاریٰ نے (حضرت) عیسیٰ ابن مریم (علیہما السلام) کو بڑھادیا (کہ خواص الوہیت کو ان کے لیے ثابت کرنے لگے) میں تو اللہ کا بندہ ہوں (مجھ میں الوہیت کی کوئی بات نہیں) سو تم (مجھ کو) اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہا کرو (الوہیت کو ثابت مت کرو)۔ (روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے)

دوسری روایت : حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ اپنے مرض وفات میں فرماتے تھے کہ میں نے جو کھانا (زہر آلود) خیبر میں (کچھ) کھالیا تھا ہمیشہ اس کی تکلیف (کچھ نہ کچھ) پاتا رہا اور اب وہ وقت ہے کہ اس زہر سے میری رگ قلب کٹ گئی۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

تیسری روایت : بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کیا گیا یہاں تک کہ آپ کو (اس کے اثر سے) یہ خیال ہو جاتا کہ میں فلاں (دنیوی) کام (جیسے کھانا پینا وغیرہ) کرچکا ہوں حالانکہ اس کو کیا نہ ہوتا' الحدیث۔

چوتھی روایت : حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دربارہ سہو فی الصلوٰۃ کے) فرمایا کہ میں بشر ہوں جیسے تم بھولتے ہو میں بھی بھولتا ہوں' سو میں جب بھول جاؤں مجھ کو یاد دلا دیا کرو۔ (روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے)

پانچویں روایت : حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس حدیث میں جس میں بعض لوگوں کا حوض کوثر سے ہٹا دیا جانا مذکور ہے) کہ میں کہوں گا کہ یہ تو میرے منتسبین (یعنی مومنین) میں سے ہیں (فرشتوں کی طرف سے) جواب ملے گا کہ آپ کو خبر نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا (دین میں) اختراع کیا تھا۔ میں کہوں گا دور دور ایسا شخص جس نے میرے بعد (دین میں) تغیر تبدیل کیا ہو۔ (روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے)

درمیان کی روایت خود بخاری سے ہے باقی سب مشکوٰۃ سے۔ ان روایات سے آپ کا سم اور سحر اور مرض سے متاثر ہونا اور نسیان و ذہول کا طاری ہونا اور اخیر کی روایت

سے بعض واقعات قبل قیامت کا بھی آپ کی اخیر عمر تک آپ سے مخفی و غائب رہنا یا غائب ہو جانا جس میں تاویل بالذات وبالعرض کی بھی نہیں چل سکتی اور جس سے نصوص نفی علم محیط الی یوم القیامہ کے زمانہ قبل عطاء علم مذکور پر محمول ہو سکنے کا شبہ بھی قطع ہوتا ہے ثابت ہوتا ہے اور روایت اخیرہ پر عرض اعمال امت کی روایت کے تعارض کا شبہ اس لیے نہیں ہو سکتا کہ اس روایت میں نہ تو یہ نص ہے کہ یہ اعمال قلب کو بھی شامل ہے نہ یہ نص ہے کہ تمام اعمال ظاہری کو شامل ہے ممکن ہے کہ دقائق مفاسد عقائد اور اعمال کے پیش نہ کئے جاتے ہوں اور بعد فرض عرض عام کے نہ یہ نص ہے کہ بعد عرض کے وہ سب جزئی جزئی کر کے یاد رہتے ہوں ورنہ قیامت کے روز معرفت امت کے لیے غرہ اور تحجیل کی علامت مقرر ہونے کی کیا حاجت تھی کیونکہ پیش اعمال معروضہ میں وضو و نماز اور امتی ہونا سب کچھ داخل ہے اور ان سب امور پر مطلع اور ان کی یاد ہوتے ہوئے وہی اطلاع اور یاد کافی ہے خوب سمجھ لو غرض موجبہ کلیہ کہ یعلم صلی اللہ علیہ وسلم کل حادث مطلقًا یا الٰی یوم القیامہ مرتفع ہو گیا۔

اسی طرح بے شمار روایات اور آیات میں یہ امور بھی اور دوسرے لوازم بشریہ بھی مثل جوع و عطش اور بعض اوقات رضا و غضب و رائے کے مبانی کا واقع کے مطابق نہ ہونا وارد ہیں اور پہلی روایت میں خود حضور ﷺ کا منع فرمان حد شرعی سے تجاوز کرنے سے مصرح ہے غرض نہ مثبت کی نفی کی اجازت ہے اور نہ منفی کے اثبات کی اجازت تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔

مِنَ الْقَصِیْدَةِ

ظَلَمْتُ سُنَّةَ مَنْ اَحْیَی الظَّلَامَ اِلٰی   اَنِ اشْتَکَتْ قَدَمَاهُ الضُّرَّ مِنْ وَّرَمٖ

وَشَدَّ مِنْ سَغَبٍ اَحْشَاءَهٗ وَطَوٰی   تَحْتَ الْحِجَارَةِ کَشْحًا مُتْرَفَ الْاَدَمٖ

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰی فِیْ نَبِیِّهِمٖ   وَاحْکُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِیْهِ وَاحْتَکِمٖ

(ترجمہ) (۱) میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا بسبب چھوڑ دینے افعال مسنونہ اس نفس مقدسہ کے جس نے شب ہائے تاریک کو زندہ رکھا بسبب مشغولی عبادات مالک کائنات کے یعنی ان میں خواب استراحت نہ فرمائی یہاں تک کہ آپ کے

دونوں قدم مبارک مرض ورم میں مبتلا ہو گئے (جس سے دو وجہ سے عبدیت ثابت ہوئی شب بیداری عبادت میں اور ورم قدم مبارک) (۲) اور جنہوں نے بباعث گرسنگی کے اپنے سارے شکم مبارک کو کسا اور اپنے نرم لطیف پہلوئے مطہر کو پتھر کے تلے لپیٹا تاکہ اس کے ثقل اور سہارے سے گونہ تقویت حاصل ہو اور ضعف مانع قیام روزہ و نماز وغیرہ نہ ہو (اس سے بھی دو وجہ سے عبدیت ثابت ہوئی ایک گرسنگی دوسرے قناعت کہ عبادت ہے کیونکہ آپ نے باوجود اختیار دیئے جانے کے اسی حالت کو پسند فرمایا) (۳) اس دعوے کو جو نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت کیا ہے اے مخاطب غافل تو چھوڑ دے اور ایسا دعویٰ اپنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت مت کرو بلکہ ان کو افضل العباد سمجھ اور اس کے سوا آپ کی مدح شریف میں جس وصف کمال کا تیرا جی چاہے حکم جازم اور قطعی دعویٰ کر اور ان پر خوب مستحکم اور استوار رہ (یعنی نہ عبدیت کی نفی کرو اور نہ دوسرے بشر کے مساوی سمجھو بلکہ افضل العباد اعتقاد کرو)۔ (عطر الوردہ)

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

فصل نمبر ۳۴

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت امت کے ساتھ

فصول سابقہ میں تو آپ کے ذاتی جمال و کمال کا بیان تھا' اب یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ آپ کو اپنے غلاموں کے ساتھ اور غلام بھی وہ جنہوں نے آپ کی کوئی خدمت نہیں کی کیا تعلق تھا۔

پہلی روایت : حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار تمام رات ایک ہی آیت پڑھتے رہے (کذا فی الشمائل للترمذی) اور ابو عبید نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ لوگوں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا وہ

کون سی آیت تھی؟ فرمایا یہ آیت تھی : اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ (کذا فی حاشیہ عصام)

ف : اس میں اپنی امت کے لیے دعا فرمائی جیسا کہ مضمون سے ظاہر ہے۔

دوسری روایت : عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے لیے عرفہ کی شام کو مغفرت کی دعا کی' سو اس طرح قبول ہوئی کہ سب گناہوں کی مغفرت کرتا ہوں بجز حقوق العباد کے کہ ظالم سے مظلوم کے حقوق ضرور وصول کروں گا۔ آپ نے دعا کی کہ اے رب اگر آپ چاہیں تو مظلوم کو جنت سے دے کر ظالم کو بخش دیں' سو اس شام کو یہ دعا منظور نہیں ہوئی۔ جب مزدلفہ میں صبح ہوئی پھر دعا کی سو منظور ہو گی سو جناب رسول اللہ ﷺ نے خندہ یا تبسم فرمایا۔ ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کیا کہ ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اس وقت تو کوئی ہنسنے کا موقع معلوم نہیں ہوتا سو کس سبب سے آپ ہنستے ہیں' اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ ہنستا ہوا رکھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عدو اللہ ابلیس کو جب معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کر لی اور میری امت کی مغفرت فرمادی تو خاک لے کر سر پر ڈالنے لگا اور ہائے واویلا مچانے لگا سو اس کی گھبراہٹ کو دیکھ کر ہنسی آگئی' روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے اور بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں اس کے قریب روایت کیا۔ (کذا فی المشکوٰۃ)

ف : لمعات میں ہے کہ مراد اس سے وہ حقوق العباد ہیں جن کے ایفاء کا قصد مصمم ہے مگر ایفاء سے عاجز ہو گیا۔ حق تعالیٰ خصماء کو قیامت میں راضی فرمائیں گے۔

تیسری روایت : لمعات میں آپ کے طائف تشریف لے جانے کے قصہ میں جب کہ وہاں کے کفار نے آپ کو ایذا شدید پہنچائی روایت کیا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام پہاڑ کے فرشتہ کو لے کر نازل ہوئے تاکہ آپ سے اجازت لے کر ان کفار کو ہلاک کر دے۔ آپ ﷺ نے اس فرشتہ سے فرمایا نہیں مجھ کو امید ہے کہ ان کی پشتوں سے ایسے لوگ پیدا ہوں جو اللہ تعالیٰ کا توحید کے ساتھ ذکر کریں۔

چوتھی روایت : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (بعض حیثیات سے) میرے ساتھ شدت سے محبت رکھنے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہوں گے کہ ان میں سے ہر شخص یہ تمنا کرے گا کہ تمام اہل و مال کے عوض

مجھ کو دیکھ لے' روایت کیا اس کو مسلم نے۔ (کذا فی المشکوٰۃ)

ف : یعنی اگر اُس سے کہا جائے کہ اگر سب اہل و مال سے دست بردار ہو تو زیارت میسر ہو جائے تو وہ اس پر دل و جان سے راضی ہو گا۔

پانچویں روایت : حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ میں بشر ہوں مجھ کو بھی اور بشر کی طرح غصہ آجاتا ہے سو جس کسی مومن مرد یا مومن عورت پر میں (غصہ میں) بددعا کر دوں تو آپ اس بددعا کو اس شخص کے لیے تزکیہ اور تطہیر کر دیجئے' روایت کیا اس کو احمد نے۔ (کذا فی الرحمۃ المھداۃ)

چھٹی روایت : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کاش ہم اپنے بھائیوں کو دیکھتے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا تم تو میرے دوست ہو اور میرے بھائی وہ لوگ ہیں جو ہنوز نہیں آئے' الحدیث روایت کیا اس کو مسلم نے۔ (کذا فی المشکوٰۃ)

ف : چونکہ دوست کے ساتھ محبت کی ابتداء صحبت ہی سے ہوتی ہے اور بھائی سے محبت ہونا مقید نہیں۔ رویت و صحبت کے ساتھ پس صحابہ کو دوست اور بعد میں آنے والوں کو بھائی فرمانا باعتبار وقوع حالت محبت کے ہے کہ ان کی محبت کا وقوع رویت سے ہوا اور بعد والوں کی محبت کا وقوع بے دیکھے ہوا اور اس سے صحابہ کرام پر غیر صحابہ کی فضیلت محبت میں لازم نہیں آتی کیونکہ یقیناً صحابی کی ایسی استعداد تھی کہ اگر وہ حضور پرنور ﷺ کو نہ دیکھتے جب بھی محبت میں ہم سے زیادہ ہوتے۔

ساتویں روایت : ابی جمعہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کوئی ہم سے بھی بہتر ہے کہ ہم اسلام لائے اور جہاد کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ایک قوم ہے جو تمہارے بعد ہوں گے کہ مجھ پر ایمان لائیں گے اور مجھ کو دیکھا بھی نہ ہو گا۔ (روایت کیا اس کو احمد اور دارمی نے)

ف : یہ بہتر ہونا خاص عارض کی وجہ سے ہے کہ کسی صفت حقیقیہ کی وجہ سے نہیں پھر اس بہتری میں بھی صحابہ کو دخل ہے کیونکہ ہم کو ایمان کی دولت صحابہ ہی کی بدولت نصیب ہوئی کہ انہوں نے دین کی لسانی سنانی ہر طرح کی خدمت کی پس ہماری تفضیل ان

پر لازم نہیں آتی۔

ف : ان روایات میں بعض نے تمام امت اجابت پر کہ مومنین ہیں اور بعض نے تمام امت دعوت پر کہ ان میں کفار بھی داخل ہیں اور بعض سے بعد میں آنے والوں پر شفقت تامہ اور بعض سے ان کے بعد میں آنے والوں کی مدح اور ان کے محب نبی ہونے کی تصدیق جیسے چوتھی روایت میں اور بعض سے مدح کے ساتھ ان کے محبوب نبی ہونے کی تحقیق جیسے چھٹی ساتویں روایت میں مذکور ہے کہ مدح و محبت و محبوبیت کا اظہار بھی ناشی محبت سے ہوا ہے اور قیامت میں جو شفاعت اور دعا والتجا امت کے لیے ہو گی اس کی احادیث مشہور اور بعضی انتیسویں' تیسویں فصل میں مذکور ہیں اور ان کے علاوہ اس مدعا پر بے شمار روایات و واقعات شاہد ہیں۔ اس فصل کے ایراد سے جو غرض ہے وہ فصل آئندہ کی تمہید میں بیان کی جائے گی۔

مِنَ الْقَصِیْدَةِ

بُشْرٰی لَنَا مَعْشَرَ الْاِسْلَامِ اِنَّ لَنَا مِنَ الْعِنَایَةِ رُکْنًا غَیْرَ مُنْهَدِمِ

لَمَّا دَعَی اللّٰهُ دَاعِیْنَا لِطَاعَتِهٖ بِاَکْرَمِ الرُّسْلِ کُنَّا اَکْرَمَ الْاُمَمِ

اِنْ اٰتِ ذَنْبًا فَمَا عَهْدِیْ بِمُنْتَقِضٍ مِنَ النَّبِیِّ وَلَا حَبْلِیْ بِمُنْصَرِمِ

حَاشَاهُ اَنْ یُّحْرَمَ الرَّاجِیْ مَکَارِمَهٗ اَوْ یَرْجِعَ الْجَارُ مِنْهُ غَیْرَ مُحْتَرَمِ

(ترجمہ) (۱) اے گروہ اسلام ہم کو خوشخبری ہے بیشک ہمارے لیے عنایات خاصہ باری تعالیٰ سے ایسا ستون محکم عنایت ہوا ہے جو کبھی متغیر و متبدل نہ ہو گا بلکہ ہمیشہ الی یوم القیامہ ثابت و قائم رہے گا یعنی ہمارا دین ناسخ ہے اور کبھی مثل اور ادیان کے منسوخ نہ ہو گا۔ (۲) جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضرت ﷺ کو جو ہم کو طاعت الٰہی کی طرف بلانے والے ہیں افضل و اکرم رسل اللہ کہہ کر پکارا تو ہم اس ذریعہ سے سب امتوں سے افضل ہوئے کیونکہ رسول کا افضل ہونا امت کی افضیلت کا واقعی سبب ہے۔ (۳) اگر میں گناہ کر رہا ہوں یا کیا ہے تو میرا ذمہ شفاعت نبی ﷺ سے ٹوٹنے والا نہیں ہے اور نہ میری امید کی رسی کٹنے والی ہے یعنی میں بسبب ارتکاب جرائم حضرت کی شفاعت سے

ناامید نہیں ہوں۔ (۴) خداوند تعالیٰ شانہ نے حضرت رسالت پناہ ﷺ کو منزل کر دیا ہے اس عیب سے کہ آپ کا امیدوار آپ کے مکارم و عطایا سے محروم کیا جائے اور بھی اس خلل سے پاک کر دیا ہے کہ آپ کا مدد چاہنے والا آپ کی درگاہ سے غیر موقر و غیر محترم ناکام واپس آئے بلکہ ہمیشہ کامیاب و محترم ہوتا ہے۔ (عطرالوردہ)

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

فصل نمبر ۳۵

رسول اللہ ﷺ کے حقوق جو امت کے ذمہ ہیں

جن میں اہم الحقوق محبت و متابعت فی الاصول والفروع ہے۔ جاننا چاہیے کہ کسی سے محبت ہونا اور اس محبت کا مقتضا متابعت ہونا تین سبب سے ہوتا ہے۔ ایک کمال محبوب کا جیسے عالم سے محبت ہوتی ہے' شجاع سے محبت ہوتی ہے اور دوسرا جمال جیسے کسی حسین سے محبت ہوتی ہے۔ تیسرا انوال یعنی عطاء و احسان جیسے اپنے منعم و مربی سے محبت ہوتی ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات مقدسہ میں تینوں وصف علی سبیل الکمال مجتمع ہیں۔ وصف اول سے یہ تمام رسالہ مشحون ہے۔ دوسرا وصف فصل اکیسویں میں مخزون ہے اور چونتیسویں فصل لانے سے مقصود خاص تیسرے وصف کا مضمون ہے۔ جب تینوں وصف جو علت محبت ہیں آپ میں جمع ہیں تو خود اس کا طبعی مقتضا ہے کہ آپ کے ساتھ امت کو اعلیٰ درجہ کی محبت ہونا چاہیے۔ اگر نص شرعی بھی نہ ہوتی اور جب کہ نصوص شرعیہ بھی اس کے ایجاب میں موجود ہیں تو داعی عقل و طبع کے ساتھ داعی شرع بھی مل کر آپ کے وجوب محبت کو موکد کرتا ہے۔

اور در حقیقت اعظم غایت اس رسالہ کی اسی امر کی طرف اہل ایمان کو متوجہ کرنا ہے اور یقینی امر ہے کہ ان اسباب و دواعی کے ہوتے ہوئے محبت سے اتباع کا انفکاک عادۃً محال ہے جس درجہ کی محبت ہوگی اُسی درجہ کا اتباع ہوگا اور ظاہر ہے کہ محبت علیٰ سبیل

الکمال واجب ہے۔ پس متابعت بھی علیٰ سبیل الکمال واجب ہوگی اور اس میں گو کسی کو بھی کلام نہیں ہو سکتا محض تجدیداً استحضار کے لیے مختصر طور پر تنبیہہ کر دی گئی اور اسی کی تقویت کے لیے چند روایات بھی ذکر کی جاتی ہیں۔

پہلی روایت : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کوئی شخص مومن نہ ہوگا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اولاد اور تمام آدمیوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں' روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔ (کذا فی المشکوۃ)

ف : یعنی اگر میری مرضیات اور دوسروں کی مرضیات میں تزاحم ہو تو جس کو ترجیح دی جائے اسی کے محبوب تر ہونے کی یہ علامت ہوگی۔

دوسری روایت : امام بخاری رحمہ اللہ نے ایمان و نذور میں عبداللہ بن ہشام سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ آپ میرے نزدیک ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں بجز میرے نفس کے جو میرے پہلو میں ہے (یعنی وہ تو بہت ہی محبوب ہے) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک خود اس کے نفس سے بھی زیادہ اس کو میں محبوب نہ ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی کہ آپ میرے نزدیک میرے اس نفس سے بھی زیادہ محبوب ہیں جو میرے پہلو میں ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بس اب بات ٹھیک ہوئی۔ (کذا فی المواھب)

ف : حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اول محبت بلا اسباب کو محبت بلا اسباب سے اقویٰ سمجھ کر نفس کو مستثنیٰ کیا پھر آپ کے اس ارشاد سے کہ اپنے نفس سے بھی زیادہ محبوب رکھنا ضرور ہے یہ سمجھ گئے کہ اقویٰ ہونے کا مدار کوئی ایسا امر ہے کہ اس کے اعتبار سے کوئی چیز نفس سے بھی زیادہ محبوب ہو سکتی ہے مثلاً یہ کہ آپ کی خوشی کو نفس کی خوشی پر طبعاً مقدم و راجح پایا سو اس حقیقت کے انکشاف کے بعد آپ کی احبیت من النفس کا مشاہدہ کیا اور خبر دی اور مواھب کے مقصد سابع میں دوسرے صحابہ کرام کی بھی حکایتیں محبت کی عجیب و غریب ذکر کی ہیں۔

تیسری روایت : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا میری تمام امت جنت میں داخل ہو گی مگر جس نے میرا کہنا قبول نہ کیا۔ عرض کیا گیا کہ قبول کس نے نہیں کیا؟ فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہو گا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے قبول نہیں کیا' روایت کیا اس کو بخاری نے۔ (کذا فی المشکوٰۃ)

ف : صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اس سوال سے معلوم ہوا کہ یہ اِباء مخصوص بہ کفر نہیں ہے ورنہ اس میں کون سا خفاء تھا پس آپ کے اتباع نہ کرنے کو اباء سے تعبیر فرمایا گیا اس سے متابعت کا وجوب ثابت ہوا۔

چوتھی روایت : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہو گا' روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ (کذا فی المشکوٰۃ)

ف : اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علامت آپ کی محبت کی آپ کی سنت کی محبت ہے اور آپ کی محبت کی فضیلت بھی ثابت ہوئی کہ مفتاح جنت ہے اور جنت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کا بھی موجب ہے۔

پانچویں روایت : حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب پینے کے جرم میں سزا دی پھر وہ ایک دن حاضر کیا گیا پھر آپ نے حکم سزا کا دیا۔ ایک شخص نے مجمع میں سے کہا کہ اے اللہ اس پر لعنت کر کس قدر کثرت سے اس کو (اس مقدمہ میں) لایا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر لعنت مت کرو' واللہ! میرے علم میں یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

ف : اس حدیث سے چند امور ثابت ہوئے۔ ایک بشارت مذنبین کو کہ ان سے اللہ و رسول کی محبت کی نفی نہیں کی گئی۔ دوسرے تنبیہہ مذنبین کو کہ نری محبت سزا سے بچنے میں کام نہ آئی تو کوئی اس ناز میں نہ رہے کہ بس خالی محبت بدون اطاعت کے سزائے جہنم سے بچالے گی البتہ بُعد' بعید من الرحمۃ سے بچا سکتی ہے جیسا کہ نہی عن اللعنت سے معلوم ہوا۔ پس جو سزا آخرت کی اس معصیت پر مرتب ہے یعنی خلود اس سے یہ محبت بچالے گی' بعد سزا کے مغفرت ہو جائے گی۔ تیسرے فضیلت محبت کی جیسا کہ ظاہر

ہے۔ چوتھے تفاوت مراتب محبت کا کہ باوجود ایک عصیان کے اثبات محبت کا حکم فرمایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ متابعت کامل نہ ہونے سے گو کمال محبت کا حکم نہ ہو گا مگر نفس متابعت سے کہ ادنیٰ درجہ اس کا کفر سے نکلنا ہے کوئی درجہ محبت کا ثابت کہا جائے گا۔ پانچویں مومن خواہ کتنا ہی گنہگار ہو مگر اس پر لعنت نہ کرنا چاہیے۔ اس سے عظمت ثابت ہوتی ہے اللہ و رسول کی محبت کی کہ اس کا ایک شمہ بھی گو مقرون بالمعاصی ہو مانع عن اللعنت ہے تو اس کا کامل اور خالص درجہ کیسا موثر ہو گا۔

جرعہ خاک آمیز چوں مجنوں کند
صاف گر باشد ندانم چوں کند

یَاسَائِرًا(۱) نَحْوَ الْحِمٰی بِاللّٰہِ قِفْ فِیْ بَانِہٖ
وَاقْرَأْ طَوَامِیْرَ الْجَوٰی مِنِّیْ عَلٰی سُکَّانِہٖ

اے جانے والے بجانب گیاہ زار کے اللہ کے لیے اس کے باغ درخت باں میں ذرا ٹھہرنا اور میری طرف سے دفاتر غم اس کے رہنے والوں کو پڑھ کر سنانا۔

اِنْ یَّسْئَلُوْا عَنْ حَالَتِیْ فِی السُّقْمِ مُنْذُ فَقَدْتُّھُمْ
فَالْقَلْبُ فِیْ خَفَقَانِہٖ وَالرَّأْسُ فِیْ دَوَرَانِہٖ

اگر وہ میری حالت بیماری کے بارہ میں دریافت کریں جب سے میں ان سے غائب ہوا ہوں پس قلب اپنے خفقان میں ہے اور سر اپنے دوران میں ہے۔

اِنْ فَتَّشُوْا عَنْ دَمْعِ عَیْنِیْ بَعْدَھُمْ قُلْ حَاکِیًا
کَالْغَیْثِ فِیْ تَھْتَانِہٖ وَالْبَحْرِ فِیْ ھَیَجَانِہٖ

اگر وہ میرے اشک چشم کے متعلق اپنے بعد کے زمانہ میں تحقیق کریں تو تو بطور حکایت کے کہنا کہ مثل ابر کے ہے اس کے برسنے میں اور مثل بحر کے ہے اس کے جوش میں۔

لٰکِنَّہٗ مَعَ مَا جَرٰی مَشْغُوْفُ حُبِّ الْمُصْطَفٰی
فَخَیَالُہٗ فِیْ قَلْبِہٖ وَحَدِیْثُہٗ بِلِسَانِہٖ

لیکن وہ محب باوجود اس تمامتر ماجرا کے فریفتہ ہے عشق مصطفیٰ ﷺ کا پس آپ کا خیال اس کے قلب میں ہے اور آپ کا تذکرہ اس کی زبان پر ہے۔

---

(۱) للشیخ عبدالعزیز دھلوی۔

وَلَطَالَمَا يَدْعُوْ مُلِحًّا فِي الدُّعَاءِ مُبَالِغًا
لِيَطُوْفَ فِيْ بُسْتَانِهٖ وَيَشُمَّ مِنْ رَيْحَانِهٖ

اور بہت زمانہ طویل سے دعا کر رہا ہے اور دعا میں الحاح اور مبالغہ کر رہا ہے تاکہ وہ آپ کے باغ میں طواف کرے اور آپ کے ریحان سے خوشبو سونگھے۔

يَامَنْ تَفَوَّقَ اَمْرُهٗ فَوْقَ الْخَلَائِقِ فِي الْعُلَا
حَتّٰى لَقَدْ اَثْنٰى عَلَيْكَ اللّٰهُ فِيْ قُرْاٰنِهٖ

اے وہ ذات پاک جن کا رتبہ تمام خلائق پر بلندی میں فائق ہو گیا یہاں تک کہ آپ پر اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں ثنا فرمائی۔

صَلّٰى عَلَيْكَ اللّٰهُ اٰخِرَ دَهْرِهٖ مُتَفَضِّلًا
مُتَرَحِّمًا وَحَبَالَكَ الْمَوْعُوْدَ مِنْ اِحْسَانِهٖ

اللہ تعالیٰ آپ پر درود نازل فرمائے زمانہ کے اخیر تک تفضل کرتا ہوا اور ترحم فرماتا ہوا اور آپ کو اپنے احسانات موعودہ عطا فرمائے۔

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

فصل نمبر ۳۶

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر واحترام وادب کا واجب ہونا

یہ فصل بھی سابق کے ساتھ ملحق ہے کہ یہ بھی منجملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق عظمت کے ہیں۔ اس باب میں چند آیات و روایات کا نقل کرنا کافی ہے :

آیت اول : سورۂ توبہ میں ہے :

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ۔

آیت دوم : سورۂ نور میں ارشاد ہے :

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ

لَمْ یَذْهَبُوْا حَتّٰی یَسْتَاْذِنُوْهُ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ○ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔

آیت سوم : سورۂ احزاب میں ارشاد ہے :

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمًا○ ..... اِلٰی قوله تعالٰی ..... اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا○

آیت چہارم : سورۂ فتح میں ہے :

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا○

آیت پنجم : سورۂ حجرات میں ہے :

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ○ ..... اِلٰی قوله تعالٰی ..... وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ○

حاصل ان آیات کا یہ ہے کہ :

نمبر---۱ : مدینہ کے رہنے والوں کو اور جو دیہاتی ان کے گرد و پیش میں رہتے ہیں ان کو یہ زیبا نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نہ دیں اور نہ یہ زیبا تھا کہ اپنی جان کو ان کی جان سے عزیز سمجھیں۔

نمبر--- ۲ : بس مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور جب رسول کے پاس کسی ایسے کام پر ہوتے ہیں جس کے لیے مجمع کیا گیا ہے اور اتفاقاً وہاں سے جانے کی ضرورت پڑتی ہے تو جب تک آپ سے اجازت نہ لیں اور آپ اس پر اجازت نہ دے دیں مجلس سے اٹھ کر نہیں جاتے۔ اے پیغمبر جو لوگ آپ سے ایسے مواقع پر اجازت لیتے ہیں بس وہی اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں تو جب یہ اہل ایمان لوگ ایسے مواقع پر اپنے کسی ضروری کام کے لیے آپ سے جانے کی اجازت

طلب کریں تو ان میں سے آپ جس کے لیے مناسب سمجھ کر اجازت دینا چاہیں اجازت دے دیا کریں اور اجازت دے کر بھی آپ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کیا کیجئے بلاشبہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ تم لوگ رسول اللہ ﷺ کے بلانے کو جب وہ کسی ضرورت اسلامیہ کے لیے تم کو جمع کریں ایسا معمولی بلانا مت سمجھو جیسا تم میں ایک دوسرے کو بلا لیتا ہے کہ چاہے آیا یا نہ آیا پھر آ کر بھی جب تک چاہا بیٹھا جب چاہا اٹھ کر بغیر اجازت لیے چل دیا۔

نمبر--- ۳ : اور (حرمت ایذاء نبوی صرف فضول جم کر بیٹھ جانے ہی کی صورت میں منحصر نہیں بلکہ علی الاطلاق حکم ہے کہ) تم کو (کسی امر میں) جائز نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو کلفت پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ تم آپ کے بعد آپ کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کرو یہ اللہ کے نزدیک بڑی بھاری معصیت کی بات ہے (اور جس طرح یہ نکاح ناجائز ہے ایسے ہی اس کا زبان سے ذکر کرنا یا دل میں ارادہ کرنا سب گناہ ہے سو) اگر تم اس کے متعلق کسی چیز کو زبان سے ظاہر کرو گے یا اس کے ارادہ کو دل میں پوشیدہ رکھو گے تو اللہ تعالیٰ (کو دونوں کی خبر ہو گی کیونکہ وہ) ہر چیز کو خوب جانتے ہیں (پس تم کو اس پر سزا دیں گے اور ہم نے جو اوپر حجاب کا حکم دیا ہے اس سے بعض مستثنیٰ بھی ہیں جس کا بیان یہ ہے کہ) پیغمبر کی بیویوں پر اپنے باپوں کے سامنے ہونے کے بارہ میں کوئی گناہ نہیں اور نہ اپنے بیٹوں کے یعنی جس کے بیٹا ہو اور نہ اپنے بھائیوں کے اور نہ اپنے بھتیجوں کے اور نہ اپنے بھانجوں کے اور نہ اپنی دینی شریک عورتوں کے اور نہ اپنی لونڈیوں کے (یعنی ان کے سامنے آنا جائز ہے) اور اے پیغمبر کی بیویو (ان احکام مذکورہ کے امتثال میں) اللہ سے ڈرتی رہو (کسی حکم کے خلاف نہ ہونے پائے) بیشک اللہ ہر چیز پر حاضر ناظر ہے (یعنی اس سے کوئی امر مخفی نہیں پس خلاف میں احتمال سزا کا ہے) بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر ﷺ پر اے ایمان والو تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو (تاکہ آپ کا حق عظمت جو تمہارے ذمہ ہے ادا ہو) بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو قصداً ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

نمبر--- ۴ : اے محمد ﷺ ہم نے آپ کو اعمال امت پر قیامت کے دن گواہی دینے والا

عموماً اور دنیا میں خصوصاً مسلمانوں کے لیے بشارت دینے والا اور کافروں کے لیے ڈرانے والا کر کے بھیجا ہے اور اے مسلمانو! ہم نے ان کو اس لیے رسول بنا کر بھیجا ہے تاکہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کے دین کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو (عقیدۃً بھی کہ اللہ تعالیٰ کو موصوف بالکمالات منزہ عن النقائص سمجھو اور عملاً بھی کہ اطاعت کرو) اور صبح شام اس کی تسبیح و تقدیس میں لگے رہو۔

نمبر--- ۵ : اے ایمان والو! اللہ و رسول کی اجازت سے پہلے تم کسی قول یا فعل میں سبقت مت کیا کرو (یعنی جب تک قرائن قویہ یا تصریح سے اذن گفتگو کا نہ ہو گفتگو مت کرو) اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ تعالیٰ (تمہارے سب اقوال کو) سننے والا (اور تمہارے افعال کو) جاننے والا ہے (اور) اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں پیغمبر ﷺ کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور نہ ان سے ایسے کھل کر بولا کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہو (یعنی نہ بلند آواز سے بولو جب کہ آپ کے سامنے بات کرنا ہو گو باہم ہی مخاطبت ہو اور نہ برابر کی آواز سے جب کہ خود آپ سے مخاطبت کرو) کبھی تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو (اس کا مطلب یہ ہے کہ رفع صوت کہ صورۃً بیباکی ہے اور جهر کجهر ما بينهم کہ گستاخی ہے طبعاً بوجہ اس کے تابع قالاً و حالاً مدعی التزام ادب متبوع ہوتا ہے اور اس میں اس التزام کا ترک ہے ناگوار اور موجب تاذی ہو سکتا ہے اور تاذی رسول کی موجب حبط عمل ہے اور گو اور معاصی موجب حبط نہیں ہوتے لیکن یہ اس عام میں سے مخصوص ہے۔

البتہ بعض اوقات جب کہ طبیعت زیادہ منبسط ہو یہ امور ناگوار نہیں ہوتے اس وقت بوجہ عدم تحقق ایذا یہ امور موجب حبط نہیں ہوتے مگر چونکہ تاذی سامع کا تحقق بعض اوقات متکلم کو معلوم نہیں ہوتا اور اس بناء پر ممکن ہے کہ تاذی ہو جائے اور اس سے حبط بھی ہو جائے اور متکلم اس گمان میں رہے کہ تاذی نہیں ہوئی پس حبط کی بھی خبر نہ ہو لَا تَشْعُرُوْنَ کے یہی معنی ہیں اور اسی وجہ سے مطلق رفع صوت و جہر بالقول کو منہی عنہ ٹھہرایا کہ گو اس کے بعض افراد موجب تاذی نہ ہوں گے لیکن اس کی تعیین کیسے ہو گی لہٰذا مطلقاً تمام افراد کو ترک کر دینا چاہیے تو یہ ترہیب تھی رفع صوت پر' آگے ترغیب ہے خفض (صوت کی کہ) بیشک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے

پست رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے خالص کر دیا ہے (یعنی ان کے قلوب میں غیر تقویٰ نہیں ہے مطلب یہ کہ متقی کامل ہیں۔

مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس باب خاص میں وہ کمال تقویٰ کے ساتھ موصوف ہیں کیونکہ کمال تقویٰ یہ ہے حسب حدیث مرفوع ترمذی لا یبلغ العبد ان یکون من المتقین حتٰی یدع مالا بأس به حذرًا لما به بأس اور رفع صوت کی ایک فرد فی نفسہ غیر ذی بأس ہے جس میں تاذی نہ ہو اور ایک فرد ذی بأس ہے جس میں تاذی ہو جب انہوں نے مطلقاً رفع صوت کو ترک کر دیا تو ذی بأس کے حذر سے غیر ذی بأس ترک کر دیا پس کمال تقویٰ متحقق ہو گیا اور فی نفسہ کی قید اس لیے لگائی کہ بعد نہی کے پھر تو دونوں فردیں ذی بأس میں آگے ان کے عمل کا ثمرہ اخروہ مذکور ہے کہ) ان لوگوں کے لیے مغفرت اور اجر عظیم ہے جو لوگ حجروں کے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں ان میں اکثروں کو عقل نہیں ہے ورنہ آپ کا ادب کرتے اور ایسی جرأت نہ کرتے اور اگر یہ لوگ ذرا صبر و انتظار کرتے یہاں تک کہ آپ خود باہر ان کے پاس آجاتے تو یہ ان کے لیے بہتر ہوتا (کیونکہ یہ ادب کی بات تھی) اور (یہ لوگ اگر اب بھی توبہ کر لیں تو معاف ہو جائے کیونکہ) اللہ غفور رحیم ہے۔

پہلی روایت : سنن ابوداؤد کتاب الحدود میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک نابینا کی ایک ام ولد تھی جو جناب پیغمبر ﷺ کی شان میں بیہودہ حکایت کہا کرتی اور گستاخی کیا کرتی۔ وہ نابینا منع کرتا' وہ باز نہ آتی وہ اس کو ڈانٹتا مگر وہ نہ مانتی۔ ایک شب اسی طرح اس نے کچھ بکنا شروع کیا' نابینا نے ایک چھرا لے کر اس کے پیٹ پر رکھ کر بوجھ دے دیا اور اس کو ہلاک کر ڈالا۔ صبح کو اس کی تحقیقات ہوئی' اس نابینا نے حضور ﷺ کے سامنے اس کا اقرار کیا اور تمام قصہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا سب گواہ رہو کہ اس کا خون رائیگاں ہے (یعنی قصاص وغیرہ نہ لیا جائے گا)۔

ف : ان صحابی کا جوش محبت و ادب کس قدر ثابت ہوتا ہے اور اس سے حنفیہ کے اس مسئلہ پر شبہ نہیں ہو سکتا کہ سب نبی موجب نقض عہد نہیں ہے کیونکہ عدم نقض عہد سے عدم جواز قتل لازم نہیں آتا۔ یہ قتل سیاسةً و زجرًا ہے کہ اعلانیہ ایسے کلمات کا کہنا کہ اس کافر کے مذہب میں بھی داخل نہیں پھر بار بار کہنا جو دلیل ہے تمرد و استخفاف

اسلام کی بلاشبہ موجب زجر بالقتل ہے۔

دوسری روایت : امام بخاری نے کتاب الشروط میں قصہ حدیبیہ کی ایک طویل حدیث نقل کی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ عروہ بن مسعود رئیس مکہ نے آپ کی مجلس شریف سے مکہ واپس جا کر لوگوں سے بیان کیا کہ اے میری قوم واللہ! میں بادشاہوں کے پاس گیا ہوں اور قیصرو کسریٰ و نجاشی کے پاس گیا ہوں۔ واللہ! میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے مصاحب اس کی اس قدر تعظیم کرتے ہوں جس قدر صحابہ محمد (ﷺ) کی تعظیم کرتے ہیں۔ واللہ! جب کھنکار (تھوک) پھینکتے ہیں تو وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ میں پہنچتی ہے اور وہ اس کو اپنے چہرہ اور بدن پر مل لیتا ہے اور جب آپ ان کو کوئی حکم دیتے ہیں تو وہ آپ کے حکم کی طرف دوڑتے ہیں اور جب آپ وضو کرتے ہیں تو ان لوگوں کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ وضو کا پانی لینے کے لیے گویا اب لڑ پڑیں گے اور جب آپ کلام فرماتے ہیں تو وہ لوگ اپنی آوازوں کو آپ کے سامنے پست کر لیتے ہیں اور وہ لوگ آپ کی طرف تیز نگاہ سے دیکھتے تک نہیں' الحدیث۔

ف : اس سے جو کچھ آداب صحابہ کرام کے ثابت ہوتے ہیں' ظاہر ہے۔

تیسری روایت : مشکوۃ میں بروایت امام احمد' براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ میں گئے اور قبر تک پہنچے ہنوز مردہ لحد میں نہیں رکھا گیا تھا (کچھ دیر ہو گئی) آپ بیٹھ گئے اور ہم آپ کے گرداگرد اس طرح بیٹھ گئے کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے تھے (یعنی نہایت سکون و سکوت کے ساتھ)۔

ف : صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اسی طرح بیٹھنے کا معمول تھا' اس سے غایت ادب ظاہر ہے اور بے شمار روایات اس باب میں وارد ہیں۔ علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ آداب بعد حیات بھی باقی ہیں۔ چنانچہ مواہب میں ہے کہ جب آپ ﷺ کی صوت پر صوت کا بلند کرنا موجب حبط اعمال ہے تو اپنی آراء و ہواء کے آپ کی سنت اور حکم پر بڑھانے کی نسبت کیا گمان کرتے ہو اور جب آپ ﷺ کی مجلس سے بلا اذن جانا جائز نہیں تو آپ کی تفاصیل دین سے دوسری طرف جانا کیسے جائز ہو گا اور دوسرے علماء نے لکھا ہے کہ جس طرح حضور ﷺ کے سامنے رفع صوت جائز نہ تھا اسی طرح آپ کے کلام کے درس اور احکام کی نقل کے وقت بھی رفع صوت حاضرین

و سامعین کے لیے خلاف ادب ہے اور اسی طرح محل جسد شریف کے قریب بھی۔

مواہب میں ایک حکایت نقل کی ہے کہ امیر المومنین ابو جعفر نے امام مالک سے کسی مسئلہ میں مسجد نبوی میں گفتگو کی تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے امیر المومنین تم کو کیا ہوا اس مسجد میں آواز مت بلند کرو کہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام وفات کے بعد وہی ہے جو حالت حیات میں تھا' سو ابو جعفر دب گیا۔ اس کی تائید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے جو آپ نے دو شخص اہل طائف کو فرمایا تھا کہ تم مسجد رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی آواز بلند کرتے ہو' روایت کیا اس کو بخاری نے۔ (کذا فی المشکٰوۃ باب المساجد)

پس آپ کے نام کی' قرب مقام کی' کلام کی' احکام کی سب کی تعظیم واجب ہے اور منجملہ انہی تعظیم احکام کے یہ ہے کہ تعظیم ظاہری میں حدود شرعیہ سے تجاوز نہ ہو یعنی مثلاً کسی اور نبی کی یا حضرت حق تعالیٰ کی بے ادبی نہ ہونے لگے۔ چنانچہ چوتھی' پانچویں روایت سے ظاہر ہے۔

چوتھی روایت : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک یہودی اور مسلمان کے جھگڑے کے قصہ میں روایت ہے کہ مسلمان نے اپنی قسم میں کہا کہ قسم اس ذات کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عالم پر برگزیدہ بنایا۔ یہودی نے کہا کہ قسم اس ذات کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام عالم پر برگزیدہ بنایا۔ مسلمان نے اس وقت ہاتھ اٹھا کر ایک طمانچہ یہودی کے منہ پر مارا۔ یہودی نے جا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان سے تحقیق فرمایا' اس نے یہ قصہ عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھ کو موسیٰ (علیہ السلام) پر (ایسی) فضیلت مت دو (جس میں ان کی بے ادبی کا شائبہ ہو جیسا کہ تفاضل میں لڑائی جھگڑے تک نوبت پہنچ جانے سے اس کا شبہ واقع ہو سکتا ہے) روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔ (کذا فی المشکٰوۃ)

پانچویں روایت : حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ جانیں مصیبت میں آگئیں اور بال بچے بھوکے مرنے لگے اور اموال تباہ ہونے لگے اور مواشی ہلاک ہونے لگے (یعنی قحط کے سبب) سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے بارش کی دعا کیجئے' ہم آپ کو اللہ کے نزدیک شفیع لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو آپ کے نزدیک شفیع لاتے ہیں' سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(اس کلمہ سے نہایت مضطرب ہوئے اور) سبحان اللہ سبحان اللہ فرمانے لگے اور اس قدر مکرر سہ کرر تسبیح فرمائی کہ اس کا اثر صحابہ کرام کے چہروں میں دیکھا گیا پھر فرمایا کہ کم بختی مارے اللہ تعالیٰ کو کسی کے نزدیک سفارشی نہیں لایا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بہت زیادہ عظیم ہے' الحدیث روایت کیا اس کو ابوداوٗد نے۔ (کذا فی المشکوٰۃ)

ف : گو شفیع گاہے عظیم بھی ہوتا ہے جیسا حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ نے درباره مغیث ﷺ کے فرمایا کہ میں حکم نہیں کرتا شفاعت کرتا ہوں لیکن لوازم شفاعت سے یہ ہے کہ شفیع اس حاجت کے پورا کرنے سے خود عاجز اور جس سے سفارش کرتا ہے اس کا محتاج ہوتا ہے اور عجز و احتیاج کا احتمال بھی اللہ تعالیٰ کی ذات میں محال ہے پس چونکہ اس عنوان میں اگرچہ تعظیم نبوی اعلیٰ درجہ کی ہے مگر بوجہ سوء ادب کے حضرت حق کی شان میں آپ پر کس قدر گراں گذرا اور کس اہتمام سے آپ نے اس سے روکا۔

مِنَ الْقَصِيْدَةِ

اَكْرِمْ بِخَلْقِ نَبِيٍّ زَانَهٗ خُلُقٌ ۔۔۔ بِالْحُسْنِ مُشْتَمِلٍ بِالْبِشْرِ مُتَّسِمِ

كَالزَّهْرِ فِيْ تَرَفٍ وَالْبَدْرِ فِيْ شَرَفٍ ۔۔۔ وَالْبَحْرِ فِيْ كَرَمٍ وَالدَّهْرِ فِيْ هِمَمِ

كَاَنَّهٗ وَهُوَ فَرْدٌ فِيْ جَلَالَتِهٖ ۔۔۔ فِيْ عَسْكَرٍ حِيْنَ تَلْقَاهُ وَفِيْ حَشَمِ

كَاَنَّمَا اللُّؤْلُؤُ الْمَكْنُوْنُ فِيْ صَدَفٍ ۔۔۔ مِنْ مَّعْدِنَيْ مَنْطِقٍ مِّنْهُ وَمُبْتَسَمِ

(ترجمہ) (۱) کیا عمدہ ہے سرشت و صورت حضرت کی جس کو آپ کے خلق عظیم نے زینت دی ہے ایسے حال میں کہ وہ سرتاپا جامہ حسن میں لپٹی ہوئی ہے اور تازہ روئی اور کشادہ پیشانی سے متصف و نشان مند ہے۔ (۲) ذات عالی صفات لطافت و نظافت میں مثل شگوفہ کے ہے اور مثل ماہ چہار دہم کے علو بزرگی میں اور مانند سمندر کے عموم فیض و نفع رسانی خلائق میں اور مانند زمانہ کے ہمتوں میں۔ (۳) آپ کی یہ شان ہے کہ آپ اگر تنہا بھی ہوں تو ملاقات کے وقت بوجہ اپنی جلالت و عظمت کے ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا آپ ایک بڑے حشم و خدم میں ہیں۔ (۴) گویا موتی جو اپنی صدف میں پنہاں ہے

اور اب تک باہر آکر دستمال نہیں ہوا اپنی چمک اور دمک میں ان گوہروں کے مشابہ ہے جو اُن دو کانوں سے نکلا ہو جن میں ایک کان زبان مبارک ہے یعنی کلام بلاغت انتظام اور دوسری دولب شریف و دندان درخشاں خلاصہ یہ کہ وہ موتی جو ہنوز صدف سے نہیں نکلا وہ کمال صفائی و چمک میں آپ کے کلام اور دنداں سے مشابہ ہے گو ان کی صفائی کو نہیں پہنچ سکتا (ان سب اوصاف سے آپ کا معظم صورۃً و معنیً ہونا ثابت ہے اور یہ مقتضی ہے کمال محترم و واجب التوقیر ہونے کو)۔ (عطر الوردہ)

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

فصل نمبر ۳

رسول اللہ ﷺ پر درود شریف بھیجنے کی فضیلت

یہ بھی فصلیں سابقین کے ساتھ ملحق ہے کیونکہ یہ بھی منجملہ آپ کے حقوق و آداب کے ہے۔ اس باب میں بھی چند روایات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

پہلی روایت : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس سے دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور اس کے دس درجے بلند ہوتے ہیں۔ (روایت کیا اس کو نسائی نے)

دوسری روایت : حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن میرے ساتھ سب آدمیوں سے زیادہ قرب رکھنے والا وہ ہوگا جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجتا ہو۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

تیسری روایت : نیز ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سے ملائکہ زمین میں سیاحت کیا کرتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھ کو پہنچاتے ہیں۔ (روایت کیا اس کو نسائی اور دارمی نے)

چوتھی روایت : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص ذلیل و خوار ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

ف : اس حدیث سے محققین نے کہا کہ آپ کا نام مبارک سن کر اول بار درود پڑھنا واجب ہے پھر مکرر اسی مجلس میں اگر ذکر ہو تو مستحب ہے۔

پانچویں روایت : حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں آپ پر درود کثرت سے بھیجتا ہوں سو (یہ بتلا دیجئے کہ) کس قدر درود معمول رکھوں (مطلب یہ کہ بقیہ اوراد سے درود کی کیا نسبت رکھوں) آپ ﷺ نے فرمایا جس قدر چاہو۔ میں نے عرض کیا کہ ایک ربع (یعنی مثلاً کل وقت وظیفہ کا تین گھنٹہ ہوں تو پون گھنٹہ درود کے لیے رکھوں) آپ نے فرمایا جو چاہو اور اگر بڑھا لو تو وہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا کہ نصف (مثلاً مثال مذکور میں ڈیڑھ گھنٹہ) آپ نے فرمایا جو چاہو اور اگر اور بڑھا لو تو تمہارے لیے اور بھی بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا کہ دو ثلث (مثلاً مثال مذکور میں دو گھنٹہ) آپ نے فرمایا کہ جو چاہو اور اگر اور زیادہ کر لو اور بھی بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا میں تمام وظیفہ درود ہی کو کر لوں گا (یعنی پورے تین گھنٹہ یہی پڑھا کروں گا) آپ نے فرمایا تو اس صورت میں تمہارے تمام افکار کی کفایت کی جائے گی اور تمہارا گناہ معاف کیا جائے گا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

ف : اس سے درود شریف کا افضل الاوراد ہونا ظاہر ہے۔

چھٹی روایت : ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا کہ آپ کے رب کا ارشاد ہے کہ آپ پر جو شخص درود بھیجے گا میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں گا اور جو شخص سلام بھیجے گا اس پر دس سلام بھیجوں گا۔ (روایت کیا اس کو نسائی اور دارمی نے)

ف : اس سے معلوم ہوا کہ اگر درود شریف کے کسی صیغہ میں صلوٰۃ و سلام دونوں ہوں تو اس کے ایک بار پڑھنے سے بیس عنایتیں حق تعالیٰ کی ہوتی ہیں مثلاً اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

ساتویں روایت : حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا

کہ دعا معلق رہتی ہے درمیان آسمان و زمین کے اس میں سے کچھ بھی (مقام قبول تک) نہیں پہنچتی جب تک کہ اپنے نبی پر درود نہ پڑھو۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

ف : چونکہ یہ امر مدرک بالقیاس نہیں ہے اس لیے حکم مرفوع میں ہے یہ سب احادیث مشکوۃ میں ہیں اور اس باب میں احقر کا رسالہ زاد السعید مختصر اور جامع ہے۔ بعد بیان فضیلت کے بمقتضا نے وارد قلبی اس کی بعض حکمتیں لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

حکمت اول : جناب رسول اللہ ﷺ کے احسانات امت پر بے شمار ہیں کہ صرف تبلیغ مامور بہ ہی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ ان کی اصلاح کے لیے تدبیریں سوچیں' ان کے لیے رات رات بھر کھڑے ہو کر دعائیں کیں' ان کے احتمال مضرت سے دلگیر ہوئے اور تبلیغ گو مامور بہ تھی لیکن تاہم اس میں واسطہ نعمت تو ہوئے بہرحال آپ محسن بھی ہیں اور واسطہ احسان بھی پس اس حالت میں مقتضا فطرت سلیمہ کا یہ ہوتا ہے کہ ایسی ذات کے واسطے دعائیں نکلتی ہیں خصوصا جب کہ مکافاۃ بالمثل نہ ہو سکے اور ہمارا عاجز ہونا اس مکافات سے ظاہر ہے کیونکہ ان نعماء کا افاضہ غیر نبی سے نبی پر محالات سے ہے اور دعاء رحمت سے بڑھ کر کوئی دعا نہیں اور اس میں بھی رحمت خاصہ کاملہ کی دعا جو کہ مفہوم ہے درود کا اس لیے شریعت نے اسی فطرۃ سلیمہ کے مطابق درود شریف کا امر کہیں وجوبا کہیں استحبابا فرمایا۔ (ونحوہ فی المواھب)

حکمت دوم : چونکہ آپ حق تعالیٰ کے محبوب ہیں اور محبوب کے لیے کسی خیر کی درخواست کرنا گو محبوب کو بوجہ اس کے کہ جس سے درخواست کی جائے وہ خود بوجہ محبت کے وہ خیر اس محبوب کو پہنچاوے گا۔ اس خیر کے ملنے میں اس درخواست کی حاجت ہی نہ ہو لیکن ایسی درخواست کرنا خود سبب ہوتا ہے اس درخواست کرنے والے کے تقرب کا پس درود شریف میں چونکہ درخواست رحمت ہے محبوب حق کے لیے اس لیے یہ ذریعہ ہو جائے گا خود اس شخص کو حق تعالیٰ کی رضا و قرب میسر ہونے کا۔ (ونحوہ فی المواھب)

حکمت سوم : نیز اس درخواست میں اظہار ہے آپ کے شرف خاص عبدیت کاملہ کا کہ رحمت الٰہی کی آپ کو بھی ضرورت ہے۔ (وھذا من سوانح الوقت)

حکمت چہارم : چونکہ آپ بھی بشریت میں مادیت میں عنصریت میں امت کے ساتھ شریک ہیں اور بعض امور زائدہ مثل کثرۃ مال وغیرہ میں اوروں کے ساتھ مساوی بھی نہیں اور یہ اشتراک اور عدم مساواۃ بسا اوقات منجر ہو جاتا ہے استنکاف کی طرف اعتقاد عظمت و اتباع ملت سے جیسا امم ضالہ کو پیش آیا کہ :

بعض نے یوں کہا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَیْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ۔ اور بعض نے کہا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ اِنَّآ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ۔ کسی نے کہا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ۔

اس لیے درود شریف میں اس کا پورا علاج ہے کیونکہ اس میں دعا ہے رحمت خاصہ کی تو اس سے استحضار ہوا اس کا کہ آپ رحمت خاصہ کے مستحق ہونے میں سب سے ممتاز ہیں تو اس اشتراک کے ساتھ اس امتیاز کو بھی تو دیکھو جس کے سامنے دوسروں کا امتیاز مالی وغیرہ گرد ہے اور نیز اس میں حکمت اول کے لحاظ سے استحضار ہے اس کا کہ ہم لوگ آپ کے ممنون ہیں اور عظمت و منت کا استحضار رافع ہوتا ہے استنکاف کا بالخصوص جب نام مبارک کے قبل لفظ سیدنا و مولانا وغیرہ بھی بڑھایا جائے اور نام مبارک کے بعد ایسے صفات بڑھائے جائیں جن میں تصریح ہو آپ کے جدوجہد کی اشاعت دین کے لیے جو اعظم احسانات ہے ہم پر اور اس رفع استنکاف سے افتقار و انکسار حادث ہو گا جو کہ اعظم مقامات مقصودہ سے ہے۔ خصوص اس[1] محل میں جس کے معظم ہونے کا نصوص میں اہتمام کیا گیا ہو جیسے مقبولان الٰہی بالخصوص حضرات انبیاء علیہم السلام پھر خصوص سرور انبیاء ﷺ کہ آپ کی طرف افتقار کا استحضار عین مرضی حق اور آپ سے اباء و استغناء بغایت نامرضی ہے کما قال اللہ تعالیٰ :

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ وقال اللہ تعالٰی لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔

---

(1) یعنی خصوص ایسے بزرگ کے مقابلہ میں افتقار جو کہ نصوص میں معظم کیے گئے ہوں اور خصوص اس لیے کہا کہ افتقار فی نفسہ بھی محمود ہے۔

حکمت پنجم : بعض طبائع میں غلبہ مذاق توحید کے سبب وسائط کے ساتھ کہ ان وسائط میں انبیاء بھی ہیں دل زیادہ آویختہ نہیں ہوتا گو بعد حصول قدر واجب اعتقاد و انقیاد رسول اللہ ﷺ کی اس زیادت کا انتفاء مضر نہیں جیسا کہ مواہب کے مقصد سابع میں امام قشیری سے ابو سعید خراز کی حکایت نقل کی ہے کہ انہوں نے خواب میں جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھ کو معذور رکھئے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت مجھ کو آپ کی محبت میں مشغول نہیں ہونے دیتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے مبارک جو شخص حق تعالیٰ سے محبت کرتا ہے وہ مجھی سے محبت کرتا ہے (کیونکہ یہ تو وہ جانتا ہی ہے کہ میرے ہی توسط سے تو یہ بات نصیب ہوئی اور اس جاننے کے بعد ممکن نہیں کہ واسطہ سے محبت نہ ہو گو التفات نہ ہو سو امر ضروری محبت ہے نہ کہ التفات دائم)۔ اور بعض نے کہا ہے کہ یہ واقعہ ایک انصاری عورت کو سرکار نبوی ﷺ کے ساتھ جاگتے میں پیش آیا تھا۔

لیکن کمال حال یہ ہے کہ جس واسطہ کی طرف اسی واحد حقیقی نے التفات کرنے کو اپنی رضا کا ذریعہ فرمایا ہے اس کی طرف التفات کرنے کو ذوقاً بھی شاغل عن التوحید نہ سمجھے بلکہ تکمیل توحید جانے جیسا کوئی اپنے معشوق کے پاس جانا چاہے اور وہ معشوق اپنا ایک مقرب خاص اس کے پاس بھیج دے کہ اس کو اپنے ہمراہ لے آئے۔ تو قضیہ عقل یہ ہے کہ جس قدر اپنے محبوب کی مقصودیۃ حقیقیہ اس کے دل میں بسی ہوگی اسی قدر ہر قدم پر اس موصل الی المقصود کے قدم اور زبان پر اس کی توجہ ہوگی کیونکہ اس میں کمی ہونے سے خود وصول الی المقصود ہی مشکوک ہو جائے گا جس کو یہ ناگوار اور محبوب بالذات کی مقصودیۃ حقیقیہ کے خلاف سمجھے گا اسی طرح جب اس عاشق کو معلوم ہو گا کہ میں جس قدر اس کا اکرام و مداراۃ و خدمت کروں گا میرا محبوب اسی قدر زیادہ خوش ہوگا تو وہ اور بھی اس میں مشغول رہے گا اور یہ شغل مانع عن الاشتغال بالمحبوب نہ ہو گا بلکہ اس اشتغال میں اور زیادہ معین ہو گا۔

جس طرح اس مثال میں جس درجہ کی مقصودیت محبوب بالذات کی اس محب کی نظر میں ہوگی اسی درجہ کا التفات موصل کی حرکت و سکون پر ہو گا اسی طرح حضور ﷺ کی طرف جس قدر التفات ہو وہ عین علامت ہوگی واحد تعالیٰ کے مطلوب و ملتفت الیہ ہونے

کی۔ پس دونوں التفاتوں میں تزاحم نہ ہوا بلکہ تلازم ہوا۔ پس اس ذوقی نقص کے رفع کرنے کے لیے درود شریف مشروع ہوا۔ گویا صلوا علیہ وسلموا تسلیما میں حکم ہوا کہ اس واسطہ کی طرف توجہ بالاحترام کرنے سے ہم خوش ہوتے ہیں پس اگر کوئی ہمارا اور ہماری رضا کا طالب ہے تو اس واسطہ کی طرف توجہ بالاحترام کرے اور اس کو اشتغال بالغیر نہ سمجھے کیونکہ اشتغال بالغیر بالمعنی الاعم منافی توحید نہیں بلکہ اشتغال بالغیر بایں معنی کہ وہ غیر حاجب ہو مقصود سے منافی توحید ہے اور جو غیر کہ خود موصل ہو اس کی طرف توجہ کرنا تو لوازم توحید سے ہے کہ بدون اس کے توحید ہی تک وصول نہیں ہوتا۔ (وھاتان الحکمتان[1] من سوانح سائف الوقت)

فائدہ' فقہیہ متعلقہ ادب درود شریف : ردالمحتار میں ہندیہ سے نقل کیا ہے کہ تاجر کا کپڑا کھولنے کے وقت اس غرض سے تسبیح یا درود پڑھنا کہ خریدار کو کپڑے کی عمدگی جتلانا مقصود ہے یا چوکیدار جگانے کے لیے ایسا کرے اسی طرح کسی بڑے آدمی کے آنے کے وقت اس غرض سے درود پڑھنا کہ لوگوں کو اس کے آنے کی اطلاع ہو جائے تو لوگ کھڑے ہو جائیں یا اس کے لیے جگہ کر دیں یہ سب مکروہ ہے اور درمختار میں اس کو حرام کہا ہے۔ ردالمحتار میں حرام کی تفسیر مکروہ تحریمی سے کی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ درود شریف عبادت ہے اور عبادت کو امر شرعی کے موافق کرنا چاہیے اور ان اغراض کے لیے اس کا پڑھنا قواعد شرع کے خلاف ہے اس لیے ممنوع ہوگا اور ادب کے بھی خلاف ہے کہ اغراض خسیسہ کا آلہ ایسے امر شریف کو بنایا۔

لبعض العشاق

صَلِّ یَارَبِّ عَلٰی رَأْسِ فَرِیْقِ النَّاسِ ‏ مِنْهُ لِلْخَلْقِ اَمَانٌ بِزَمَانِ الْبَاسِ

صَلِّ یَارَبِّ عَلٰی مَنْ هُوَ فِیْ حَرِّ غَدٍ ‏ کُلَّ مَنْ یَّظْمَأُ یَسْقِیْهِ رَحِیْقَ الْکَاْسِ

صَلِّ یَارَبِّ عَلٰی مَنْ بِرَجَاءِ الْکَرَمِ ‏ خَصَّ مَنْ جَآءَ اِلَیْهِ لِعُمُوْمِ النَّاسِ

صَلِّ یَارَبِّ عَلٰی مُؤْنِسِ کُلِّ الْبَشَرِ ‏ مُبْدِلِ الْوَحْشَةِ فِی الْقَبْرِ بِاسْتِیْنَاسِ

---

[1] وهو الذی عبرت عنه فی الخطبة بالعلم العظیم وقد ضاق اللفظ عن اداء ذاک المعنی والذی فی القلب اوسع و اوقع ولله الحمد ولا فخر۔

صَلِّ یَارَبِّ عَلٰی رُوْحِ رَئِیْسِ الرُّسُلِ نَقْتَدِیْ نَحْنُ عَلٰی اَرْجُلِهٖ بِالرَّأْسِ

(ترجمہ) (۱) رحمت بھیج اے پروردگار آدمیوں کے گروہ کے سردار پر جن سے خلقت کو امن ہے زمانہ شدت میں۔ (۲) رحمت بھیج اے پروردگار اس ذات پر کہ قیامت کی گرمی میں جو پیاسا ہو گا وہ اس کو شراب (طہور) پیالہ کی پلائیں گے۔ (۳) رحمت بھیج اے پروردگار اس ذات پر جنہوں نے امید کرم کے ساتھ خاص فرمایا ہر شخص کو جو آپ کے پاس حاضر ہوا عام لوگوں کے لیے۔ (۴) رحمت بھیج اے پروردگار تمام لوگوں کے مونس پر جو وحشت کو قبر میں مبدل بہ انس کرنے والے ہیں۔ (۵) رحمت بھیج اے پروردگار رئیس الرسل کی روح پر جن کے قدموں پر ہم چلتے ہیں سر کے بل۔

فصل نمبر ۳۸

دعا کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ توسل حاصل کرنا

گو جس طرح درود شریف قربت مقصودہ ہے یہ توسل قربت مقصودہ نہیں مگر صرف ایک خاصیت میں درود شریف کا ہم اثر ہے کہ دونوں سبب [۱] ہیں دعا کے اقرب الی الاجابتہ ہونے کے اسی لیے بعد درود شریف کے اس کا ذکر مستحسن معلوم ہوا اور گو بعض نے اس مسئلہ میں کچھ خلاف بھی کیا ہے مگر مسلک جمہور کا اس کا جواز ہے جب کہ حدود شرعیہ کو محفوظ رکھے' اسی لیے مذہب منصور یہی ہوا۔

پہلی روایت : سنن ابن ماجہ باب صلوٰۃ الحاجۃ میں عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نابینا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ دعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھ کو عافیت دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو چاہے اس کو ملتوی رکھوں اور یہ زیادہ بہتر ہے اور اگر تو چاہے تو دعا کر دوں۔ اس نے عرض کیا کہ دعا ہی کر دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حکم دیا کہ وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت پڑھے اور

---

(۱) درود شریف کا یہ اثر فصل سابق کی ساتویں روایت میں اور بہت احادیث میں مذکور ہے اور توسل کا یہ اثر دوسری فصل کی دوسری روایت میں اور بھی متعدد روایات میں مذکور ہوا۔

یہ دعا کرے اے اللہ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں اور آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں بوسیلہ محمد (ﷺ) نبی رحمت کے' اے محمد (ﷺ) میں آپ کے وسیلہ سے اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں تاکہ وہ پوری ہو' اے اللہ آپ کی شفاعت میرے حق میں قبول کیجئے۔

ف : اس سے توسل صراحتاً ثابت ہوا اور چونکہ آپ کا اس کے لیے دعا فرمانا کہیں منقول نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ جس طرح توسل کسی کی دعا کا جائز ہے اسی طرح توسل دعا میں کسی کی ذات کا بھی جائز ہے اور حاصل توسل فی الدعاء کا یہ ہے کہ اے اللہ فلاں بندہ آپ کا مورد رحمت ہے اور مورد رحمت سے محبت اور اعتقاد رکھنا بھی موجب جلب رحمت ہے اور ہم اس سے محبت اور اعتقاد رکھتے ہیں پس ہم پر بھی رحمت فرما اور توسل بالاعمال میں بھی تھوڑے تغیر سے یہی تقریر ہے کہ یہ اعمال آپ کے نزدیک موجب رحمت ہیں اور ان کا فاعل بھی مرحوم ہوتا ہے اور ہم نے یہ اعمال کئے تھے پس ہم پر رحم فرما اور اس میں جو یامحمد آیا ہے اس سے نداء غائب کا ثبوت نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ انجاح الحاجۃ میں ہے کہ اس حدیث کو نسائی اور ترمذی نے کتاب الدعوات میں نقل کیا ہے اور ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے اور بیہقی نے تصحیح کی ہے اور اتنا زیادہ کیا ہے کہ وہ کھڑا ہو گیا اور بینا ہو گیا۔

دوسری روایت : انجاح الحاجۃ میں بعد تصحیح حدیث مذکور کے کہا ہے کہ طبرانی نے کبیر میں عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سابق الذکر سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کام کو جایا کرتا اور وہ اس کی طرف التفات نہ فرماتے۔ اس نے عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے کہا' انہوں نے فرمایا تو وضو کر کے مسجد میں جا اور وہی دعا اوپر والی سکھلا کر کہا کہ یہ پڑھ۔ چنانچہ اس نے یہی کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جو پھر گیا تو انہوں نے بڑی تعظیم و تکریم کی اور کام پورا کر دیا' الحدیث۔ بیہقی نے اس کو دو طریق سے بیان کیا اور طبرانی نے کبیر اور اوسط میں ایسی سند سے نقل کیا ہے جس میں روح بن صلاح بھی ہے اور ابن حبان و حاکم نے اس کی توثیق کی ہے اور اس میں ایک گونہ ضعف ہے (جو کہ ایسے ابواب میں مضر نہیں) اھ۔

ف : اس سے توسل بعد الوفات بھی ثابت ہوا اور علاوہ ثبوت بالروایۃ کے درایۃً بھی

ثابت ہے کیونکہ روایت اول کے ذیل میں جو توسل کا حاصل بیان کیا گیا ہے وہ دونوں حالتوں میں مشترک ہے اور نداء کا شبہ یہاں بھی نہ کیا جائے دو وجہ سے۔ ایک تو متبادر قصہ سے یہ ہے کہ مسجد نبوی میں جانے کو فرمایا ہے سو وہاں حضور ﷺ قریب ہی تشریف رکھتے ہیں نداء غائب لازم نہیں آئی۔ دوسرے سلف صالح خوش اعتقاد تھے نداء .قصد تبلیغ ملائکہ ان کے حال سے ظاہر تھا بخلاف اس وقت کے عوام کے کہ عقیدہ میں غلو رکھتے ہیں اسی لیے ان کو منع کیا جاتا ہے بلکہ ان کی حفاظت کے لیے خواص کو بھی روکا جاتا ہے۔ دوسرے وہ حضرات یہ ندا حاجت روا سمجھ نہ کرتے تھے اب اس میں بھی غلو ہے پس ان کا فعل ان ناقصین کے فعل کا مقیس علیہ نہیں بن سکتا۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر

اور یہی مراد ہے احقر کے اپنے اس قول سے آغاز فصل ہذا میں جب کہ حدود شرعیہ کو محفوظ رکھے۔

تیسری روایت : مشکوٰۃ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب لوگوں پر قحط ہوتا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کے واسطہ سے دعاء بارش کی کیا کرتے اور فرماتے کہ اللہ ہم (پہلے) آپ کے دربار میں اپنے نبی ﷺ کا توسل کیا کرتے تھے آپ ہم کو بارش دیتے تھے اور اب ہم آپ کے دربار میں اپنے پیغمبر کے چچا کا توسل کرتے ہیں سو ہم کو بارش دیجئے چنانچہ بارش ہوتی تھی۔ (روایت کیا اس کو بخاری نے)

ف : اس حدیث سے غیر نبی کے ساتھ بھی توسل جائز نکلا جب کہ اس کو نبی سے کوئی تعلق ہو قرابت حسیہ کا یا قرابت معنویہ کا تو توسل بالنبی کی ایک صورت یہ بھی نکلی اور اہل فہم نے کہا ہے کہ اس پر متنبہ کرنے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسل کیا نہ اس لیے کہ پیغمبر ﷺ کے ساتھ وفات کے بعد توسل جائز نہ تھا جب کہ دوسری روایت سے اس کا جواز ثابت ہے اور چونکہ اس توسل پر کسی صحابی سے نکیر منقول نہیں اس لیے اس میں اجماع کے معنی آگئے۔

چوتھی روایت : ابو الجوزاء سے روایت ہے کہ مدینہ میں سخت قحط ہوا' لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ نبی ﷺ کی قبر مبارک

تو دیکھ کر اس کے مقابل آسمان کی طرف اس میں ایک منفذ کر دو یہاں تک کہ اس کے اور آسمان کے درمیان حجاب نہ رہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا تو بہت زور کی بارش ہوئی' الحدیث' روایت کیا اس کو دارمی نے۔ (کذا فی خیر المواعظ باب الکرامات)

ف : اوپر توسل بالقول ثابت ہوا تھا اس سے توسل بالفعل بھی جائز ثابت ہوا۔ اس کے معنی بھی بزبان حال یہ تھے کہ یہ آپ کے نبی کی قبر ہے جس کو ہم تلبس جسد نبوی کی وجہ سے متبرک سمجھتے ہیں اور نبی کی ملابس چیز کو متبرک سمجھنا یہ بوجہ اس کے کہ علامت ہے اعتقاد عظمت نبی کی عمل مرضی اور موجب رحمت ہے پس ہم پر رحم فرمایئے۔

پانچویں روایت : مواہب میں بسند امام ابو المنصور صباح۔ ابن النجار اور ابن عساکر اور ابن الجوزی رحمہم اللہ تعالیٰ نے محمد بن حرب ہلال رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ میں قبر مبارک کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور زیارت کر کے عرض کیا کہ یا خیر الرسل اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایک سچی کتاب نازل فرمائی جس میں ارشاد فرمایا ہے : وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا اور میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوا اور اپنے رب کے حضور میں آپ کے وسیلہ سے شفاعت چاہتا ہوا آیا ہوں پھر دو شعر پڑھے الخ' اور ان محمد بن حرب کی وفات سنہ ۲۲۸ھ میں ہوئی ہے اھ۔ غرض زمانہ خیر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں پس حجت ہو گیا۔

مِنَ الرَّوْضِ

وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ نُصْرَتُهٗ ۔۔۔ فَالْفَتْحُ مِنْ جُنْدِهٖ وَالنَّصْرُ وَالظَّفَرُ
دَعَاكُمْ مُّسْتَغِيْثًا رَاجِيًا اَمَلًا ۔۔۔ فَهَلْ لَّهٗ مِنْ سِوٰى لُطْفِكُمْ نَظَرُ
فَاعْطِفْ اِلٰهِيْ عَلَيْنَا قَلْبَ سَيِّدِنَا ۔۔۔ خَيْرِ الْاَنَامِ فَمِنْهُ الْعَطْفُ مُنْتَظَرُ

(ترجمہ) (۱) اور جس شخص کی نصرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے ہو تو فتح اور نصر اور ظفر اس کے لشکر میں سے ہے۔ (۲) اس بندہ نے آپ کو یا رسول اللہ مستغیث ہو کر اور امید کی چیزوں کا امیدوار ہو کر پکارا ہے سو اس کے لیے سوا آپ کے لطف کے کوئی نظر گاہ نہیں۔ (۳) سوائے اللہ ہم پر ہمارے سردار

خیر الامم کے قلب کو مہربان کر دیجئے کیونکہ آپ کی طرف سے عطوف کا انتظار ہے۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ مَنْ زَانَتْ بِهِ الْعُصُرُ

فصل نمبر ۳۹

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخبار و آثار کی کثرت ذکر و تکرار میں

چونکہ شدت محبت کو کثرت ذکر لازم ہے لہٰذا یہ فصل بھی لواحق مضمون وجوب محبت نبوی سے ہے جو کہ پینتیسویں فصل میں مذکور ہے مگر ترتیب میں فصل توسل سے اس لیے موصول کی گئی کہ جس طرح توسل میں بعض نے غلو کر لیا ہے اسی طرح ذکر شریف میں بعض نے حدود کو چھوڑ کر کوئی افراط میں' کوئی تفریط میں' کوئی اشتباہ میں' کوئی تخلیط میں مبتلا ہو گیا جس کا مختصراً اس فصل میں بھی بیان کیا جائے گا مگر اول اس ذکر شریف کا شرعاً و طبعاً مطلوب ہونا بیان کیا جاتا ہے۔

لابن ابی المجد رحمۃ اللہ علیہ

اَلَا یَامُحِبَّ الْمُصْطَفٰی زِدْ صَبَابَةً
وَضَمِّخْ لِسَانَ الذِّکْرِ مِنْكَ بِطِیْبِهٖ

"سن رکھ اے عاشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تو عشق میں خوب ترقی کر اور اپنی زبان کو خوشبوئے ذکر نبوی سے خوب معطر کر۔"

وَلَا تَعْبَأَنْ بِالْمُبْطِلِیْنَ فَاِنَّمَا
عَلَامَةُ حُبِّ اللّٰهِ حُبُّ حَبِیْبِهٖ

"اور اہل بطالت کی کچھ پرواہ مت کر کیونکہ علامت حب الٰہی کی اس کے حبیب کی محبت ہے۔"

مشروعیت و مطلوبیت ذکر شریف آیت وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

پہلی روایت : حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا میں کون ہوں؟ لوگوں نے عرض کیا آپ رسول اللہ (ﷺ) ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں (رسول تو ہوں ہی مگر دوسرے فضائل حسبی و نسبی بھی رکھتا ہوں چنانچہ میں) محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں' اللہ تعالیٰ نے خلق کو (جو کہ جن وغیرہ کو بھی شامل ہے) کو دو فرقے (عجم و عرب) بنائے اور مجھ کو بہترین فرقہ (یعنی عرب) میں کیا پھر ان (عرب) کو مختلف قبیلے بنائے اور مجھ کو بہترین قبیلہ (یعنی بنی ہاشم) میں بنایا پس میں اپنی ذات کے اعتبار سے بھی سب میں افضل ہوں اور خاندان کے اعتبار سے بھی سب سے افضل ہوں' روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ (کذا فی المشکوٰۃ)

ف : اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ نے اپنے فضائل کا ذکر بر سر منبر فرمایا۔

دوسری روایت : فقیہ ابو اللیث نے تنبیہہ الغافلین میں اپنی سند متصل سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب سورۂ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ آپ کے مرض میں نازل ہوئی سو آپ نے توقف نہیں فرمایا' جمعرات کے روز باہر تشریف لائے اور منبر پر بیٹھے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ مدینہ میں اعلان کر دو کہ رسول اللہ ﷺ کی وصیت سننے کو جمع ہو جاؤ۔ چنانچہ بلال رضی اللہ عنہ نے پکار دیا اور چھوٹے بڑے سب جمع ہو گئے۔ آپ نے کھڑے ہو کر حمد و ثنا وصلوٰۃ علی الانبیاء کے بعد فرمایا کہ میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ہوں' عربی حرمی مکی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (کذا فی الجلد الاول من فتاویٰ مولٰنا عبدالحی ص ۵۳)

ف : اس سے بھی امر ثابت بروایت اول ثابت ہوا مع زیادۃ جمع ناس بقصد نشر علم جیسا کہ ارشاد نبوی بھی اس پر دال ہے کہ وصیت سننے کو جمع ہو جاؤ۔

تیسری روایت : حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد میں منبر رکھتے تھے کہ اس پر کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ کے مفاخر بیان کرتے اور مشرکین کے مطاعن کا جواب دیتے اور آپ ارشاد فرماتے کہ اللہ تعالیٰ حسان کی تائید روح القدس سے فرماتا ہے جب تک یہ رسول اللہ ﷺ کی

طرف سے مفاخرت یا مدافعت کرتے رہیں گے' روایت کیا اس کو بخاری نے۔ (کذا فی المشکوٰۃ)

ف : اس سے آپ کا اپنے فضائل کا بیان کرانا ثابت ہوا اور اس کے منظوم ہونے کا جواز بھی ثابت ہوا جب کہ حد شرعی کے اندر ہو۔

چوتھی روایت : حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے جناب رسول اللہ ﷺ کے شمائل کے نسبت سوال کیا اور وہ آپ کے حلیہ شریف کا بکثرت ذکر کیا کرتے تھے اور میں اشتیاق رکھتا کہ میرے سامنے کچھ بیان کریں تو میں اس کو اپنے ذہن میں جمالوں' الحدیث۔ (کذا فی الشمائل للترمذی)

ف : اس سے دو امر ثابت ہوئے حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا شوق آپ کے شمائل کے ذکر سننے کا اور حضرت ہند کا ذوق بکثرت آپ کے شمائل کے ذکر کرنے کا نیز شمائل میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آپ کی سیرت مجالست کی نسبت سوال کرنا مروی ہے۔

پانچویں روایت : خارجہ بن زید بن ثابت سے روایت ہے کہ ایک مجمع حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگے کہ ہم سے رسول اللہ ﷺ کی کچھ باتیں کیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں کیا کیا باتیں کروں (کہ احاطہ بیان سے خارج ہیں اس کے بعد کچھ حالات بیان کئے) (کذا فی الشمائل للترمذی)

ف : اس سے تابعین کا اشتیاق آپ کے حالات سننے کا ثابت ہوا۔ غرض حق تعالیٰ کے ارشاد سے حضور ﷺ کے قول و فعل سے صحابہ و تابعین کے عمل سے اس ذکر شریف کا مندوب و محبوب ہونا معلوم و مفہوم ہوا ایقاظ سینتیسویں (۳۷) فصل میں وہ مواقع مذکور ہوئے ہیں کہ وہاں درود شریف پڑھنا خلاف ادب ہے' اس سے یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ ذکر شریف بھی اگر قواعد شرعیہ کے خلاف ہو گا جیسا بعض بے احتیاطوں نے آج کل اس میں بعض منکرات کو ضم کر لیا ہے وہ سوء ادب و نامشروع ہو جائے گا۔ خلاصہ یہ کہ محبت کے ساتھ ادب نہایت ضروری ہے [1]

عرق العشق کلها آداب — ادبوا النفس ایها الاصحاب

مِنَ الْقَصِيْدَةِ

خَدَمْتُهٗ بِمَدِيْحٍ اَسْتَقِيْلُ بِهٖ ذُنُوْبَ عُمْرٍ مَضٰى فِي الشِّعْرِ وَالْخِدَمِ
وَمُنْذُ اَلْزَمْتُ اَفْكَارِيْ مَدَائِحَهٗ وَجَدْتُّهٗ لِخَلَاصِيْ خَيْرَ مُلْتَزِمِ
وَلَنْ يَّفُوْتَ الْغِنٰى مِنْهُ يَدًا تَرِبَتْ اِنَّ الْحَيَا يُنْبِتُ الْاَزْهَارَ فِي الْاَكَمِ

(ترجمہ) (۱) میں نے آنحضرت ﷺ کی بذریعہ مدح و نعت خدمت کی کہ میں اس کے ذریعہ سے اس عمر کے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں جو شعر گوئی اور ارباب دنیا کی خدمت میں اور مدح و ثناء میں گذاری۔ (۲) اور جب سے میں نے تعریفات حضرت نبوی اپنے افکار کو لازم کر دیئے ہیں تو میں نے اس کو اپنی نجات کے لیے نہایت عمدہ مصاحب اور ضامن پایا ہے۔ (۳) اور وہ تونگری جو بذریعہ آنحضرت ﷺ حاصل ہو گی وہ ہرگز کسی ہاتھ کو خالی و محتاج نہیں چھوڑے گی بلکہ سب کو مالا مال کر دے گی کیونکہ آپ کا فیض مثل عام باران کے ہے کہ وہ زمینھا نیے لائق زراعت کو جس میں اس کا پانی بخوبی ٹھہرتا ہے تر و تازہ کرتا ہے (اس میں اشارہ ہے کہ حضور ﷺ کا ذکر اور مدح بغرض انتفاع کے اہل دنیا سے نہ ہونا چاہیے) (عطر الوردہ)

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

فصل نمبر ۴۰

زیارت فی المنام کا بیان

جاننا چاہیے کہ جس کو بیداری میں یہ شرف نصیب نہیں ہوا اس کے لیے بجائے اس کے خواب میں زیارت سے مشرف ہو جانا سرمایہ تسلی اور فی نفسہ ایک نعمت عظمیٰ دولت کبریٰ ہے اور اس سعادت میں اکتساب کو اصلا دخل نہیں محض موہوب ہے و نعم ما قیل ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

ہزاروں کی عمریں اس حسرت میں ختم ہو گئیں البتہ غالب یہ ہے کہ کثرت درود شریف و کمال اتباع سنت و غلبہ محبت پر اس کا ترتب ہو جاتا ہے لیکن چونکہ لازمی اور کلی نہیں اس لیے اس کے نہ ہونے سے مغموم و محزون نہ ہونا چاہیے کہ بعض کے لیے اسی میں حکمت و رحمت ہے عاشق کو رضائے محبوب سے کام خواہ وصل ہو تب اور ہجر ہو تب وللہ در من قال ؎

اريد وصاله[1] ويريد هجري
فاترك ما اريد لما يريد

قال العارف الشيرازی ؎

فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد ازو غیر او تمنائے

اسی سے یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ اگر زیارت ہو گئی مگر طاعت سے رضا حاصل نہ کی تو وہ کافی نہ ہو گی۔ کیا خود حضور اقدس ﷺ کے عہد مبارک میں بہت سے صورۃً زائر معنًی مہجور اور بعض صورۃً مہجور جیسے اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ معنیً قرب سے مسرور تھے۔ اب بعض روایات مشکوٰۃ سے اس زیارت کی فضیلت میں لکھی جاتی ہیں۔

پہلی روایت : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس نے مجھ کو ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں متمثل نہیں ہو سکتا۔ (روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے)

دوسری روایت : حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ کو (خواب میں) دیکھا اس نے امر واقعی دیکھا (یعنی مجھ کو ہی دیکھا)۔ (روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے)

ف : ان دونوں احادیث کا ایک ہی حاصل ہے۔ مشکوٰۃ کے حاشیہ میں سید رحمۃ اللہ تعالیٰ سے اس باب میں دو قول نقل کئے ہیں کہ اگر حلیہ شریف کے موافق صورت نہ دیکھے مگر قلب میں علم ضروری کے طور پر یہ بات القا ہو جائے کہ یہ حضور اقدس ﷺ ہیں تو آیا یہ رویت بھی صحیح ہے یا نہیں؟ انہوں نے اس کو بھی صحیح کہا ہے۔ اختلاف

---

[1] گر مراد ت را مذاق شکر است ۔ بے مرادی نے مراد دلبر است۔

صورت کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ یا تو یہ اس دیکھنے والے کی کمی ہے جیسے مکدر آئینہ میں صاف چہرہ بھی مکدر نظر آتا ہے یا بعض آئینوں میں صورت ٹیڑھی نظر آتی ہے تو وہ صورت تو واقعی اس مرئی کی ہے مگر خرابی آئینہ میں ہے اور یا یہ وجہ ہے کہ وہ صورت حقیقت میں روح مقدسہ کی مثال ہے اور مثال کے لیے اصل صورت پر ہونا ضرور نہیں اور مازنی نے اسی قول کو صحیح کہا ہے اور نووی نے بھی یہی کہا ہے' واللہ اعلم۔

تیسری روایت : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص مجھ کو خواب میں دیکھے وہ مجھ کو بیداری میں بھی دیکھے گا اور شیطان میری صورت نہیں بن سکتا۔ (روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے)

ف : اس میں بشارت ہے اس خواب دیکھنے والے کے لیے حسن خاتمہ کی۔ چنانچہ بزرگان دین نے ایسے خواب کی یہی تعبیر دی ہے کہ اس شخص کا خاتمہ بالخیر ہو گا یہی معنی ہیں حضور ﷺ کے اس ارشاد کے کہ وہ بیداری میں بھی دیکھے گا یعنی آخرت میں مجھ سے اس کو قرب ہو گا اور یہ ظاہر ہے کہ جیسے اعمال مبشرہ مقید ہیں ایمان و تقویٰ کے ساتھ اسی طرح احوال مبشرہ بھی۔ رہی یہ بات کہ پھر احوال کا ان میں کیا دخل ہوا' سو بات یہ ہے کہ ایسے احوال غالباً دلیل انیٰ میں اعمال مبشرہ کی اور اعمال کا دخل بشارت میں ظاہر ہے پس احوال دلیل بشارت ہیں نہ کہ علت پس ان کا دخل مرتبہ علامت میں ہے۔

تنبیہ اگر خواب میں حضور اقدس ﷺ کچھ ارشاد فرمائیں تو اگر وہ امر مشروع ہے عمل کیا جائے گا اور اگر غیر مشروع ہے تو دیکھنے والے کی غلطی پر محمول ہو گی۔ رہا یہ کہ عمل کرنے کے لیے جب مشروع ہونا شرط ہوا تو یہ امر قبل رؤیا کے بھی تھا رؤیا کا کیا اثر ہوا' سو بات یہ ہے کہ رؤیا سے اس کا تاکد اس شخص کے حق میں بڑھ جائے گا' واللہ اعلم۔

مِنَ الْقَصِيدَةِ

نَعَمْ سَرٰى طَيْفُ مَنْ اَهْوٰى فَاَرَّقَنِيْ وَالْحُبُّ يَعْتَرِضُ اللَّذَّاتِ بِالْاَلَمِ
وَكَيْفَ يُدْرِكُ فِي الدُّنْيَا حَقِيقَتَهُ قَوْمٌ نِيَامٌ تَسَلَّوْا عَنْهُ بِالْحُلُمِ

(ترجمہ) (ا) ہاں رات کو خیال محو محبوب میرے پاس آیا اور مجھے بیدار کر دیا

اور حقیقت یہ ہے کہ محبت اور عشق لذات پر الم کا اثر ڈال دیتی ہے۔
(۲) اور ارباب غفلت جو اپنے خیال خواب پر قانع ہیں حقیقت حضرت سرور کائنات ﷺ کی دنیا میں کس طرح دریافت کر سکتے ہیں یعنی نہیں کر سکتے (شعر اول میں اظہار بشاشت ہے خواب میں زیارت ہونے پر اور شعر ثانی میں اشارہ ہے کہ خالی خواب پر قناعت کر کے اتباع نہ چھوڑ دے)۔ (عطر الوردہ)

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

فصل نمبر ۴۱

حضرت صحابہ، اہل بیت و علماء کی محبت و عظمت کا بیان

جس کی وجہ ظاہر ہے کہ محبوب کے متعلقین طبعاً محبوب ہوتے ہیں خاص کر وہ متعلقین جو محبوب کے محبوب اور ممدوح بھی ہوں پھر خصوص جب کہ اس کے ساتھ ان کے ساتھ محبت رکھنے کے لیے محبوب کا حکم بھی ہو تو وہ شرعاً بھی محبوب ہوں گے اور سب سے بڑھ کر ایسی حالت میں کہ اب محبوب تک رسائی کی بھی توقع نہ رہی ہو تو محبوب کے قائم مقاموں کو ہی غنیمت سمجھنا چاہیے "بقول مولانا رومی"

چونکہ شد خورشید و ما را کرد داغ   چارہ نبود در مقامش جز چراغ
چونکہ گل رفت و گلستاں شد خراب   بوئے گل را از کہ جوئیم از گلاب

ان وجوہ پر نظر کر کے یہ حکم بالکل صحیح ہو گا کہ جن لوگوں کو ان حضرات کے ساتھ محبت اور تعلق نہ ہو اس کا دعویٰ حب نبوی کے باب میں محض غلط ہو گا اب اس کے متعلق بعض [1] روایات مذکور ہوتی ہیں۔

فضائل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

پہلی روایت : حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ

---

(۱) اس فصل کی سب روایات مشکوٰۃ کی ہیں۔

میرے اصحاب کا اکرام کرو کہ وہ تم سب میں بہتر ہیں۔ (روایت کیا اس کو نسائی نے)

دوسری روایت : حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو میرے اصحاب کے بارہ میں' میرے بعد ان کو نشانہ (اعتراضات کا) مت بنانا۔ جو شخص ان سے محبت کرے گا وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا اور جو شخص ان سے بغض رکھے گا وہ میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھے گا اور جو اُن کو ایذا دے گا اس نے مجھ کو ایذا دی اور جس نے مجھ کو ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی بہت جلد اللہ تعالیٰ اس کو پکڑے گا۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

ف : جو شخص ان سے محبت کرے گا' الخ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان سے محبت رکھنا اس سبب سے ہو گا کہ اس شخص کو مجھ سے محبت ہو گی تو ضرور میرے مخصوصین سے محبت ہونا لازم ہے اسی طرح ان سے بغض رکھنا بھی اس کی علامت ہو گی کہ اس شخص کو مجھ سے بغض ہے اس لیے میرے مخصوصین سے بھی بغض ہے۔ کیونکہ اگر مجھ سے محبت ہوتی تو ان سے بغض کیوں ہوتا جب کہ وہ میرے محبوب اور ممدوح بھی ہیں۔

تیسری روایت : حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اصحاب کو برا مت کہو کیونکہ اگر تم میں کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تب بھی ان صحابہ کے ایک مد (یعنی ایک سیر) اور بلکہ نصف مد (کے درجہ) کو بھی نہ پہنچے۔ (روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے)

ف : یعنی ثواب میں برابر نہ ہو۔

فضائل اہل بیت

پہلی روایت : حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس لیے بھی محبت رکھو کہ وہ تم کو نعمتیں کھانے کو دیتا ہے اور مجھ سے محبت رکھو اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت رکھنے کے سبب سے (یعنی اللہ تعالیٰ جب محبوب ہیں اور میں اس کا رسول اور محبوب ہوں اس لیے مجھ سے محبت رکھو) اور میری اہل بیت سے محبت رکھو میرے ساتھ محبت رکھنے کے سبب سے (یعنی جب میں

محبوب ہوں اور اہل بیت میرے منتسب و محبوب ہیں تو ان سے بھی محبت رکھو)۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

دوسری روایت : حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ میرے اہل بیت کی مثال تم میں ایسی ہے جیسے نوح علیہ السلام کی کشتی جو شخص اس میں سوار ہوا اس کو نجات ہوئی اور جو شخص اس سے جدا رہا ہلاک ہوا۔ (روایت کیا اس کو احمد نے)

ف : یعنی ان کی محبت و متابعت موجب نجات ہے اور بغض و مخالفت سبب ہلاک۔

تیسری روایت : حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں تم میں ایسی (دو) چیزیں چھوڑتا ہوں کہ اگر تم ان کو تھامے رہو گے تو کبھی میرے بعد گمراہ نہ ہو گے اور ان میں ایک چیز دوسری سے بڑی ہے۔ ایک تو کتاب اللہ کہ وہ رسی ہے آسمان سے زمین تک اور میری عترت یعنی اہل بیت اور ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ دونوں میرے پاس حوض پر پہنچیں گے سو ذرا خیال رکھنا کہ میرے بعد ان دونوں سے کیا معاملہ کرتے ہو۔ (روایت کیا اس کو ترمذی نے)

ف : کتاب اللہ سے مراد احکام شریعت ہیں جو دلائل اربعہ سے ثابت ہیں جن کے ماخذ میں صحابہ و اہل بیت و فقہا و محدثین سب داخل ہیں جیسا کہ خود ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ ان دو شخصوں کا اقتداء کرنا جو میرے بعد ہوں گے ابوبکر اور عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) روایت کیا اس کو ترمذی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے۔

اور جیسا ارشاد ہے کہ میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں جس کا اقتدا کرلو گے ہدایت پا جاؤ گے' روایت کیا اس کو رزین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے۔ اور جیسا کہ حق تعالیٰ کا عام ارشاد ہے : فَاسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ کہ اس میں سب علماء داخل ہو گئے اور کتاب اللہ کا اطلاق مطلق حکم شرعی پر خود حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک مقدمہ میں فرمایا کہ میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے موافق فیصلہ کروں گا اس کے بعد آپ نے رشوت واپس دلوائی۔

اور ایک شخص کو سو تازیانوں اور ایک سال کی جلا وطنی کی سزا دی اور عورت کے لیے بشرط اس کے اعتراف کے رجم تجویز فرمایا' صحیحین میں یہ روایت ہے۔

حالانکہ ان احکام مذکورہ میں سے بعض قرآن مجید میں نہیں ہیں پس تمسک کتاب اللہ سے مراد حدیث میں تمسک باحکام شرعیہ ہوا اور تمسک بالعترۃ سے مراد محبت اہل بیت کی ہوئی کہ وہ بھی واجبات ایمانیہ سے ہے جیسا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ کسی شخص کے قلب میں ایمان داخل نہ ہو گا جب تک تم لوگوں سے (کہ میرے اہل بیت ہو) اللہ اور رسول کے واسطے محبت[1] نہ رکھے' روایت کیا اس کو ترمذی نے عبدالمطلب بن ربیعہ سے۔

پس حاصل حدیث کا دو چیزوں کی تاکید ہوئی احکام شرعیہ پر عمل کرنا اور حضرات اہل بیت سے محبت رکھنا۔

ف : اہل بیت میں حضرات ازواج کے خطاب کے درمیان یہ ارشاد ہے انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت اور حدیث افک میں خود حضور اقدس ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارہ میں فرمایا واللّٰہ ما علمت علٰی اھلی من سوء قط۔ پھر لغت بھی اس کا مساعد ہے پھر اس میں کوئی شبہ کی گنجائش نہیں پس ان سے بھی محبت رکھنا واجب ہوا اور اگر کوئی شخص اس پر بھی قرآن و حدیث میں دور از کار تاویلیں کئے جائیں تو دوسرے دلائل سے ان کی فضیلت و وجوب محبت ثابت ہے۔ چنانچہ احادیث میں بکثرت ان کے مناقب مذکور ہیں' قرآن مجید میں ان کو امہات المومنین فرمایا ہے اور حضور اقدس ﷺ نے ان کی خدمت کرنے والے کی مدح فرمائی ہے۔ چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی ازواج سے فرمایا کہ تم لوگوں کے ساتھ میرے بعد جو شخص سلوک کرے گا وہ بڑا سچا اور نکوکار ہے۔ (روایت کیا اس کو احمد نے)

فضائل علماء ورثۃ الانبیاء

یعنی جو علماء باعمل ہیں اور دین کی اشاعت و خدمت اور اہل دین کی روحانی تربیت

---

(1) اس سے جواب نکل آیا کہ بعض سید صحیح النسب سنت کے خلاف ہوتے ہیں تو ان سے محبت رکھیں یا نہ رکھیں؟ تقریر جواب کی ظاہر ہے کہ یہ محبت اللہ و رسول کے سبب سے ہے جب کوئی شخص اللہ و رسول ہی کا مخالف ہے تو اس سے محبت بھی نہ ہو گی۔

کرتے ہیں کہ یہی کام تھا حضرات انبیاء علیہم السلام کا ورنہ علماء بے عمل کی سخت مذمت بھی آئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ جو شخص اس غرض سے علم طلب کرے کہ علماء سے مقابلہ کرے گا یا جہلا سے مجادلہ کرے گا یا لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں داخل کرے گا اور فرمایا ہے کہ جو شخص علم دین کو دنیا کے کسی مطلب کے لیے حاصل کرے وہ قیامت میں جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا اور فرمایا ہے کہ جہنم میں ایک وادی ہے جس سے جہنم ہر روز چار سو بار پناہ مانگتی ہے اور اس میں ریاکار علماء داخل ہوں گے۔ اب علماء باعمل کے فضائل کی روایات مذکور ہوتی ہیں۔

پہلی روایت : کثیر بن قیس نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ایک بڑی حدیث میں روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ عالم کے لیے تمام مخلوق آسمان اور زمین کی اور پانی میں مچھلیاں استغفار کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت دوسرے کواکب پر اور علماء وارث ہیں انبیاء کے اور انبیاء نے دینار اور درہم میراث میں نہیں چھوڑا' صرف علم کو میراث چھوڑا ہے سو جس نے اس کو حاصل کیا اس نے پورا حصہ حاصل کیا۔ (روایت کیا اس کو احمد' ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ اور دارمی نے)

دوسری روایت : حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر دو مجلسوں پر ہوا جو آپ کی مسجد میں بیٹھے تھے (ان میں ایک عابدوں کی مجلس تھی اور دوسری عالموں کی) آپ نے فرمایا یہ دونوں اچھے ہیں اور ان میں ایک بہ نسبت دوسرے کے افضل ہے سو یہ لوگ (یعنی عابد) جو ہیں تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اور اس کی طرف التجا کرتے ہیں سو اگر چاہے ان کو دے اور اگر چاہے نہ دے اور یہ دوسرے لوگ (یعنی عالم) جو ہیں تو دین کے احکام یا فرمایا علم کی باتیں سیکھ رہے ہیں اور جاہل کو سکھلاتے ہیں سو یہ زیادہ افضل ہیں اور میں بھی تعلیم کنندہ ہی ہو کر مبعوث ہوا ہوں پھر آپ ان لوگوں میں بیٹھ گئے (تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ جماعت خاص آپ کی ہے۔ (روایت کیا اس کو دارمی نے)

تیسری روایت : حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو شخصوں کی نسبت پوچھا گیا جو بنی اسرائیل میں تھے۔ ایک تو عالم تھا کہ فرض (مع اس کے ضروری متعلقات کے) پڑھ لیتا اور پھر لوگوں کو دین کی تعلیم دینے بیٹھ جاتا اور دوسرا دن بھر

روزہ رکھتا اور رات بھر عبادت کرتا سو ان میں کون افضل ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جو عالم تھا جو فرض (مع اس کے ضروری متعلقات کے) پڑھ لیتا اور پھر لوگوں کو دین کی تعلیم دینے بیٹھ جاتا اس کی فضیلت اس عابد پر جو دن بھر روزہ رکھتا اور رات بھر عبادت کرتا ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ شخص پر۔ (روایت کیا اس کو دارمی نے)

ف : ان احادیث سے علماء کا جانشین پیغمبر ﷺ ہونا ظاہر ہے۔ پہلی روایت میں تو وارث کا لفظ مصرح ہے، دوسری روایت میں آپ کا ان میں بیٹھ جانا اس انتساب خاص پر صاف دال ہے اور تیسری روایت میں فضیلت میں عالم کو اپنے ساتھ تشبیہ دینا اس اختصاص کی واضح دلیل ہے اور حضرات صحابہ و آل ازواج کا تعلق اور ارتباط محتاج تنبیہ نہیں پس ان سب جماعتوں سے محبت رکھنا متمم ہے محبت نبویہ کا۔

هُمْ جَمَاعَةُ خَيْرِ الْخَلْقِ اَيَّدَهُمْ رَبُّ السَّمَآءِ بِتَوْفِيْقٍ وَاِيْثَارِ
فَحُبُّهُمْ وَاجِبٌ يَشْفِى السَّقِيْمُ بِهٖ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ يَنْجُوْ مِنَ النَّارِ

(ترجمہ)(۱) یہ حضرات جماعت ہیں خیر خلق کی تائید فرمائی ہے ان کی رب سماء نے توفیق وایثار کے ساتھ۔ (۲) سو ان کی محبت واجب ہے کہ مریض اس سے شفا پاتا ہے سو جو شخص ان سے محبت کرتا ہے وہ آتش دوزخ سے نجات پائے گا۔

يَارَبِّ [1] صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ مَوْلٰنَا بِاِكْثَارِ

خاتمہ

اس میں بھی مثل مقدمہ کے تین مضمون ہیں۔ مضمون اول متعلق فصل ۷، ۳، جس میں درود شریف کے فضائل مذکور ہیں، مناسب معلوم ہوا کہ اپنے رسالہ زاد السعید سے چہل حدیث درود شریف [2] کی بعینہ نقل کر دی جائے تاکہ اس رسالہ کے پڑھنے والے ختم پر ان سب صیغوں کو کم از کم ایک بار پڑھ لیں کہ فصل ۷، ۳ پر ساتھ کے ساتھ عمل بھی ہو جائے، وھو ھٰذا۔

---

(۱) ھٰذا للمؤلف۔

(۲) اس کی سند زاد السعید میں مذکور ہے۔

چہل حدیث مشتمل بر صلوٰۃ وسلام

صیغ صلوٰۃ

حدیث اول اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَنْزِلْہُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ۔ (۲) اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ الْقَآئِمَۃِ وَالصَّلٰوۃِ النَّافِعَۃِ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّارْضَ عَنِّیْ رِضًا لَّا تَسْخَطُ بَعْدَہٗ اَبَدًا۔ (۳) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ وَصَلِّ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ۔ (۴) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّاٰلَ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ وَبَارَکْتَ وَرَحِمْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ (۵) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ (۶) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ وَّبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ (۷) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ (۸) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ وَّبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ (۹) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ (۱۰) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ (۱۱) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی

اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ فِي الْعٰلَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (۱۲) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (۱۳) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (۱۴) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ وَاَزْوَاجِهٖ وَاُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِبَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (۱۵) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَتَرَحَّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (۱۶) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ تَرَحَّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ تَحَنَّنْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تَحَنَّنْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا سَلَّمْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (۱۷) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ فِي الْعٰلَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (۱۸) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (۱۹) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ

مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ۔ (۲۰) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ ۔ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدِ ۔ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ۔ (۲۱) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تَكُوْنُ لَكَ رِضًا وَلَهُ جَزَآءً وَلِحَقِّهٖ اَدَاءً وَاَعْطِهِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ وَاجْزِهٖ عَنَّا مَا هُوَ اَهْلُهٗ وَاجْزِهٖ اَفْضَلَ مَا جَازَيْتَ نَبِيًّا عَنْ قَوْمِهٖ وَرَسُوْلاً عَنْ اُمَّتِهٖ وَصَلِّ عَلٰى جَمِيْعِ اِخْوَانِهٖ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصَّالِحِيْنَ يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔ (۲۲) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ ۔ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدِ ۔ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (۲۳) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْنَا مَعَهُمْ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَيْنَا مَعَهُمْ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَصَلَوَاتُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مُحَمَّدِ ۔ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ۔ (۲۴) اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا جَعَلْتَهَا عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ وَّبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (۲۵) وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ۔

صِيَغُ السَّلَامِ

(۲۶) اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ (۲۷) اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ (۲۸) اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الطَّيِّبَاتُ

اَلصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ (۲۹) اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبٰرَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ سَلَامٌ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ سَلَامٌ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ (۳۰) بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَسْاَلُ اللّٰهَ الْجَنَّةَ وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ۔ (۳۱) اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ اَلزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ اَلطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ (۳۲) بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ خَيْرِ الْاَسْمَآءِ اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَاهْدِنِيْ۔ (۳۳) اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ وَالصَّلَوَاتُ وَالْمُلْكُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔ (۳۴) بِسْمِ اللّٰهِ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ اَلصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ اَلزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ شَهِدْتُّ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ شَهِدْتُّ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ (۳۵) اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ۔ (۳۶) اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ۔ (۳۷) اَلتَّحِيَّاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ

اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ۔ (۳۸) اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الصَّلَوٰتُ الطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ (۳۹) اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَکَاتُ الصَّلَوٰتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ (۴۰) بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ۔

مضمون دوم متعلق فصل ۳۸ : جس میں آپ ﷺ کے ساتھ توسل حاصل کرنے کی برکت مذکور ہے۔ عطر الوردہ میں قصیدہ بردہ کے برکات میں لکھا ہے کہ صاحب قصیدہ یعنی امام ابو عبداللہ شرف الدین محمد بن سعید بن حماد بوصیری قدس سرہ کو فالج ہو گیا تھا جس سے نصف بدن بے کار ہو گیا۔ انہوں نے بالہام ربانی یہ قصیدہ تصنیف کیا اور رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے۔ آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک ان کے بدن پر پھیر دیا' یہ فوراً شفایاب ہو گئے اور یہ اپنے گھر سے نکلے تھے کہ ایک درویش سے ملاقات ہوئی اور اس نے درخواست کی کہ مجھ کو وہ قصیدہ سنا دیجئے جو آپ نے مدح نبوی میں کہا ہے۔ انہوں نے پوچھا کون سا قصیدہ؟ اس نے کہا کہ جس کے اول میں یہ ہے :

اَمِنْ تَذَكُّرِ جِيْرَانٍ بِذِيْ سَلَمٖ

ان کو تعجب ہوا کیونکہ انہوں نے کسی کو اطلاع نہیں دی تھی۔ اس درویش نے کہا کہ واللہ میں نے اس کو اس وقت سنا ہے جب کہ یہ حضور ﷺ کی خدمت میں پڑھا جا رہا تھا اور آپ خوش ہو رہے تھے' سو انہوں نے یہ قصیدہ اس درویش کو دے دیا اور اس قصہ کی شہرت ہو گئی اور شدہ شدہ یہ خبر صاحب بہاؤ الدین وزیر ملک ظاہر کو پہنچی' اس نے نقل کرایا اور وہ اور اس کے گھر والے اس سے برکت حاصل کرتے تھے اور انہوں نے بڑے بڑے آثار اس کے اپنے دنیوی و دینی امور میں دیکھے اور سعد الدین فارقی جو کہ توقیع نگار وزیر مذکور کا تھا' آشوب چشم میں مبتلا ہوا کہ قریب تھا آنکھیں جاتی رہیں' کسی نے خواب میں کہا کہ وزیر کے پاس جا کر اس سے قصیدہ بردہ لے کر آنکھوں پر رکھو۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور بیٹھے بیٹھے اس کو رکھا' فی الفور اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا بخشی

اور رسالہ نیل الشفاء مولفہ احقر میں حضور ﷺ کے نقشہ نعل شریف کے برکات و خواص مذکور ہیں جب صرف ان الفاظ میں جو کہ آپ کے معنی و مدح کی صورت و مثال ہیں اور پھر ان نقوش میں جو کہ ان الفاظ پر دال ہیں اور اس ملبوس میں جو کہ آپ کی نعال ہیں اور پھر ان نقشوں میں جو کہ ان نعال کی تمثال ہیں یہ دولت ہائے لازوال اور نعمت ہائے بے مثال ہیں سو خود آپ کی ذات مجمع الکمالات و اسما جامع البرکات سے توسل حاصل کرنا اور اس کے وسیلہ سے دعا کرنا کیا کچھ نہ ہو گا۔

نام احمد چوں چنیں یاری کند تاکہ نورش چوں مددگاری کند
نام احمد چوں حصارے شد حصیں تاچہ باشد ذات آں روح الامیں

مضمون سوم متعلق فصل ۳۹ و ۴۰ : اس میں بعض درود شریف کے صیغے (جن کو زیارت نبوی فی المنام میں بزرگوں کے تجربہ سے زیادہ دخل ہونا منقول ہے) مذکور ہیں اور زیارت فی المنام کی حالت میں بعض صلحاء نے جو خود حضور اقدس ﷺ کے بعض ارشادات متعلق آداب ذکر شریف کے سنے ہیں وہ بھی مذکور ہیں اس لیے یہ مضمون کہ دو جزء میں ہے مجموعہ فصلیں کے متعلق ہو گیا۔

جزء اول : منقول از زاد السعید شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ترغیب اہل السعادات میں لکھا ہے کہ شب جمعہ میں دو رکعت نماز نفل پڑھے اور ہر رکعت میں گیارہ بار آیۃ الکرسی اور گیارہ بار قل ھو اللہ اور بعد سلام سو بار یہ درود پڑھے ان شاء اللہ تین جمعے نہ گذرنے پائیں گے کہ زیارت نصیب ہو گی۔ وہ درود شریف یہ ہے :

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ۔

(دیگر) شیخ موصوف نے لکھا ہے کہ جو شخص دو رکعت نماز پڑھے' ہر رکعت میں بعد الحمد کے پچیس بار قل ھو اللہ اور بعد سلام کے یہ درود شریف ہزار مرتبہ پڑھے' دولت زیارت نصیب ہو۔ وہ یہ ہے :

صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ۔

(دیگر) نیز شیخ موصوف نے لکھا ہے کہ سوتے وقت ستر بار اس درود شریف کو پڑھنے سے دولت زیارت نصیب ہو :

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ بَحْرِ اَنْوَارِكَ مَعْدَنِ اَسْرَارِكَ وَلِسَانِ

خُجَّتِكَ وَعُرُوْسِ مَمْلَكَتِكَ وَاِمَامِ حَضْرَتِكَ وَطِرَازِ مُلْكِكَ وَخَزَائِنِ رَحْمَتِكَ وَطَرِيْقِ شَرِيْعَتِكَ اَلْمُتَلَذِّذِ بِتَوْحِيْدِكَ اِنْسَانِ عَيْنِ الْوُجُوْدِ وَالسَّبَبِ فِيْ كُلِّ مَوْجُوْدٍ عَيْنِ اَعْيَانِ خَلْقِكَ اَلْمُتَقَدِّمِ مِنْ نُّوْرِ ضِيَآئِكَ صَلٰوةً تَدُوْمُ بِدَوَامِكَ وَتَبْقٰى بِبَقَآئِكَ لَا مُنْتَهٰى لَهَا دُوْنَ عِلْمِكَ صَلٰوةً تُرْضِيْكَ وَتُرْضِيْهِ وَتَرْضٰى بِهَا عَنَّا يَارَبَّ الْعٰلَمِيْنَ۔

(دیگر) اس کو بھی سوتے وقت چند بار پڑھنا زیارت کے لیے شیخ نے لکھا ہے :

اَللّٰهُمَّ رَبَّ الْحِلِّ وَالْحَرَمِ وَرَبَّ الْبَيْتِ الْحَرَامِ وَرَبَّ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ اَبْلِغْ لِرُوْحِ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ مِّنَّا السَّلَامَ۔

مگر بڑی شرط اس دولت کے حصول میں قلب کا شوق سے پر ہونا اور ظاہری و باطنی معصیتوں سے بچنا ہے۔

جزء ثانی : اس میں دو خواب ہیں :

رویاء اول : منشی شرافت اللہ صاحب نے جو ایک صالح' محتاط' دیندار اور راست گو آدمی ہیں۔ کانپور میں اس زمانہ میں دیکھا جب کہ میرے مضمون متعلق آداب ذکر مولد شریف مرقومہ اصلاح الرسوم پر وہاں غوغا تھا اور مجھ کو بذریعہ خط کے رجب سنہ۱۳۱۹ھ مطابق اکتوبر سنہ۱۹۰۱ء میں اطلاع دی گو دلائل شرعیہ کے ہوتے ہوئے اس کی حاجت نہیں مگر فطری طور پر رویاء صالحہ سے ایک خاص طور کی قناعت طبائع میں ضرور پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ تین چار روز ہوئے میں نے ایک خواب صبح کے وقت دیکھا ہے کہ میں کسی مکان غیر معروف میں ہوں۔ ایک براق آن کر اس مکان کے دروازے پر ٹھہرا ہے۔ لوگ کہہ رہے ہیں کہ یہ تیری سواری کے واسطے آیا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ حضور سرور عالم جناب نبی مکرم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ایک براق پر تشریف لائے ہیں۔ ایک نقاب چہرۂ مبارک پر پڑی ہوئی ہے' حضور ﷺ میرے قریب تشریف لا کر رونق افروز ہوئے ہیں۔ میری حالت اس وقت یہ تھی کہ گویا میں سو نہیں رہا جاگ رہا ہوں اور حضور ﷺ کی رونق افروزی کے بعد ایک قسم کا حجاب درمیان میں حائل ہے کہ میں حضور ﷺ کی زیارت تو نہیں کر سکتا مگر حضور ﷺ کے کلام مبارک کی آواز برابر سنتا ہوں۔ اب یا تو میں نے یا کسی اور حاضرین دربار نے (مجھ کو

یہ یاد نہیں ہے) حضور ﷺ سے عرض کیا کہ آج کل کانپور میں بہت شورش ہو رہی ہے اور مولانا اشرف علی صاحب سے بہت لوگ مخالفت کر رہے ہیں' اس کی کیا اصلیت ہے؟ اس کے جواب میں حضور ﷺ نے تمام حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا جو کچھ اشرف علی نے لکھا ہے وہ صحیح ہے اور اس کے بعد حضور ﷺ نے صرف مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اشرف علی سے کہہ دینا کہ جو کچھ تم نے لکھا ہے وہ بالکل صحیح ہے مگر یہ وقت ان باتوں کے لکھنے کے لیے مناسب نہیں ہے۔ یہ آخر کا فقرہ اس قدر آہستہ سے ارشاد فرمایا کہ میں نے سنا اور غالباً کسی دوسرے نے حاضرین سے نہیں سنا بس اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی تو صبح کی نماز کا وقت تھا اور چہار شنبہ کا دن' رجب کی دوسری تاریخ تھی جس قدر یاد تھا حرف بحرف عرض کیا گیا' فقط۔

تنبیہہ یہ ارشاد کہ یہ وقت ان باتوں کے لکھنے کے لیے مناسب نہیں ہے' الخ۔ براہ شفقت وبطور رخصت ہے' حکم اور عزیمت نہیں۔ علاوہ دلائل شرعیہ کے خود خواب ہی میں اس کا قرینہ موجود ہے یعنی آہستہ سے ارشاد فرمانا ورنہ احکام کا مقتضا ظاہر ہے کہ اعلان ہے میری اس رائے کی تقویت ایک کامل محقق جامع ظاہر و باطن شیخ سے بھی ہو چکی ہے۔

رویاءِ ثانیہ : کہ اس سے ایک عرصہ کے بعد حافظ اشفاق رسول تھانوی مولداً وبڑوتی مسکناً نے (جو وضوح و صدق رویاء میں خاص مناسبت رکھتے ہیں) دیکھا اور یہ حافظ صاحب ذکر مولد شریف کے از حد شائق و راغب ہیں' اس لیے بالخصوص اس میں تصرف خیال کا قطعاً ہی احتمال قطع ہے۔ وہ لکھتے ہیں حضور فخر عالم ﷺ رونق افروز ہیں' دونوں پائے مبارک دراز کیے ہوئے اور چادر سفید پاؤں سے گردن تک ڈالے ہوئے ہیں اور ایک دوپٹہ کمر سے بندھا ہوا ہے اور سفید چوغہ زیب بدن ہے۔ کمترین نے سامنے جا کر سلام عرض کیا۔ ارشاد ہوا کہ جو شخص ہماری تعریف کر کے شفاعت چاہے ہم اس کی شفاعت نہیں کریں گے' ہم اس کے شافع ہوں گے جو ہماری احادیث پر عمل کرے گا۔ اس سے تائید مدعا کی مع زیادت ہوتی ہے اور وہ زیادت یہ ہے کہ اگر مدح میں تمامتر رعایات و شرائط بھی ملحوظ ہوں تب بھی وہ اتباع سے درجہ متاخر میں ہے۔ اب اس خاتمہ کو ختم کرتا ہوں اور اس کے ختم کے ساتھ رسالہ القاسم کے ایک مضمون کو جو کہ جمادین

سنہ ۱۳۲۹ھ کے پرچوں میں بذیل عنوان اصلاح معاملہ بحضرت رسالت ﷺ شائع کرنے کا ارادہ [1] ہے مطالعہ کرنے کی ترغیب دیتا ہوں کہ وہ اس تمامتر رسالہ کی غرض کا گویا ملخص ہے۔ مضمون خاتمہ کا ختم [2] ہوا اور خاتمہ کے ساتھ رسالہ نشر الطیب ختم ہوا اور عجب اتفاق ہے کہ اس وقت بھی ربیع الاول کا مہینہ سہ شنبہ کا دن دوسرا [3] عشرہ ہے۔

والحمد للّٰہ اولاً وّاٰخرًا والصلٰوۃ علٰی رسولہ باطنًا وظاھرًا وعلٰی اٰلہ وصحبہ الذین کل منھم کان طیبًا وطاھرًا ما دام الغیث متقاطرًا والسحاب متماطرًا وکان ھٰذا فی سنہ ۱۳۲۹ من الھجرۃ المبارکۃ۔

من خاتمۃ الروض

عَلَیْہِ مَا جَنَّ لَیْلٌ اَوْ بَدَا سَحَرٌ صَلّٰی وَسَلَّمَ مَنْ اَوْلَاہُ کُلَّ عُلًا

"آپ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام نازل فرمائے وہ ذات پاک جس نے آپ کو ہر قسم کا علو عطا فرمایا ہے' جب تک کہ شب محیط ہوتی رہے یا سحر ظاہر ہوتی رہے۔"

وَاٰلِہِ الْغُرِّ وَالْاَصْحَابِ اَجْمَعِہِمْ اَلْعَابِدِیْنَ بِاِخْلَاصٍ کَمَا اُمِرُوْا

"اور آپ کی آل پرانور پر اور آپ کے سب اصحاب پر' جو اخلاص کے ساتھ موافق امر الٰہی کے عبادت کرنے والے ہیں۔"

وَالتَّابِعِیْنَ بِاِحْسَانٍ لَہُمْ وَکَذَا یَعُمُّ فَضْلًا اِلٰہِیْ کُلَّ مَنْ حَضَرُوْا

"اور ان پر جو کہ اخلاص کے ساتھ ان کے تابعین ہیں اور اسی طرح' اے اللہ وہ سلام کل حاضرین کو از راہ فضل عام ہو۔"

---

(۱) چنانچہ وہ موافق ارادہ کے شائع ہو گیا۔
(۲) اور بعض اسباب سے مثل مقدمہ کے خاتمہ کی عبارت بھی اور تھی پھر دوسری طرح بدل گئی۔
(۳) اور آغاز کے وقت بھی ربیع الاول کا مہینہ مگر دو شنبہ کا دن عشرہ پہلا تھا اور اس میں عجیب لطیفہ پیدا ہوا یعنی شروع کو تو ولادت شریفہ سے مناسبت ہے اور وہ دو شنبہ کا دن اور بعض کی تصحیح پر پہلا عشرہ تھا اور ختم کو وفات شریف سے مناسبت ہے اور وفات کو دفن سے منتہی سمجھا جاتا ہے اور اس کا وقوع منگل کے ختم پر آیا ہے اور بقول مشہور وہ دوسرا عشرہ تھا اور مہینہ دونوں واقعوں کا ربیع الاول تھا پس رسالہ کی ابتداء و انتہا کو آپ کے ظہور جسمانی کے ابتداء و انتہاء سے کیسی اتفاقی مناسبت واقع ہوئی۔

وَاْذَنْ لِسُحْبِ صَلاَةٍ مِنْكَ دَائِمَةً عَلَى النَّبِیِّ بِمُنْهَلٍ وَّمُنْسَجِمِ

"اور رحمت دائمہ کے ابروں کو اجازت فرما کہ وہ جناب نبوی ﷺ پر ہمیشہ ریزاں و برستے رہیں۔"

وَالْاٰلِ وَالصَّحْبِ ثُمَّ التَّابِعِیْنَ هُمُ اَهْلُ التُّقٰى وَالنُّقٰى وَالْحِلْمِ وَالْكَرَمِ

"اور آل و اصحاب آنحضرت ﷺ پر پھر ان لوگوں پر' جو اُن سے ملے ہیں جو سب صاحبان تقویٰ اور حلم اور کرم ہیں۔"

ثُمَّ الرِّضٰى عَنْ اَبِیْ بَكْرٍ وَّعَنْ عُمَرَ وَعَنْ عَلِیٍّ(1) وَّعَنْ عُثْمَانَ ذِی الْكَرَمِ

"پھر رضائے حق ہو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اور عمر رضی اللہ عنہ سے اور علی رضی اللہ عنہ سے اور عثمان رضی اللہ عنہ ذی الکرم سے۔"

مَا رَنَّحَتْ عَذَبَاتِ الْبَانِ رِیْحُ صَبًا وَاَطْرَبَ الْعِیْسَ حَادِی الْعِیْسِ بِالنَّغَمِ

"یہ ابرہائے رحمت اس وقت تک برستے رہیں جب تک شاخہائے درخت بان کو باد شرقی یعنی پرواہ ہلاتی رہے' اور جب تک حدی خوان شتران سفید رنگ مائل بسرخی کو بذریعہ اپنے نغموں کے خوش کرے یعنی ہمیشہ۔" (عطر الوردہ)

فَاغْفِرْ لِنَاشِدِهَا وَاغْفِرْ لِسَامِعِهَا سَاَلْتُكَ الْخَیْرَ یَاذَالْجُوْدِ وَالْكَرَمِ

"سو مغفرت فرما دیجئے اس قصیدہ کے کہنے والے کی اور سننے والے کی' میں آپ سے خیر کا سوال کرتا ہوں اے صاحب جود اور کرم کے۔"

☆☆☆ تَمَّ الْكِتَابُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلاً وَّاٰخِرًا ☆☆☆

پروف ریڈنگ : ابو حسان
کمپوزنگ : نسیم حسن عبداللہ (ڈیپالپوری)

سب تعریفیں اللہ ذوالجلال والاکرام کے لیے جس نے یہ توفیق دی۔

(1) تقدیم نام علی رضی اللہ عنہ کی نام عثمان رضی اللہ عنہ پر بضرورت وزن شعر کے ہے۔